

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گاہرِ مہتاب  
پرچستان  
میں

گاہرِ انعام الخفونہ

اسلامی سائنسز ایسوسی ایشن

لاہور، پاکستان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کا ذکر مبارک

بلوچستان میں

ڈاکٹر انعام الحق کوثر

اسلامک پبلیکیشنز، لاہور

۱۳- ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

طالب  
ناشر  
اشفاق مرزا اینجنگ ڈائریکٹر  
اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ  
۱۳۔ امی شاہ عالم مارکٹ لاہور  
مطبع  
امپرنٹ پریس، لاہور  
اشاعت:-  
بار اول، اکتوبر ۱۹۸۳ء  
۱۱۰۰

قیمت:- ۰۰ - ۳۶ روپے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
 صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (الاحزاب - پ ۲۲ ع ۳)

## فہرست

- ۱۔ آغازِ سخن - پروفیسر انور رومان ۴
- ۲۔ حرفِ نیاز - ڈاکٹر انعام الحق کوثر ۱۱
- ۳۔ بابِ اوّل، بلوچستان کا جغرافیائی اور تہذیبی پس منظر، اسلام کی آمد اور اس کے اثرات - ۲۵
- ۴۔ بابِ دوم، براہوئی کتب اور نعت گوئی - ۳۳
- ۵۔ بابِ سوم، بلوچی کتب اور نعت گوئی - ۱۳۷
- ۶۔ بابِ چہارم، پشتو کے نعت گو شعراء - ۱۹۸
- ۷۔ بابِ پنجم، فارسی گو شعرا کا نعتیہ کلام - ۲۵۴

## ۸۔ باب ششم،

۲۹۳

اردو نعت گوئی اور چند متعلقہ کتب۔

## ۹۔ باب ہفتم،

۳۵۰ بلوچستان میں نعتیہ مشاعرے، عید میلاد النبی کی تقریبات، تعلیمی اور

دینی اداروں میں میلاد کی تقریبات، اخبارات اور رسائل کے سیرت نمبر،

ریڈیو، ٹی وی۔ پروگرام

## ۱۰۔ اختتامیہ

۲۰۹

## ۱۱۔ ضمیمہ،

۳۱۱

بلوچستان میں موجود دینی مدارس (ضلع وار)

۳۲۰

## ۱۲۔ کتابیات

## انتساب

جناب حکیم محمد سعید کے نام

جنہوں نے احکام خداوندی اور شریعتِ محمدی پر عمل پیرا ہو کر بیمار انسانوں کو اپنی توجہات کا مرکز بنایا اور ان کی دلنواز گفتگو ہزاروں انسانوں کے لئے

مرحم بنی ہے

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا !

(اقبال)

انعام الحق کوثر

## آغازِ سخن

۵ دیدہ ام شاخ گلے ، بر خویش می پیچم کہ کاش  
می تو انستم بہ یک دست ایں قدر ساغر گرفت

پاکستان ایک زرخیز، سرسبز اور کثیر الامکانیت خطہ ہے۔ یہ ایک متنوع ملک ہے لیکن اس تنوع کے باوجود اس میں ایک بنیادی وحدت و یگانگت کا رفرما ہے۔ اس بنیادی وحدت کے قیام و دوام میں بلوچستان نے نہایت اہم اور فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ بلوچستان اپنی بعض اولیات کی وجہ سے ہمارے ملک کا کلیدی صوبہ ہے۔

فلاسفہ تاریخ کے مطابق انسانی تہذیب تین آبی ادوار سے گزری ہے۔ اولاً دریائی دور ثانیاً بحیرائی اور ثالثاً بحری دور۔

آغازِ تہذیب دریائی دور سے منسوب و منسلک ہے۔ اور اس دور کے ابتداء میں چھوٹے چھوٹے دریا یا نالے اولین تہذیب کے مراکز بنے چنانچہ پاکستان کے جس حصہ میں سب سے پہلے تہذیب نے آنکھیں کھولیں۔ وہ وادیِ ژوب، وادیِ شال، وادیِ نال اور کولواہ کے علاقے تھے۔ یہاں سب سے پہلے دہقانی لوگ معاشروں نے جنم لیا۔ بلوچستان کے اہلی چھوٹے دریاؤں سے تہذیب نے اگلا قدم اٹھایا۔ تو وہ وادیِ سندھ کی تہذیب کی صورت میں نمودار ہوئی۔

اس کے علاوہ پاکستانی آبادی کے اہم عناصر بھی اکثر و بیشتر بلوچستان سے ہی سندھ، پنجاب اور سرحد میں پھیلے۔ یہ اہم عناصر بلوچ، پشتون اور جاٹ وغیرہ ہیں۔ جو اس وقت پاکستانی آبادی کے دو تہائی کے قریب ہیں۔

لیکن اہم ترین رشتہ وحدت جو بلوچستان نے پاکستان کو مہیا کیا۔ وہ اسلام ہے ہمارے تاریخ میں سندھ کو باب الاسلام ہونے کا شرف عطا کیا گیا ہے۔ اس میں

کوئی شک نہیں۔ کہ اسلامی سیاست و ثقافت پہلی دفعہ وسیع اور ہمہ گیر پیمانے پر سندھ میں ہی جلوہ گر اور جاگزیں ہوئی لیکن تاریخ کے حقائق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ تاریخ کا ایک اہم منصب یہ بھی ہے۔ کہ وہ افراد و واقعات کے تقدم و تاخر کا تعین کرے۔

باب الاسلام ہونے کا فخر اصل میں بلوچستان کو ہی نصیب ہوا۔ اس لئے کہ مکران کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت تسنیر ایران کے فوراً بعد ساتویں صدی عیسوی کے وسط میں ہی نصیب ہو گئی۔ اور ۶۶۲ء تک مسلمانوں نے خضدار کو اپنا صدر مقام بنا لیا۔ گویا یہ پہلا خطہ تھا۔ جو مشرف بہ اسلام ہوا۔ چنانچہ اس کے بعد کی تمام بڑی و بھاری مہمات بلوچستان کے ہی بڑی و بھاری راستوں گزریں۔ حتیٰ کہ محمد بن قاسم کی مہم (۱۱۱ء) بھی یہیں سے گزری۔

ظاہر ہے کہ جب اسلام کا ورود ہی بلوچستان میں سب سے ہوا اور یہیں سے یہ سندھ اور پھر پنجاب میں صوفشاں ہوا۔ تو توجید و رسالت کا غلغلہ بھی سب سے پہلے یہیں بلند ہوا۔ اور چونکہ یہ ایک کثیر اللسان خطہ ہے لہذا ہر زبان نذرانہ محبت و عقیدت کا ذریعہ بنی۔ افسوس ہے کہ اس سرمایہ درود و خلوص کا اکثر ابتدائی حصہ محفوظ نہ رہ سکا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان اس وقت مجموعی اور ملکی لحاظ سے کترہ ارض کے پسماندہ ترین لوگوں میں سے ہیں۔ وہ ایک ہولناک تشدد و افتراق اور انتشار و خلفشار سے دوچار ہیں۔ ان میں بہت سی اخلاقی برائیوں کا دور دورہ ہے۔ ان کی کثیر آبادیاں جہالت و توہمات کا شکار ہیں۔ اور ان میں رفاہی اداروں کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ اپنے جوہر قابل کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ اور دوسروں کی در یوزہ گری کو فخر گردانتے ہیں۔ ان میں سخت قسم کا سماجی عدم توازن اور اقتصادی استحصال کا فرما ہے اور ان پر ایسے سیاسی معاشی نظام مسلط ہیں۔ جو محنت، قابلیت اور ایمانداری کی بنا پر فرد کو ابھرنے



اور آگے بڑھنے کا موقعہ نہیں دیتے اور خیرکاروں کی طرح انہیں معذور و مفلوج اور اپنے دست نگر اور کارندے بن کر رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان حالات میں عربستان اور پاکستان میں کوئی خاص فرق نہیں۔ اور بلوچستان کو ان کا کچھ زیادہ ہی حصہ ملا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان نہ زندگی سے مایوس ہوئے ہیں۔ نہ ان میں جو ہر قابل کی کمی ہے۔ نہ ان کا ذوق دغا کم ہوا، نہ ان کی ثقافت بے جان ہوئی ہے اور نہ ان میں جذبہ حفظ و بقا کا فقدان واقع ہوا ہے۔ واللہ! اگر کسی اور ملت پر ایسی نحوست و شقاوت مستولی ہوتی تو وہ شاید کبھی کی نیست و نابود ہو گئی ہوتی!

وجہ بقا ڈھونڈنا کچھ مشکل نہیں۔ یہ اسلام اور صرف اسلام کی محبت ہے جو ان تیرہ بخت سوختہ سامان مسلمانوں کو زندہ و پائندہ اور رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔ خدا تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان ہر مسلمان ملک اور ہر ملک کے ہر خطے کی حیات جاوداں کا ضامن ہے۔ اور توحید پر یہ اٹل ایمان آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مطہرہ سے بے پناہ عقیدت کا ثمرہ بھی ہے۔ اور تقاضا بھی! بلوچستان میں اس عقیدت کے انوار سب سے پہلے ہی نہیں پھوٹے بلکہ مسلسل یہاں جاری و ساری رہے ہیں۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر بلوچستان کی اندرونی کائنات کے بناؤ و نقاش ہیں۔ انہوں نے محض یہاں کی روح پرور ہوائیں ہی نہیں کھائیں۔ محض یہاں کا جان بخش پانی ہی نہیں پیا۔ بلکہ یہاں کے باسیوں میں زندگی اور صداقت، دانش اور حکمت اور محبت اور عقیدت کے انمول موتی بھی تلاش کیے ہیں۔ وہ قریباً ایک ربع صدی سے بلوچستانیات پر مسلسل کام کر رہے ہیں۔ اور پتہ یہ ہے کہ اس فردِ واحد نے بلوچستانیات سے جتنے پردے اٹھائے ہیں۔ وہ شاید نیم صد اہل یورپ نے ایک صدی میں نہ اٹھائے تھے۔ ان کے لئے بلوچستان ایک سیاسی سٹنٹ نہیں ہے بلکہ پاکستان کی ایک اٹل لیکن مستور حقیقت ہے۔ اس

وقت وہ ان تمام پاکستانی محققین سے زیادہ فعال ہیں۔ جو بلوچستانیات پر لکھ رہے ہیں۔ اگر اتنا کام کسی محقق نے امریکہ یا یورپ کے کسی ملک میں کیا ہوتا تو وہ بہا دانشور اور خدائے علم و دانش کہلاتا۔ لیکن افریشیائی دانشور جن حوصلہ شکن حالات میں کام کرتے ہیں۔ وہی حالات اگر یورپی دانشوروں پر مسلط ہو جائیں۔ تو شاید ان کی تحقیق و تخلیق اور ایجاد و اختراع کے سوتے ہی خشک ہو جائیں۔ پسماندہ ممالک بہت دیر سے ہی سمجھ سکتے ہیں کہ دانش و حکمت لوگوں کے پیچھے پیچھے نہیں پھرتی بلکہ منبع انوار کی طرح اپنے نزدیک دور کو یکساں طور پر منور و متحرک کرتی ہے!

بہر حال اب کے ڈاکٹر کوثر صاحب نے سیرت پاک پر قلم اٹھایا ہے اور بلوچستانیات کے غالباً اولین اور اہم ترین گوشہ کو روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ یہ موضوع بجائے خود بے حد کشش انگیز ہے اور اس کے اندر صدیوں کے والہانہ ہدیہ ہائے عقیدت ملفوف ہیں۔

شمار شوق ندانتہ ام کہ تا چند است

جز ایں قدر کہ دلم سخت آرزو مند است

ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جتنا مواد اس کتاب میں جمع کیا ہے وہ کل یا ممکنہ مواد کا صرف ایک حصہ ہو۔ لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے۔ کہ یہ موضوع اچھوتا ہے۔ اور اس پر باقاعدہ کام پہلی دفعہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مطبوعات و مسودات (جو تھوڑے بہت دستیاب ہیں) اخبارات، رسائل و جرائد، دینی اداروں، ذرائع ابلاغ عامہ اور اصحاب متعلقہ سے استفادہ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اور جو کچھ انہیں جہاں سے ملا اسے انہوں نے نظر انداز نہیں کیا۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ آپ کے سامنے جو پنج لسانی سے گلہ ستہ حاضر ہے۔ وہ واقعی حوصلہ افزا اور قابل تعریف ہے۔ مسودات، مخطوطات، مطبوعات اور آثار و منابع کی وافر موجودگی میں بھی تحقیق ایک مشکل

فن ہے۔ لیکن اُن کی عدم موجودگی یا عدم دستیابی کی صورت میں اس کی مشکلات صرف تصور ہی کی جاسکتی ہیں۔ بیان نہیں ہو سکتیں! مستقبل کے نقطہ نظر سے ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کا اہم ترین کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے اکثر موضوعات پر اتنا مواد اکٹھا کر دیا ہے۔ کہ مزید تحقیق اور تحقیق در تحقیق کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ اُن کے زیر تحقیق موضوعات اکثر و بیشتر وہ ہیں۔ جن میں باپ تحقیق واکرنے کی سعادت انہی کو نصیب ہوئی ہے۔ اور وہ ابواب ابواب الکوثر ہی رہیں گے!

ایک بلوچستانی کہاوت ہے کہ ”میری سر زمین پر ایک جام آب کی قیمت ایک سو سال کی وفا ہے“ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے سینکڑوں سالوں کی وفا کا ثبوت فراہم کر دیا ہے!

امید ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ کاوش قبول عام اور شہرت دوام پائے گی!

کوئٹہ  
یکم محرم ۱۴۰۱ھ

پروفیسر ایم نور رومان  
ڈائریکٹر بیورو آف کریکولم، بلوچستان۔

## حرفِ نیاز

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود اکتاب  
گنبد آہگینہ رنگ تیرے محیط میں جاٹ  
اللہ تعالیٰ نے 'نسخہ کونین' لے کے 'دیباچے' اور 'آبروئے ہر دوسرا' سرور  
کون و مکان حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرقان مجید میں  
فرمایا ہے:

وہ مصطفیٰ، مجتبیٰ، احمد، محمد، یسین، طہ، کملی والے،  
چادر والے، نبی امی، داعی الی اللہ، ہادی و منذر،  
روشن چراغ، شاید، بشیر و نذیر، مژکی نفوسِ انسانی،  
معلم کتاب و حکمت، نور، تاریکیوں سے نکلنے والے، غلط  
بندھنوں سے نجات دلانے والے، وہی ہر بات کے شارح،  
حاملِ صدق، مرکزِ حق، برہان، حاکم برحق، صاحبِ قول فیصل،  
سرایا ہدایت، سراپا رحمت، رؤف و رحیم، تمہارے گواہ،  
صاحبِ خلقِ عظیم، اول المؤمنین، اول المسلمین، خاتم النبیین،  
عبد (کامل)، صاحبِ کوثر، صاحبِ رفعت شان و شہرتِ عام،  
ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔

لے نسخہ کونین را دیباچہ اوست + جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست  
لے محمد عزنی کا بروئے ہر دوسراست + ہر آنکہ خاکِ درش نیست، خاک بر سر اوست  
لے نعت رسول کریم بآیات قرآن حکیم مرتبہ مولانا سید حسن مثنیٰ ندوی، صریحہ خامہ، حیدرآباد سندھ، ۱۳۹۸ھ  
۱۹۷۸ء ص (i) از مخزن نعت، شفیق بریلوی، طبع سوم، کراچی، ۱۳۹۹ھ ص ۳۱، ۳۲

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ يَآٰيَهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَلُّواْ  
 عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا ۝ اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کے لیے صدقِ دل  
 سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ لا الہ الا  
 اللہ میں توحید باری تعالیٰ کا اقرار ہے جبکہ محمد رسول اللہ میں رسالتِ محمدی  
 کا اعتراف ہے۔ پیغمبر کے وسیلے کے بغیر معرفتِ الہی کا حصول ناممکن ہے۔ خدا کی  
 رضا و خوشنودی کے لیے نبی کریم صلعم کی اطاعت و پیروی کے سوا کوئی اور سبیل  
 نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يَحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

”کہہ دو اے نبی کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں

چاہے گا۔“

پیغمبر کا منصب کیا ہوتا ہے۔ اس کی ذات عالی صفات سے کس طرح استفادہ  
 کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب فرمانِ الہی سے یوں ملتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا  
 مِنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ  
 وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

”اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ خود ان میں سے ایک رسول پیدا

کیا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔ ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ ان کو کتاب اور

حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے قبل کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔“

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے کام کے طریقے اور مدارج کی  
 وضاحت فرمائی ہے۔ کہ سب سے پہلے وہ کلامِ الہی کی بعینہ تلاوت کرتا ہے  
 اور امت کو قرآنِ کریم پڑھنا سکھاتا ہے۔ ان کے نفوس کے تزکیہ کی خاطر انہیں  
 قرآن مجید کے مطالب شرح و بسط کے ساتھ ذہن نشین کراتا ہے۔ جو (مطالب)  
 ان کے ذہنوں کو جلا بخشتے ہیں اور حکمت و دانائی سے منور کرتے ہیں۔

قرآن پاک کی تعلیمات کی عملی شکل کے ادراک کے لیے آقائے نامدار حضرت محمد کے قول، فعل اور عمل کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا ارشادِ خداوندی ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃً حسنۃ۔

”تمہارے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بہترین نمونہ ہے“

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے جب حضور اکرم کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے انتہائی بلیغ انداز میں فرمایا کہ وکان خلقہ القرآن (وہ تو سراپا قرآن تھے) خود قرآن مجید نے بھی یہی کہا ہے کہ انک لعلی خلق عظیمو آپ سرتاپا خلق عظیم ہیں اور خلق عملی سیرت کا نام ہے۔ ان معروضات کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی بڑی اہمیت ہے اسی لیے اسلام کا سمجھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا سیرت النبیؐ کے مطالعہ کے بغیر ناممکن ہے۔

سیرت کے معنی ”سنت“، ”طریقہ“ اور ”مسلك“ کے ہیں۔ سیرت میں

بنیادی طور پر طینت و سرشت، افتادِ طبع، اندازِ فکر، طرزِ عمل اور پھر اس کے اثرات، یہ تمام باتیں شامل ہیں۔ بالآخر آنکہ حضور نبی کریم صلعم کی سیرت کا سب سے بڑا پہلو رسالت ہے۔ اور رسالت کا تعلق پوری انسانیت سے ہے۔ انسان کے اُس مقام سے ہے جو اُسے کائنات کی بھری محفل میں میسر ہے۔ خود اُس کائنات سے ہے جس کا یہ انسان ظاہری طور پر معمولی مگر اہم جزو ہے۔ اُس زندگی سے ہے جو اس کائنات میں اُبھری ہے اور ارتقائی منازل طے کرتی جاتی ہے۔ چونکہ رسول صلعم کی شخصیت سے رسالت کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اس لیے آنحضرت صلعم کی زندگی فقط پیدائش سے وفات تک کے واقعات میں دوسرے اشخاص و افراد کی زندگیوں کی طرح مقید نہیں ہو سکتی۔ نتیجتاً سیرت نبوی کے

دائرے میں چند تاریخی واقعات اور سوانح حیات ہی نہیں آئیں گے۔ سارا قرآن آجائے گا ساری ہدایات و تعلیمات آئیں گی، تمام احکام و قوانین اور فرامین و مکاتیب، عقائد و عبادات اور معاملات و آداب آئیں گے۔ بلکہ ان تمام رفقاء کے حالات بھی جن کی خاص تربیت آنحضرت صلعم نے فرمائی اور مختلف ذمہ داریاں ان کو تفویض کیں، اور پھر ان سب مخالفوں کے احوال بھی جو معاندین و مخالفین کے رہبر تھے اور برسر عناد و مصروف پیکار رہے۔

اسی لائحہ عمل کے پیش نظر قدامت نے جب کچھ تحریر کیا تو اس بھرپور اور ہمہ گیر زندگی کے ابواب جدا جدا ترتیب دیئے۔ انہوں نے حضور پاک کے روزمرہ کے معمولات، عادات و خصائل، اخلاق و آداب، آل اولاد، گھر بار، رات دن سہن وغیرہ کو ”شمائل“ وغیرہ کے عنوان سے مرتب کیا ہے۔

سرزمین بلوچستان میں آنحضرت صلعم سے متعلق براہ راست یا بالواسطہ جو کتب، مقالات اور مضامین تحریر کیے گئے۔ یا ریڈیو پاکستان کوئٹہ اور ٹیلی ویژن کوئٹہ سے تقاریر نشر ہوئیں یا دینی و مذہبی مجلسوں اور جلسوں سے خطاب کیا گیا، وہ سبھی کچھ سبیرت کے اس مفہوم کا احاطہ کرتا رہا ہے جس کا متذکرہ بالا سطور میں اظہار کیا گیا ہے۔ اور جن کا ذکر ”کاروان عقیدت صلی اللہ علیہ وسلم“ کے آئندہ صفحات کی زینت بنا ہے۔

خدائے قدوس وحدہ لا شریک کی حمد کے بعد دنیا بھر میں جس ہستی کی سب سے زیادہ تعریف و توصیف بیان ہوئی ہے وہ حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات ہی ہے۔ اس زمرے میں کسی قوم، گروہ یا مذہب کی کوئی قید نہیں۔ کیونکہ غیر مسلم تک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی

۱۔ ہندو شعراء بارگاہ رسولؐ میں، اظہر قادری، صریر فامہ، نعت نمبر، حیدرآباد ۱۳۹۸ھ ص ۱۳۰

تا ۱۴۴۔ ہندو شعراء کے نعتیہ کلام سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ آنحضرت صلعم (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵)

شان میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ قدیم شعرا تو اس دستور پر عمل پیرا رہے کہ خواہ کچھ بھی نظم کریں حمدیہ اشعار کے بعد نعتیہ اشعار ضرور ہوتے۔ کم و بیش یہ انداز بیسویں صدی کے اوائل تک رہا۔ بعد ازاں یا تو اس سے صرف نظر کیا گیا یا پھر مستقبل طور پر نعت ہی کو موضوع سخن بنایا گیا۔

”نعت“ عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: ”خوبی کا بیان، مدح و

تعریف“ عربی میں یہ لفظ آج تک اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر فارسی، اردو، براہوئی، بلوچی اور پشتو میں یہ لفظ فقط اپنے اصطلاحی معنوں میں آتا ہے گویا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و توصیف۔ اصطلاحی معنوں سے ایک تصور یہ بھی وابستہ ہے کہ وہ مدح و توصیف صرف نظم میں ہو۔ حضور پاک صلعم کے ”واصف“ کے لئے پہلے پہل لفظ ”ناعت“ (نعت کہنے والا) کا استعمال سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ اسلامی ادب میں اس معنی میں اسکا استعمال پہلی بار کیا گیا ہے۔

من راہ بداهۃ ہما بہ۔ ومن خالطہ معرفہ

(حاشیہ صفحہ ۱۶ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴ کا) کی سیرت پاک اور اوصاف حمیدہ ایسے ہیں جن سے غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور انہوں نے اپنے عقائد کے باوصف اپنے تاثرات اور دل جذبات کو نعت کی صورت میں فخریہ انداز میں پیش کیا۔ ہندو شعراء کے نعتیہ کلام کے کچھ مجموعے بھی شائع ہوئے ہیں۔ جن میں اذان بت کردہ، مرتبہ منشی محمد الدین فوق، ہندو شعرا اور دربار رسول، مرتبہ محمد محفوظ الرحمان اور ہندو شعرا کا نعتیہ کلام، مرتبہ فانی مراد آبادی زیادہ قابل ذکر ہیں۔ ہندو شعرا میں چودھری دلورام کوثری نے جو خود کو فخریہ انداز میں اردو کا حسان بن ثابت سمجھتے تھے۔ نعتیہ اشعار رسماً نہیں بلکہ عقیدتاً کہے ہیں مثلاً ہے

کچھ عشقِ پیمبر میں نہیں شرطِ مسلمان

ہیں کوثری ہندو بھی طلب گارِ محمد!



احبہ يقول ناعته لسراء قلبه ولا بعدہ مثله صلی  
الله علیہ وسلم (شامل ترمذی ص ۵۶)۔

”آپ پر بیکار جس کی نظر پڑتی ہے۔ ہیبت کھاتا ہے۔ جو آپ سے  
تعلقات بڑھاتا ہے، محبت کرتا ہے، آپ کا وصف کرنے والا یہی کتاب ہے  
کہ آپ سے پہلے نہ آپ کے جیسا دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ کے جیسا  
دیکھا۔“

حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے : وَ سَأَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم  
نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو رفعت بخشی) ذکر حبیب کی یہ سر بلندی تاریخی  
ادوار، جغرافیائی قیود، اقوام و ملک کی تقسیم، رنگ و نسل کی تفریق اور زبان و  
ادب کے پیمانوں سے بہت زیادہ بالا ہے۔ اسی لئے نعت کا موضوع لامحدود  
ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلعم کی ذات والا برکات ساری انسانیت کے لئے  
ایک کسوٹی ہے۔ چنانچہ جب اس کسوٹی کے ناطے سے اپنے احوال پر نظر ڈالی  
جاتی ہے تو یہ جائزہ بھی نعت کے ضمن میں آجاتا ہے۔ شاعر اپنے نعتیہ اشعار میں  
انسانوں کی توجہ زندگی کی اعلیٰ ترین اقدار کی جانب منعطف کراتا ہے۔ اور اس  
طرح زندگی اور انسانی معاشرے کو زندہ تر اور پائندہ تر بنانے کی سعی بلیغ  
کرتا ہے۔ یوں ہر دور میں نعت کی اہمیت، ضرورت اور افادیت اظہر من الشمس  
ہو جاتی ہے۔ باقاعدہ نعتیہ شاعری کی ابتدا حضور پاک آنحضرت صلعم کی حیات

(حاشیہ صفحہ ۱۵) لہ اردو نعت کاپس ملکر اور پیش منظر، حفیظ تائب، ماہ نو، لاہور مئی ۱۹۸۰ء

اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، صریح نامہ ص ۱۵۸۔

ارمغان نعت، شفیق بریلوی، طبع سوم، کراچی، ۱۳۹۹ھ ص ۱۵، ۱۶۔

ارمغان نعت، شفیق بریلوی، طبع سوم، کراچی، ۱۳۹۹ھ ص ۳۵ تا ۵۶۔

ماہ نو، لاہور، مئی ۱۹۸۰ء ص ۱۳۹، ۱۳۸۔

سیرت محمدیہ جلد اول، امام شیخ احمد بن محمد ابن ابی بکر الخلیف القسطلانی الشافعی، (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵ پر)

طیبہ ہی میں ہو گئی تھی۔ عربی میں نعت کا ابتدائی سرمایہ حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب کے اشعار ہیں جو ابن ہشام نے سیرۃ النبی میں نقل کیے ہیں۔ حضرت ابوطالب کی نعت کا آخری شعر یہ ہے:

بنا انت عش الذواء واعنا + یا کنا قنادی وتنی ارومھا

ترجمہ :-

جن کے سائے میں خشک ٹہنیاں بھی نہال ہو جاتی ہیں اور اس کی ٹہریں نرم اور بار آور ہونے لگتی ہیں۔

ابوزید القرشی نے جمہرہ میں المفصل النبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے حضور صلعم کی شان مبارک میں شعر نہ کہا ہو اور اسے موقع پر پڑھ کر نہ سنایا ہو۔ چنانچہ خلفائے راشدین کے علاوہ آنحضرت صلعم کی صاحبزادی خالون بنت حضرت فاطمہ الزہراء ام المومنین حضرت عائشہ مدیقہؓ آپ کی پھوپھیوں حضرت صفیہ اور حضرت عائکہؓ آپ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور آپ کے چچیرے بھائی ابوسفیان حضرت عمر کے نعتیہ اشعار دستیاب ہیں۔

نعت گو عربی شعرا میں حضرت حسان بن ثابت کا نام سر فہرست ہے۔ درحقیقت وہ فن گوئی کے بانی مہانی تھے۔ اگر ہم آج سے چودہ سو سال قبل نظر ڈالیں تو وہ ایک کثیر گروہ کے پیش رو کی حیثیت سے ابھرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ اُن کی آواز آتی ہے۔

وَ أَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقِطْ عَلَيَّ

وَ أَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءَ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷ اکا) اردو ترجمہ محمد عبد الجبار کراچی، لاہور ص ۱۴ تا ۱۸۔

۱۷ ماہ نو، کراچی، سیرت نمبر ۳، ۱۹۶۳ء ص ۱۳۹۔

خُلِقْتَ مُبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ  
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ :-

نہ دیکھا بڑھ کے حسین تجھ سے میری آنکھوں نے  
جنا نہیں کسی عورت نے بڑھ کے تجھ سے جمیل  
ہر اک عیب سے دنیا کے تیری ذات بری  
کہ جیسے خود تیری مرضی سے خلق ذات نبیل!

حضرت حسان بن ثابت کے بعد ائشیٰ اور صاحبِ قصیدہ بردہ امام بصیری  
کا نام نامی آتا ہے۔ محمد بن سعید بن حماد البوصیری کے قصیدہ بردہ کا اتنا  
چرچا ہوا کہ دیگر شعرا کی نعتیں تو ایک جانب ان کے اپنے دوسرے  
قصائد بھی اُس کے سامنے چمک نہ سکے۔ غالباً عربی کا کوئی قصیدہ بھی مقبولیت  
اور حسن بیان کے اعتبار سے قصیدہ بردہ کے ہم پلہ نہیں۔ فصاحت و  
بلاغت کی رُو سے یہ نعتیہ شاہکار اپنا جواب آپ ہی ہے۔ چند شعر یہ  
ہیں :-

محمّد سید الکونین والثقلین  
والفریقین من عرب ومن عجم  
هُوَ الحَبِيبُ الَّذِي تَرَجَى شَفَاعَتَهُ  
لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْاَهْوَالِ مَقْتَحِمٍ  
فَاقِ التَّبِييْنَ فِي خَلْقِ وَفِي خَلْقِ  
وَلَمَعِدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

لہ ”.....“ کا بروئے برد و سراسر است، نیر کا شمیری، ماہ نو کراچی، سیرت نمبر ۱۹۶۲ء

ص ۱۲۰، ۱۲۱۔

وكلهم من رسول الله ملتقى  
 غير فامن البحر او شفا من الدير  
 منزه عن شريك في محاسنه  
 فجوهر الحسن فيه غير منقم  
 فمبلغ العلم فيه انه بشر  
 وانه خير خلق الله كلهم  
 فانه شمس فضل هم كواكبها  
 يظهرن انوارها للناس في الظلم  
 اكرم بخلق نبي ترانه خلق  
 بالحسن مشتمل بالبشر مشتم  
 كالزهر في ترف والبدر في شرف  
 والبحر في كرم والداهر في هم  
 كانوا اللؤلؤ والمكنون في صداف  
 من معدني منطق منه ومتبسم  
 ترجمہ :-

محمد شيد الكونين و ثقيلين،  
 عرب ہوں وہ جہاں میں یا عجم ہوں  
 جسیب حق ہیں وہ ان کی شفاعت  
 ہے ہر احوال میں گو خوف و غم ہوں  
 فرزوں ہیں خلق خلقت میں سب سے  
 نبی کتب ہر علم و کرم ہوں  
 طلب یک جرعہ کرتے ہیں انہیں سے  
 کہ جیسے وہ شراپا بخر ویم ہوں

محاسن میں ہیں شرکت سے مبہرا  
 کہ جو ہر حسن کے کب منقش ہوں  
 بشر جائیں بعد علم و دانش  
 وگرنہ سب جہشاں کے محترم ہوں  
 نبی ظلمات میں تارے ستر  
 ہیں افضل سب سے حضرت گو بہم ہوں  
 گرامی صورت و سیرت میں دونوں  
 یہ حسن اور خلق اوج افزائے ہم ہوں  
 یہ نزہت گل، شرف میں بدر کامل  
 یہ رحمت دہر قلم در کرم ہوں  
 صدق میں در ممکنوں کی طرح ہیں  
 تبسم، نطق، تنویر اتم ہوں

فارسی نعتیہ شاعری کو سعدی، رومی، خرو، ستائی عطار، نظامی  
 گنجوی، خاقانی، قدسی، عرفی، جامی، قانز، غالب اور اقبال (انہوں نے  
 نعت نبیؐ کو ایسے فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز میں زندگی کے مسائل سے ہم آہنگ  
 کیا کہ اسے منفرد حیثیت حاصل ہو گئی) بام عروج پر پہنچایا۔

اردو میں امیر مینائی (انہوں نے قصیدہ، مثنوی، غزل، مخمس مسدس  
 اور تضمین غرضیکہ ہر صنف میں نعت لکھی) حالی (جنہوں نے مسدس حالی  
 لکھ کر اپنے دور میں نعتیہ شاعری کی نئی روایات قائم کیں)، اقبال (جن کی  
 شاعری کا محور ذات رسالت مآب ہے اور ان کی نعتیہ نظم ذوق و شوق  
 کو اردو کی نعتیہ شاعری کی معراج کہا جاتا ہے) ظفر علی خاں، (اردو نعتیہ  
 شاعری کو نئے افق دکھانے میں ان کا بھی خاص حصہ تھا) آغا شہر کا شمیری  
 م حسن لطیفی، سیما ب اور پھر حفیظ جالندھری، حسرت موہانی، اختر شیرانی،

اثر صہبائی، ماہر القادری، ضیاء القادری، شکیل، نعیم صدیقی، اقبال سہیل، بہزاد، منظر الدین، عبدالعزیز خالد، محشر رسول نگری اور حفیظ تائب وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد اُردو نعت کے ارتقا کی رفتار بہت تیز ہو گئی۔ اب تک سو کے لگ بھگ مجموعہ ہائے نعت منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ بلوچستان میں مروجہ زبانوں یعنی براہوئی، بلوچی، پشتو، فارسی اور اُردو کے جدید و قدیم شعرا نئے نئے خواجہ یثرب میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے اپنی بساط اور افتادِ طبع کے مطابق عقیدت پارے پیش کیے ہیں۔ جن کا موجودہ کتاب ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک“ بلوچستان میں “اختصار سے جائزہ لیا گیا ہے۔

بلوچستانی شعرا کے نعتیہ کلام میں نبی آخر الزمان کے اوصاف حمیدہ، شمائل و خصائل پاکیزہ، دوسرے انبیاء پر آپ کا تفوق و فضیلت، دیگر امتوں پر اُمتِ محمدی کی فضیلت، نبی اکرم سے محبت و عقیدت کی برکات، اور کثرتِ درود خوانی کی برکتیں اور رحمتیں جن کے بارے میں آنحضرت صلعم کا مشہور قول ہے کہ ”قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوگا“ بیان ہوئی ہیں۔

علاوہ ازیں روایات و بیانات میں حد اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ غیر معتبر اور غیر مصدقہ روایات سے اجتناب برتنے کی سعی کی گئی ہے۔ قرآن و احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ درود و سلام عقیدت سے معمور ہیں۔ عقیدت مندی مبالغہ آرائی سے محترز ہو تو بات بنتی ہے۔

بالعموم میلاد ناموں میں تین اہم موضوعات ہوتے ہیں۔ اولاً ولادتِ مبارک آنحضرت صلعم ثانیاً معراج شریف ثالثاً وفات کا بیان۔ باقی عام بیانات انہی موضوعات کے تحت آجاتے ہیں۔ اندازِ بیان سادہ آسان اور عام فہم ہونا

ہے۔ قرآنی آیات و احادیث کے حوالے بھی دیئے جانے ہیں۔ شاعرانہ مبالغہ آرائی اور افسانوی رنگیں بیانی سے اجتناب برتنا ایک لازمی امر ہے۔

مختصراً یہ بلوچستانی شعرا کا کاروانِ رنگ و بوِ خلوص، محبت اور عقیدت کیشی کے پھول لئے ہوئے مدینہ منورہ کی جانب رواں دواں نظر آتا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اُس نے اس ناچیز کو توفیق، ہمت اور جذبہ عطا فرمایا اور یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی۔ جو پندرہویں صدی ہجری کی تقریبات کے سلسلے میں منظرِ عام پر آ رہی ہے۔

در آغاز بِسْمِ اللّٰہِ اَوْلَتْ اَسْرَاسَتْ

بَانِحْاَمِ ہر کار اور ہر شے اَسْرَاسَتْ

میر خستہ جاز حضرت خیر الوری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کا جو ارفع نمونہ پیش کیا۔ اسی کے اثر سے اس دنیائے فانی میں پاک ہنہاد اور پاکیزہ سیرت انسان ہیرے جواہرات کی مانند جگمگ جگمگ کرتے ابھرے ہیں۔

طینتِ پاکِ مسلماناں گو ہر اَسْرَاسَتْ

آبِ و تابشِ ازیمِ پیغمبرِ اَسْرَاسَتْ

اسی لئے ہم جس قدر اُسوۂ حسنہ کو اپنائیں گے اتنے ہی سربلند ہوتے جائیں گے۔

اس ناقابل فراموش موقع پر میں اپنے بعض بزرگوں جیسے جدِ امجد میاں غیاث الدین، تاجا جان میاں شاہ دین، نانا جان میاں غلام محمد، والد بزرگوار ام میاں محمد مقبول (جن کی شب بیداری نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا) ماموں جان سردار محمد ریاض اور نانی جان کا ذکرِ خیر ضروری سمجھتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے ناچیز کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ والدہ محترمہ کی دلی اور خصوصی دعائیں ہمیشہ شامل حال رہیں۔

اس کتاب کی تیاری میں میرے لئے پروفیسر انور رومان اور پروفیسر امتیاز

احمد سعید کے قیمتی مشورے باعث تقویت بنے۔ یوں تو مواد کی فراہمی کے سلسلے میں میرے کرم فرماؤں کی تعداد خاصی ہے۔

بیگانہ را بر رسم تکلف کنند دوست

جائیکہ دوستی است تکلف چہ حاجت است

پھر بھی ان حضرات کا زیادہ ہی شکر گزار ہوں: پروفیسر سلطان الطاف علی، جناب غوث بخش صابر، ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی، جناب آزاد خان، جناب محمد یعقوب، جناب سرور سودائی، جناب سید عابد رضوی، جناب نسیم الدین نسیم، جناب غلام حیدر حسرت اور جناب عبداللہ ذاکر، میں یونیورسٹی گرانٹس کمشن اسلام آباد کے ارباب بست و کشاد کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مواد کی فراہمی کے لئے مالی معاونت فرمائی۔ اشاعت کیلئے جناب پروفیسر خورشید احمد اور

جناب عبدالوحید خاں کا ممنون ہوں ان سب کی خدمت میں عرض ہے

چونخواہم باتو حال دل بگویم جانمی یاہم + اگر جای کنم پیدا ترا تنہا نمی یاہم

اگر یاہم ترا تنہا و جای دل شود پیدا + ز شادی دست و پاگم میکنم خود را نمی یاہم

اللہ تعالیٰ اپنے عظیم ترین شاہکار حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ

وسلم کے طفیل ہماری انفرادی اور اجتماعی مشکلات کو آسان فرمائے۔ اور پندرہویں

صدی ہجری مسلمانان عالم، بنی نوع انسان اور اہل پاکستان کے لئے باعث خیر و

برکت ہو۔ چودھویں صدی ہجری میں دنیا بھر کے مسلمانوں میں جو خود شناسی

کی لہر دوڑ گئی تھی وہ زیادہ شدت اور قوت کی مالک بنے۔ آمین!

ماکار خولیش را بخندار وند کار ساز

بپر وہ ایم تاکثرم اوچہ میثکند

کوٹہ

انعام الحق کوٹہ

۲۵ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ

۲۵ ستمبر ۱۹۸۱ء



## باب اول

# بلوچستان کا جغرافیائی اور تہذیبی پس منظر

اسلام کی آمد اور اس کے اثرات

بلوچستان چار ڈویژنوں (مکران، قلات، کوئٹہ اور سبکی) پر مشتمل ہے۔ مشرق میں کوہ سلیمان اس کو پنجاب سے اور ہالا، کھیرتھر اور پب اسکو سندھ سے ملاتے ہیں۔ شمال میں ٹوبہ کا کڑ اور درمیان میں بروہی پہاڑ ہے مکران سے پہاڑوں کے سلسلے قطار در قطار جنوب تک جاتے ہیں۔ ساحل سمندر پر کوہ ”تالار“ کسی شاخیں اور مغرب میں کوہ سیاہاں کی شاخیں ہیں۔

پاکستان میں بلوچستان رقبے (قریباً ایک لاکھ چونتیس ہزار مربع میل) کے لحاظ سے سب سے بڑا اور آبادی (تقریباً ۳۵ لاکھ) کے اعتبار سے سب سے چھوٹا صوبہ ہے۔ آبادی کی کمی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس صوبے میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ زیر زمین پانی کا ذخیرہ بھی محدود ہے، جسے کاشتکاری اور باغبانی کے لیے کاریزوں کے ذریعے سطح زمین پر لایا جاتا ہے۔ بعض مقامات پر بند، تالاب، چشمے اور نہریں بھی آب پاشی کا کام دیتی ہیں۔ بعض علاقوں میں ٹیوب ویل بھی نصب کیے گئے ہیں۔ ان ذرائع کی پیش رفت میں پاکستان کا نمایاں حصہ نظر آتا ہے۔

جہاں جہاں پانی میسر ہے وہاں دکش، ہری بھری وادیاں دعوتِ نظارہ دیتی ہیں۔ ان وادیوں کے دامن میں بڑے بڑے باغات ہیں، جن میں انگور، انار، سردا، گرما، سیب، خوبانی، شفتالو، زرد آلو، آلوچہ، خرپوزہ، ترپوزہ، بادام، پستہ اور آلو بخارا وغیرہ کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ پاکستان کے سرد ترین (زیارت ضلع سبٹی، سطح سمندر سے بلندی ۸۰۵۰ فٹ) اور گرم ترین (سبٹی اور ڈھاڈر، جن کے بارے میں یہ مقامی کہاوت مشہور ہے:

سبٹی و ڈھاڈر ساختی + دوزخ چہرا پر داختی)  
مقامات بھی بلوچستان میں واقع ہیں۔

بلوچستان کے لوگ زیادہ تر پختون، براہوئی اور بلوچ قبائل پر مشتمل ہیں۔ لیکن کوئٹہ میں افغانستان سے ہجرت کر کے آنے والے ہزارہ قبیلے کے لوگ بھی آباد ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً ۲۰ ہزار ہے۔ یہ لوگ فارسی بولتے ہیں اور ان کا عمومی پیشہ تجارت ہے۔ ان کے علاوہ یوپی، بہار اور بعض دوسرے بھارتی صوبوں کے مہاجر اور پاکستان کے دوسرے صوبوں اور ایران کے بعض باشندے زیادہ تر کاروباری مصروفیتوں کے باعث اس شہر میں آباد ہو گئے ہیں علاوہ ازیں یہاں پارسی اور عیسائی بھی بستے ہیں۔ اوریوں کوئٹہ بڑی حد تک بین الاقوامی شہر بن گیا ہے۔ اس رنگا رنگی اور بوقلمونی نے کوئٹہ کے سیاسی و تہذیبی خدو خال کو سارے پاکستان میں ایک نمایاں حیثیت دے دی ہے

بلوچستان کا شمال مشرقی حصہ یعنی تختِ سلیمان کے آس پاس کا علاقہ (ضلع ژوب) پختونوں کا گہوارہ ہے۔ ضلع قلات میں اکثریت براہوئی قبیلے کے لوگوں کی ہے۔ اور ان کی زبان ہماری قدیم ترین زبان ہے۔ بلوچ بارہویں صدی عیسوی میں ضلع مکران میں وارد ہوئے اور اسے ہمیشہ کے لیے اپنا مرکز بنا کر پاکستان کے دوسرے حصوں میں پھیل گئے۔ ان کے علاوہ جاٹ پنڈرھویں صدی عیسوی تک قلات میں مقیم تھے۔ مگر براہوئی سلطنت اور پھر بلوچ توسیع کے

باعث یہ آہستہ آہستہ سندھ اور پنجاب میں منتقل ہو گئے۔ اب ان کی مختصر سی تعداد صرف ضلع کچھی میں باقی ہے۔

بلوچ اور براہوئی مختلف زبانیں بولتے ہیں لیکن ان میں سینکڑوں الفاظ مشترک ہیں۔ ثقافت اور معاشرت میں یہ اتنے ملتے جلتے ہیں کہ ان میں حدِ فاصل قائم کرنا بہت مشکل ہے۔

تاریخ کے اوراق اس امر کی نقاب کشائی کرتے ہیں کہ ۲۳ھ بمطابق ۴۲۳ء میں مکران ربیع بن زیاد کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اور یہیں سے آگے بڑھ کر مسلمان ۴۴ھ بمطابق ۶۶۲ء میں خضدار پر قابض ہوئے اور اُسے دارالحکومت بنایا۔ خضدار (قزدار، قصدار) میں اسلامی حکومت کا قیام ایک نعمت سے فروتر نہ تھا۔ مسلمانوں نے یہاں کے مکینوں کی ثقافت اور معاشرت میں کسی قسم کا دخل دیئے بغیر اپنے اعلیٰ اخلاق کی بدولت انہیں اتنا قریب کر لیا کہ من و تو کا امتیاز مٹ گیا۔

سمعانی کی ”کتاب الانساب“ میں درج ہے کہ اصطخری کے زمانے میں قصدار میں مغیرہ بن احمد نامی ایک شخص حاکم تھا جو عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ علمائے قصدار میں محمد جعفر بن الخطاب القصداری بڑے اونچے پایہ کے عالم تھے۔ وہ نامور محدث اور فقیہ مانے جاتے تھے۔ اور اپنے ہم عصروں میں زہد و تقویٰ کے اعتبار سے مثالی حیثیت کے مالک تھے۔ انہوں نے حدیث کا علم ابوالفضل عبدالصمد بن محمد بن نصیر العاصمی سے حاصل کیا اور ان کے تلامذہ میں سے ابوالفتوح عبدالغافر بن الحسین بن علی الکاشغری نے بہت زیادہ شہرت پائی۔

۱۔ بلوچستان کے شہر خضدار کو عربوں نے قصدار اور قزدار لکھا ہے۔ اس میں ایک صحابی بنام صیفان بن سلمہ الخدالی کا مزار ہے جو امیر معاویہ کے زمانہ میں مید قوم سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ معجم البلدان (ج ۲، ص ۸۶) میں قزدار آیا ہے۔

ابو داؤد سیبویہ بن اسمعیلؒ پانچویں صدی کے نصف اول کے مشاہیر محدثین میں سے ہیں۔ آپ قصدار سے نقل مکانی کر کے مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ جہاں آپ حدیث کا درس دینے میں مصروف رہے۔ ان کے اساتذہ کرام میں ابوالقاسم علی بن محمد بن عبداللہ بن یحییٰ طاہر حسینی، ابوالفتح رجاہ بن عبدالواحد اصبہانی اور حافظ ابوالحسن بن ابی الحسن رواسی جیسے فضلا شامل ہیں۔ ابو داؤد نے ۲۶۰ھ بمطابق ۱۰۶۷ء کے قریب وفات پائی۔

چوتھی صدی ہجری میں جب رودکی ایران میں مصروف تخیلی ہو تو قصدار میں اس کی ہمعصر شاعرہ رابعہ بنت کعب القزداری نے فارسی شعر و ادب کے موتی بکھیرے۔ اس لحاظ سے موجودہ فارسی شاعری کو آگے بڑھانے میں قصدار نے بھی اپنا حق ادا کیا۔ مولانا جامی نے رابعہ کا ذکر ان مستورات میں کیا ہے جو معرفت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

مسنانوں کی تمام موجودہ علاقائی اور قومی زبانیں ملی اسلامی زبانوں یعنی عربی اور فارسی سے یا تو براہ راست ماخوذ و منشعب ہیں یا بالواسطہ ان سے مکتب اور فیض یاب ہوئی ہیں۔ خواہ اکتساب کا دائرہ کم ہو یا زیادہ۔ اس لیے کہ عربی قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر، تاریخ و اسماء الرجال، فلسفہ و علم الکلام اور خاصی حد تک علم و ادب کی زبان تھی اور اسے پیغمبر اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام، محدثین و مفسرین، مورخین و متکلمین، علماء و فضلا، فصحاء و بلغاء اور ائمہ کرام نے چھ سات صدیوں تک اپنے ذریعہ اظہار کے طور پر استعمال کیا۔ اور یہ اپنی اہمیت و افادیت کی وجہ سے اب بھی بروئے کار لائی جا رہی ہے۔ اور ہم اس کے نور سے مستیز و مستفید ہو رہے ہیں۔ ایک طائرانہ اندازے کے مطابق صرف قرآن شریف کے کم و بیش پانچ سو الفاظ (مشتقات کے علاوہ) پاکستان کی روزمرہ علاقائی اور قومی زبانوں میں مروج ہیں۔ دوسری ملی زبان یعنی فارسی علم و ادب، حکومت و حکمت اور فن و شاعری کی زبان تھی اور اسے علماء و فضلا، حکماء و

عمال اور مورخین و شعرا نے کم و بیش اُنیسویں صدی تک ذریعہ اظہار بنائے رکھا ان ملی زبانوں کے طویل غلبے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی علاقائی اور قومی زبانیں اتنے متاثر ہوئیں اور متاثر رہیں گی۔ بلوچی زبان بھی ان دونوں زبانوں کی خوشہ چینی سے مستثنیٰ نہیں لیکن عمومی اثرات کے علاوہ بلوچی پر فارسی کے خصوصی اثرات بھی مرتسم ہیں۔

براہوئی زبان میں عربی الفاظ کی کثرت بھی اس امر کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ عربی النسل مسلمان یہاں کی آبادی کا حصہ بن گئے۔ جن کی تبلیغی کوششوں کے باعث مقامی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور اسلامی تعلیمات نے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توحید و رسالت کا والد و شہید بنا دیا۔

پانچویں صدی ہجری بمطابق گیارہویں صدی عیسوی میں مشائخ ہنکار کچ مکران میں تشریف آوری ہوئی۔ شیخ موسیٰ قریشی الہاشمی کے لختِ جگر سلطان ابو علی نے خلقِ خدا کی بہبودی کی خاطر ان کی حکمرانی قبول کی۔ اُن کے بعد ان کے فرزند سلطان رشید الدین اور پھر ان کے بیٹے سلطان قطب الدین تخت نشین ہوئے۔ اور سلطان ابوالبتاک یہ خاندان عالی مقام برسرِ اقتدار رہا۔ سیدالسادات سید احمد توختہ (وصال ۶۰۲ھ / ۱۲۰۵ء مدفن لاہور) کچ مکران (بلوچستان) تشریف لائے۔ اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ اپنے قیام کے دوران اپنی بیٹی بی بی حاج (مدفن لاہور) کا نکاح ہنکار خاندان کے شہزادہ بہاء الدین سے کر دیا۔ شہزادہ بہاؤ الدین کے بعد اس کا بڑا لڑکا سلطان حمید الدین تخت نشین ہوا۔ مگر اس نے تخت چھوڑ کر درویشی اختیار کی اور تلاشِ حق میں لاہور کا رخ کیا اور سلطان التارکین کا لقب پایا۔ سید احمد توختہ جتنی مدت کچ مکران میں رہے لوگوں کو روحانیت سے فیض یاب کرتے رہے۔

مشائخ ہنکار نے ڈیڑھ سو سال تک حکومت کی۔ انہوں نے شریعتِ محمدیؐ کو عملی صورت میں پیش کرتے ہوئے عدل و انصاف اور جود و سخاوت میں پیہ

کیا۔ شرع النور کے مطابق مستورات کو وراثت میں ان کے شرعی حقوق دیئے گئے۔

سابق ریاست قلات میں میر احمد خان اول کے زمانے (۱۰۷۶ھ تا ۱۱۰۷ھ

مطابق ۱۶۶۵ء تا ۱۶۹۵ء) سے ریاست قلات کے دائرے میں اسلامی و شرعی

قوانین اور اصولوں کا کسی نہ کسی صورت میں نظام جاری و ساری رہا۔ میر احمد خان

دوم نے اپنے دور اقتدار (۱۱۲۷ھ تا ۱۱۲۹ھ مطابق ۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۶ء) میں

ایک دیوانی کونسل کی تشکیل کے پہلو بہ پہلو محکمہ قضا قائم کیا جو ہماری اب

تک کی تحقیق کے بموجب پاکستان کے تاریخی پس منظر میں پہلی مثال ہے۔

میر نصیر خان نوری کے عہد حکومت (۱۱۶۲ھ تا ۱۲۰۹ھ/۱۷۵۰ء تا ۱۷۹۲ء)

میں اسلام کے احکام سرکاری طور پر نافذ کیئے گئے۔ اس کی اپنی زندگی شریعت

محمدی کے مطابق تھی۔ اور اُس کے یہاں بے پناہ مذہبی اُمنگ پائی جاتی تھی۔

اس کی والدہ محترمہ بی بی مریم صاحبہ بھی اسلام کی روح کی علمبردار تھیں۔ میر نصیر خان

اعظم نے بذاتِ خود تبلیغِ حق کے لئے بہت تگ و دو کی۔ جہالاوان میں ہر طرف

توہمات کا چرچا تھا، شریعتِ محمدی پر عمل نہ کیا جاتا تھا۔ اور ہندویت غالب

تھی چنانچہ اُس نے ایک خاص وفد وہاں بھیجا جس نے میر موصوف کے فرمودہ

مندرجہ ذیل احکامات نافذ کیئے۔

۱۔ شریعت کے اوامرو نواہی پر سختی سے عمل کیا جائے۔

۲۔ شادی، ختنہ اور دیگر تقریبات پر سرود، تمبور، نے، چنگ،

دف وغیرہ مطلقاً استعمال نہ کیئے جائیں۔

۳۔ شادیوں اور دیگر طریقہ مواقع پر مرد اور عورتیں اکٹھے چاپ (رقص)

میں ہرگز حصہ نہ لیں۔

۴۔ بھنگ، چرس اور شراب ممنوع ہیں اور کوئی عورت بے پردہ بازار

نہ جائے۔

۵۔ خدووں کی تجارت ممنوع ہے۔

۶۔ اموات پر مرد اور عورتیں زیادہ ماتم نہ کریں یعنی سر ننگے نہ کریں،  
 ہاں نہ بکھیریں، چہرے مسخ نہ کریں اور اپنے آپ کو زخمی نہ کریں۔  
 ۷۔ مسلمان فقیروں کے پاس ارادت مندی سے نہ بیٹھیں اور وہ لمبے بال  
 نہ رکھیں۔

۸۔ قسبات میں جمعہ کی نماز لازمی قرار دی گئی اور محلے کے لوگ محلے کی مسجد  
 کے امام کی ضروریات کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے۔

۹۔ سیاہ کاری کے غلط الزام پر بہتان تراش کو اسی<sup>۸۰</sup> درے کے  
 سزا ملے گی اور بعد میں وہ ساقط الاعتبار سمجھا جائے گا۔ بیٹوں اور بیٹیوں کے  
 ساتھ بلا جرم سختی اور بدسلوکی بھی ممنوع قرار دی گئی۔

۱۰۔ ہندو اپنے مندروں میں مسلمان نوکر نہ رکھیں۔ مسلمان اُن کے  
 یو جا میں شریک نہ ہوں۔ ہندوؤں کے مکان مسلمان باشندوں کے مکانوں  
 سے اونچے نہ ہوں اور وہ شناخت کے لئے ماتھوں پر تلک یا ٹیکہ لگائیں۔  
 مندروں میں عبادات پر موسیقی ممنوع قرار دی گئی اور ماتھوں پر بھی۔ سیرو  
 تفریح میں ہندو مسلمانوں سے آگے نہ نکلیں اور ایسے ہی بازار گلی وغیرہ میں  
 بھی ہندو زین والے گھوڑے پر نہ بیٹھیں۔

۱۱۔ مزاروں کے آس پاس بھیڑیں قربان نہ کی جائیں اور اُن کا خون بیٹوں،  
 ڈلہنوں، دولہوں یا گھوڑوں کو نہ لگایا جائے۔ لمبے لمبے بال رکھنے والے شیخوں  
 کے سر تراش دیئے جائیں اور بال کاٹ دیئے جائیں اور انہیں مریضوں کے  
 پاس نہ آنے دیا جائے۔ اور اُن پر مطلق اعتبار نہ کیا جائے۔ شادی بیاہ کے  
 مواقع پر گھوڑوں وغیرہ کے ذبیحہ پر پابندی لگادی گئی کیونکہ اُن کا گوشت  
 شرعاً حرام ہے۔

۱۲۔ زکوٰۃ اور عشر واجب قرار دیئے گئے۔

۱۳۔ سود ممنوع کر دیا گیا۔

۱۴۔ ملاؤں کے معاملات اور طرزِ عمل پر کڑی نگاہ رکھنے کی ہدایت جاری کر کے انہیں باجماعت نماز پڑھانے کی تاکید کر دی۔  
میر نصیر خان نوری نے اپنے مذکورہ بیان کے آخر میں یہ قطعی حکم دیا کہ کسی بھی مرد کو شریعت کے دائرے سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اور ان احکامات پر عمل درآمد کرنے میں کسی قسم کا انحراف اور تکلف نہ برتا جائے۔

میر نصیر خان اعظم کا شرح انور کی روشنی میں اصلاحات کا یہ نفاذ ایک ایسا کارنامہ ہے جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے اور جسکی مثال معاصر تاریخ میں مفتوحہ انکی مہر پر یہ آیت کندہ تھی ”حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَنِعْمَ السَّمِيُّ وَنِعْمَ النَّصِيرُ“  
میر موصوف نے اپنے لشکر کے ہمراہ جو پشتون، بلوچ اور براہوئی سپاہیوں پر مشتمل تھا، احمد شاہ ابدالی کے ساتھ مل کر جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ میر نصیر خان نوری علم و ادب کا مُرتبی بھی تھا۔ قاضی نور محمد گنج آبادی اکثر میر موصوف کی خدمت میں موجود رہتا اور جہاد میں شرکت کرتا۔ اُس نے جہاد کے چشم دید واقعات کو اپنے جنگ نامہ ”تحفۃ النصیر بلوچ“ میں قلمبند کیا۔ قاضی نور محمد میر نصیر خان نوری کے بارے میں کہتا ہے۔

براہِ خُدا استقامت نمود + بعلم و عمل حرمتِ دین فرود  
بعشقِ نبی عاشقِ صادق است + بدیدار ادھر زمان شائق است  
بخواب و بیداری و بی عشی + ندارد نامش گہی فُش مشی  
بہ بیند جمالِ نبی باکمال؛ + بحق توای خالق ذوا بحلال  
بمیرانش اندر جوارِ رسول + سواش بکن یا الہی قبول!  
میر نصیر خان اعظم سے متعلق یہ لوگ گیت انگریزوں کے تسلط کے بعد سے بلوچستان کے کونے کونے میں زباں زد خاص و عام ہے۔



ترجمہ:-

اے نصیر خان ولی

گھوڑا بے قابو ہو گیا ہے

آج ہمارے لئے شام ہے

کل ہماری بھی باری آئے گی

میر نصیر خان نوری کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے احکامات کا باقاعدہ  
تبیح کیا اور ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کی۔ یہ احکامات انگریزوں کی  
آمد تک کسی نہ کسی صورت میں نافذ رہے حتیٰ کہ محمود خان جیسے کمزور خان کے  
دور حکومت میں بھی دیوانی معاملات شرعی رائے کے لئے قاضیوں کے سپرد کیے  
جاتے تھے۔ اور اس کے بعد ہی ممبرانِ جرگہ اپنی رائے دیتے تھے۔ انگریزوں  
کی مداخلت اور گرفت بھی میر نصیر خان نوری کی قائم کردہ شریعتِ محمدی کی  
بنیادوں کو ہلانہ سکی۔ اسی لئے تمام خوانین کے دور میں باقاعدہ قاضی مقرر تھے  
جو شریعتِ محمدی کے نفاذ کے ذمہ دار تھے۔ اگرچہ انگریزوں کے زیر تسلط آنے  
کے بعد ریاست قلات میں پولیٹیکل ایجنٹ اور مکران میں اسٹنٹ پولیٹیکل  
ایجنٹ بغیر کسی قانونی جواز کے ایف سی آر ۱۹۰۱ء کے تحت عدالتی اختیارات  
بروئے کار لاتے تھے۔ پھر بھی جرگوں میں دیوانی نوعیت کے معاملات کے سلسلے  
میں قاضی کی رائے صاحبِ متصور ہوتی تھی۔

۱۹۳۳ء میں میر احمد یار خان مرحوم نے تخت نشینی کے بعد میر نصیر خان  
نوری کی شریعتِ محمدی کے نفاذ کی تحریک میں نئی روح پھونک دی۔ کیونکہ اس میں  
انگریزوں کے تسلط اور سرداروں کی انگریزوں کے اشارے پر بے راہ روی اور  
خلافت درزیوں کے باعث کمی واقع ہو گئی تھی۔ میر احمد یار نے شریعتِ محمدی کو  
زیادہ پُراثر بنانے کے لئے قاضیوں کو فیصلہ کرنے کے مکمل اختیارات سونپ  
دینے اور معارف کا عہدہ قائم کر کے مذہبی امور کی نگرانی کا کام اس کے

سپر دکر دیا۔ اور رسم و رواج کے بندھنوں کو توڑ کر اپنے دائرہ اختیار کے اندر مستورات کو شریعت محمدی کے بموجب وراثت میں اُن کے شرعی حقوق دے دیئے جو پیشتر ازیں مکران کے علاوہ کسی دوسرے علاقے میں مروج نہ تھے۔

شمالی بلوچستان میں اسلام دنیاوی اقتدار کے سہارے نہیں بلکہ اپنی سداقت اور روح پرور تعلیمات کی بدولت فروغ پذیر ہوا۔ پختونوں کی ایک تاریخی روایت کے مطابق ان کا جد اعلیٰ قیس (کیس) عبدالرشید ہادی اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تھا۔ اس قبیلے نے اسلام کو اس انداز سے اپنایا کہ پھر اسے کفر و ضلالت کا کوئی بھی حملہ مغلوب نہ کر سکا۔ چنانچہ اسلام پختون ثقافت کا ایک غیر فانی جزو بن کر رہ گیا۔ پختونوں نے نہ صرف یہ کہ جہاد کی خاطر ہزاروں سپاہی اور متعدد نامور جنرل فراہم کئے بلکہ تبلیغ اسلام کے لئے بہت سے علماء اور صوفیا بھی مہیا کیئے۔ اُن میں بلوچستان کے مندرجہ ذیل حضرات بہت زیادہ شہرت کے مالک ہیں:

۱۔ پیر کبار سید شیخ عطاء اللہ المعروف شیخ اتوا بن سید ابی سعید ابن سید اسحاق حضرت خواجہ مودود چشتی (وصال ۵۲۷ھ / ۱۱۳۲ء۔ مزار مبارک چشت میں واقع ہے) کے خلیفہ تھے۔ اپنے پیر کی وفات کے بعد پانچ سال تک وہیں رہے۔ پھر ۵۳۲ھ / ۱۱۳۷ء میں اپنے شیخ کے اشارہ روحانی کے باعث اپنے وطن علاقہ شیرانی (ضلع ژوب۔ بلوچستان) واپس لوٹے۔ تبلیغ و اشاعت دین اسلام اور اصلاح و تربیت کے کام میں مصروف ہو گئے۔ شیخ کبار نے ۵۵۰ھ / ۱۱۵۵ء میں وفات پائی۔

آپ کے قبیلہ شیرانی (جسے شورانی، سورانی اور سروانی بھی کہتے ہیں) کے چند ایک اور نام ورن بزرگ بھی گزرے ہیں۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ یہیں سے دوسرے علاقوں میں جٹا کر سکونت پذیر ہوئے۔

۲۔ شیخ بیٹ نیکم یا بیٹ بابا ضلع ژوب میں پیدا ہوئے۔ وہ روحانی پیشوا ہونے کے علاوہ پشتو زبان کے صوفی شاعر بھی تھے۔ ”تذکرۃ الاولیاء“ میں سلیمان ماکونے ان کا تذکرہ شیخ بیٹنی کے نام سے کیا ہے۔ ان کے مزار کے بارے میں مختلف روایات مشہور ہیں۔ بعض کے خیال میں صوبہ ننگر ہار افغانستان میں تورغر کے مقام پر جو مزار ہے وہ بیٹ نیکم کا ہے اور بعض کے نزدیک وہ ”غہ“ (کوہ سلیمان کی ایک شاخ اور علاقہ اپوزئی) موجودہ فورٹ سنڈمین کے قریب ہی میں دفن ہیں۔

وہ اپنے گھر اور خاندان کے افراد کی وسعت کے خواہشمند تھے۔ انہی جذبات کا اظہار، بیٹ نیکم نے اپنی مشہور مناجات میں کیا ہے۔ پشتو بولنے والا کوئی ایسا فرد نہ ہوگا جسے اس مناجات کا کوئی نہ کوئی بند یاد نہ ہو۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے۔

لویہ خدایہ! لویہ خدایہ! + اے عظیم رب! اے میرے عظیم رب  
 ستا پہ مینہ صرصر حایہ + تیری محبت میں ہر ہر مقام پر  
 غرولامہ دی درناوٹی کنبے + پہاڑ اپنی پوری گرانباری سے کھڑے ہیں  
 ٹولہ ژوی پہ زاری کنبے + تمام خلایق بندگی میں زندگی بسر کر رہے ہیں  
 دلته دی دعو و لمنی + یہاں پہاڑوں کے دامن ہیں  
 زمونبز کبزدی دی پکنبے پلنی + ہمارے خیمے ان میں نصب ہیں  
 داوگری دیرے کمرے خدایہ + اے رب اس خاندان کو وسعت دے  
 لویہ خدایہ! لویہ خدایہ + اے عظیم رب! اے میرے عظیم رب

۳۔ ملک یار غریشین کا گاؤں (ملکیار) انہی کے نام پر مشہور ہوا۔ جو پشین کے نزدیک واقع ہے اور جہاں زیادہ تر آبادی سادات قبیلے (غریشین) کے پشتونوں کی ہے۔ ایک جنگ میں مسلمان فوج میں اپنی رجز یہ پشتو نظم سے تازہ جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:

”غازیو دیکھو! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اپنی تلواروں کو تیز کرو، اپنے دشمن کو برباد کر دو، اپنی انگلیوں کو سُرخ کر دو۔ ہم کیوں بھاگیں؟ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اگر ہم اپنے دل مضبوط کر لیں تو ہم فاتح ہوں گے کیونکہ ہم شیر ہیں، ہم مسلمان ہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ غازیو آؤ! سب متحد ہو جاؤ۔ شہاب الدین غوری کے دست مبارک بنو۔ دشمن کو تباہ کر دو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

ان دونوں منظومات سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ ان اکابر کو باری تعالیٰ پر پورا پورا بھروسہ اور جہاد فی سبیل اللہ پر مکمل ایمان تھا۔

۴۔ شیخ احمد ولد موسیٰ (لقب احمد جو انمرد) کا تعلق علاقہ شیرانی دادی ٹوہ سے تھا۔ آپ نے شیخ بہاء الدین زکریا کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مرشد کی نظر عنایت سے مرتبہ کمال کو پہنچے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ سے سہروردی سلسلے کو بلوچستان میں سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا اور ارشاد و ہدایت کا ایک بڑا مرکز قائم ہو گیا۔ آپ کوہ سلیمان کی چوٹی پر آرام فرمائیں۔ وہیں شیخ اسمعیل سٹربنی کا مزار بھی ہے۔

شیخ احمد کی وفات کے بعد ان کا سلسلہ فیض ان کے تین بیٹوں نے جاری رکھا جو تینوں منع فیض تھے۔ یوں شیخ احمد کے تمام خاندان کا ملتان اور اُچ کے سہروردی خاندان سے مسلسل انتساب رہا۔

۵۔ شیخ اسماعیل سٹربنی شیخ بیٹ نیکہ کے لخت جگر تھے۔ سلیمان ماکو نے ”تذکرۃ الاولیاء“ (تالیف ۶۱۲ھ / ۱۲۱۵ء) میں لکھا ہے کہ اسماعیل بھی اپنے باپ بیٹ بابا کی طرح اپنے عہد کے بہت بڑے ولی تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے ہندوستان، افغانستان، بلخ اور بخارا تک سے عقیدت مند چلے آتے تھے۔ آپ شعر بھی کہتے تھے آپ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی عشر کے باشندوں میں بعض غیر اسلامی رسوم کا رواج ہو گیا تھا۔ جس پر آپ نے انہیں،

یوں ٹوکا تھا:

اُردو ترجمہ :-

شیطان سے بھاگنا چاہیے۔  
 جب وہ کسی کو نظر آجائے،  
 تو وہاں سے نور رخصت ہو جاتا ہے  
 اور تمام زمین پر اندھیرا چھا جاتا ہے،  
 آدمی شیطان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے  
 اور وہ کند چھری سے زخمی ہو جاتا ہے  
 جس نے شیطان کے نہ مانے  
 وہ شخص زیارت کے قابل ہے،  
 جو کوئی ابلیس کے دھوکے میں آگیا  
 اس کے گھر صف ماتم پیچھ جاتی ہے

قاضی نور الحق نے لکھا ہے کہ بیٹ بابا کی مناجات ہو یا اسماعیل سٹرنی  
 کا کلام، وہ کسی مرحلے میں مقصدیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ان کے  
 شاعری اس دور کے اخلاقی، مذہبی عقیدوں اور معاشرتی حالات کی آئینہ دار  
 بھی ہے۔ ان کی غزلوں اور نظموں میں کہیں بھی تنگ نظری، نسلی تعصب اور  
 قبائلی مفاد کی جھلک نظر نہیں آتی۔ یہ مترشح ہوتا ہے کہ بیٹ نیکہ اور ان کے  
 اخلاف ہمیشہ زندگی کے وسیع انسانی اور اسلامی نقطہ نظر کو اپنائے ہوئے تھے  
 ان کے بعد بھی کسے غر کے علاقے کے شمس الدین کاکڑ اور پیر محمد کاکڑ نے اسی نظریہ  
 کا پرچار کیا جو بیٹ بابا اور ان کے نامور فرزند اسماعیل سٹرنی کا طرہ امتیاز ہے  
 ۶۔ شیخ حسن افغان (وصال ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء) حضرت بہاء الدین زکریا  
 ملتانی کے مقبول ترین خلفائے اور سلسلہ سہروردیہ کے معروف شیوخ میں  
 شمار ہوتے تھے۔ وہ کوہ سلیمان کے رہنے والے تھے۔ شیخ بہاء الدین زکریا

فرمایا کرتے تھے کہ جب روزِ قیامت مجھ سے حضرت باری تعالیٰ پوچھیں گے کہ ہماری سرکار میں تم کیا تحفہ لائے ہو تو میں کہوں گا کہ مشنولی و عبادت حسن افغان“ میرا تحفہ ہے۔ آپ نے اپنے قبیلہ غرغشت میں جو علاقہ شیرانی (وادیِ ژوب) میں آباد ہے۔ ارشاد و ہدایت کا سلسلہ بھی جاری کیا تھا۔

۷۔ شیخ متی (شیخ محمود) قلات بابا کے نام سے معروف تھے۔ انکا مزار قلات گلزئی کی اونچی پہاڑی پر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں شیخ بہاؤ الدین زکریا کے خلیفہ تھے۔ آپ کی پیدائش ۷۲۳ھ / ۱۲۲۶ء اور وفات ۷۶۸ھ / ۱۲۲۹ء میں ہوئی تھی۔ آپ عالم و عارف اور شیخو کے ادیب اور مورخ تھے۔

۸۔ شیخ حسن المعروف شیخ کٹہ متی زئی قلیل انصاری کی عظیم شخصیت تھی۔ آپ شیخ متی قلات بابا کے پوتے تھے۔ آپ حضرت خواجہ یحییٰ کبیر، حضرت شیخ علی لواغوی اور خوشحال خاں خٹک کے ہم عصر تھے۔ وہ شعر و ادب، تاریخ و عرفان کے بلند مراتب پر ہی متمکن نہ تھے بلکہ اپنے وقت کے روحانی و باطنی پیشوا اور غوث تھے آپ کا مزار پشین میں ہے۔

۹۔ حضرت خواجہ یحییٰ کبیر غرغشتی (۷۰۷ھ / ۱۳۰۷ء — ۸۳۴ھ / ۱۴۳۰ء) غرغشت قبیلے سے متعلق تھے جو علاقہ شیرانی (وادیِ ژوب) میں آباد ہے۔ آپ کے مرشد مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین حسین اویچ شریف تھے شیخ یحییٰ کبیر کا زیادہ وقت کوہ سلیمان (ژوب) میں گزرا۔ مگر سہروردی بزرگوں کے انداز کو اپناتے ہوئے بڑے بڑے سفر بھی کیے۔ حج کے علاوہ متعدد شہروں میں پہنچنے کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ یحییٰ کبیر کی اہمیت ان کی اپنی ریاضت و عبادت اور نیک کاموں میں ہی مضمر نہیں بلکہ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کا فیض کثرت سے دوسروں کو پہنچا۔ جو خود فیضیات ہو کر ہدایت خلق کا ذریعہ بنے۔ ان کے اپنے خاندان اور خادمان درگاہ

میں ہی اُنہیں ایسے بزرگ ہیں جو درجہ ولایت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان میں غالباً سب سے معروف آپ کے بھائی شیخ علی تھے۔ جنہوں نے اتنی سخت ریاضتیں کیں اور اس طرح اپنے جسم کو مار کر رکھا کہ آپ کے ہم عصر آپ کو شیخ علی دگر یعنی شیخ علی لاغر کہتے تھے۔

چشتیہ سہروردیہ کے تذکروں کے مطابق آپ کے مریدوں اور خلفاء کی تعداد ایک لاکھ تین سو ساٹھ تھی۔

۱۰۔ حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب ۱۰۹۰ھ / ۱۷۷۹ء میں خانوزئی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سکندر شاہ تھا۔ آپ ڈیوڈزئی شموزئی سنٹیا کا کڑتھے۔ "نانا" ان کا احترامی لقب ہے جو اردو کے "بابا" کا مترادف ہے۔ مگر کثرت استعمال سے ان کے نام کا جزو ہی بن گیا۔ کہتے ہیں کہ میاں صاحب کے والد سکندر شاہ خود بھی صاحب بصیرت اور اہل کشف و کرامات میں سے تھے۔ انہوں نے ادھیڑ عمر میں شادی کر لی۔ میاں صاحب کی والدہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اُن کے جسم سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں جنہیں وہ اپنے کپڑوں میں چھپا رہی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر بتائی کہ خدا آپ کو ایک ایسا نیک بخت فرزند عطا کرے گا جس کے باطنی علوم و انوار سے دنیا منور ہو جائے گی۔ میاں صاحب اسی تعبیر کی مادی صورت تھے جن کے ظاہری اور باطنی علوم و کمالات سے قندھار، پشین اور لورالائی کا سارا علاقہ فیضیاب ہوا۔

آپ نے قندھار میں پہلے منطق، بیع، معانی، بیان، اصول حدیث و تفسیر کی مکمل تعلیم کی تحصیل کی۔ پھر تصوف و طریقت کی راہ اختیار کی۔ آپ اولاً میاں سید لعل جیونگر ہاری اور شیخ عبدالغفور نقشبندی (پشاور) سے فیض یاب ہوئے۔ آخراً آپ کی روحانی شخصیت کی تکمیل میاں اللہ یار لاہوری کی صحبت میں ہوئی۔ آپ نے قادری اور نقشبندی دونوں طریقے حاصل کیے۔

متعدد مقامات پر آپ سے ایک دنیا بہرہ یاب ہوئی۔ آخر چوٹیالی تھل کی ترین قوم نے آپ کو زمین دی۔ وہیں آپ نے اپنی زندگی کے آخری چھ سال گزارے اور ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء میں وفات پا گئے۔ آپ کے سجادہ نشین سردار حاجی صورت خاں ترین نے مزار تعمیر کرایا۔ اور لنگر جاری کیا۔

میاں صاحب نے کئی کتابیں لکھیں جو اکثر تصوف سے متعلق اور زیادہ تر فارسی میں ہیں۔ ”مقامات التوحید“ قندھار میں شائع ہوئی ہے۔ باقی کتابیں ابھی تک فلمی ہیں۔ ”حسن الایمان“ پشین خانوزئی کے باشندے حافظ خان محمد نے حاجی صورت خان صاحب ترین مرحوم کی فرمائش پر ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء میں چھاپی تھی۔ جو ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ ”حسن الایمان“ میں عقائد پر بحث کی گئی ہے۔ اسلوب بیان سہل اور دل نشین ہے۔ سوال و جواب کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ دلائل دے کر وضاحت کی گئی ہے۔ آیات و احادیث کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ توحید کی یوں وضاحت فرماتے ہیں :

”بدانکہ توحید کی گفتن است مرخداے را عزوجل ویکے دانستن است نہ از روی عدد زیرا نیکہ یگانہ از روی عدد آنرا گوید کہ ویرا دوم باشد و اللہ تعالیٰ ہچنین یگانہ بذات خود است کہ ہرگز از وی یگانگی نرود از انکہ یگانگی از چیزے وقتی رود کہ ویرا ثانی مثل موجود باشد و خداوند تعالیٰ منزہ است از مثل و مانند“

۱۱ تا ۱۴۔ میاں عبدالکبیر نانا صاحب کے خلفا میاں نور محمد جو درانی قندھاری، ملا عثمان اخوند، میاں محمد حسن لیسین زئی۔ اور مرید خاص زیارت کے بابا خرواری۔

۱۵۔ ملا رحیم داد سنزر خیل قبیلہ سے متعلق تھے۔ اور ژوب آپ کا مسکن تھا حضرت شاہ فقیر اللہ علوی (المتوفی ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء) سے فیض یاب ہوئے۔ انہی کے ارشاد پر آپ نے ژوب میں قبائل کا کڑی میں الحاد کے خلاف تبلیغ کی اور



اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے گران قدر خدمات انجام دیں۔

۱۶۔ خواجہ میاں رون اللہ اخوندزادہ گانگزنئی (۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء۔۔۔  
۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) پشین سے آٹھ میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف خداداد  
زئی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ نورترین قبیلے سے تھے۔ علوم ظاہر و باطنی  
میں مراتب عالیہ تک پہنچے۔

روایت کے مطابق آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ مگر تفسیر جلالین کا حاشیہ  
جو ”ترویج الارواح“ کے نام سے آج بھی پاکستان، افغانستان اور ہندوستان  
میں مشہور ہے۔ آپ کی بلند پایہ تصنیف ہے۔ آپ کے بارے میں آپ کے  
مرشد (ملا محمد علیسی) کا کہنا ہے کہ ”شہباز چڑیا کے دام میں آ گیا ہے۔ میں بہت  
خوش قسمت ہوں کہ اتنی عظیم شخصیت میرے حلقہ ارادت میں ہے۔“  
ہزاروں افراد نے آپ کی مریدی اختیار کی اور علمی و روحانی بصیرت کے  
مالک بنے۔

قلات کے شاعر ملا ابوبکر اخوند فرماتے ہیں:

دفتر آن سلسلہ مخموم بر روح اللہ شد  
نیست مانندش کسے در خطہ روئے زمین  
گلشن کشمیر شد ملک پشین از فیض او  
ہست ابوبکر از غلامان دراو بالیقین

۱۷۔ حضرت خواجہ فیض الحق جان چشموی (۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء۔۔۔ ۱۳۱۸ھ/

۱۹۰۰ء۔۔۔ مزار قریب چشمہ اپوزئی میں ہے جو کوئٹہ کے نواح میں واقع  
ہے) بلند پایہ عالم اور حضرت خواجہ میاں رون اللہ اخوندزادہ گانگزنئی کے  
نامور خلیفہ تھے۔

۱۸۔ حضرت خواجہ محمد عمر بان چشموی (۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء۔۔۔ ۱۳۶۰ھ/

۱۹۴۱ء) نے علوم ظاہری اپنے والد حضرت فیض الحق اور اپنے چچا ملا احمد اخوند

سے حاصل کیے۔ طریقت و سلوک میں خلعتِ خلافت اپنے والد ہی سے پائی اور ان کے سجادہ نشین ہوئے۔ خواجہ میاں روح اللہ (المتوفی ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۶ء) سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ کئی سال تک درس و تدریس میں معروف رہے اور بہت سے علما آپ سے فیض یاب ہو کر دوسروں کو مستفیض کر رہے ہیں۔ علومِ ظاہری میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ سلوک و طریقت میں بھی کمال حاصل کیا۔ مولانا عبداللہ درخانی فرماتے ہیں:

بہ فیضِ عصہ شاہ منور  
محمد باعمر زان گشتہ رہبر

آپ متابعت سنت اور اخلاق حمیدہ کا مرکز تھے۔ آپ کے مرید اور معتقد سندھ، بلوچستان، مکران، ایران اور پنجاب کے علاوہ افغانستان اور عرب میں بھی موجود ہیں۔

آپ کے خلفا کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں بڑی اہم اور باکمال شخصیتیں شامل ہیں۔

۱۹۔ حضرت خواجہ عبدالحی جان چشموی (المتوفی ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء) حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی کے بڑے صاحب زادے، سجادہ نشین اور خلیفہ عظیم تھے۔ جامع علم و عمل، علوم عقلی و نقلی پر محیط اور اخلاق حمیدہ سے متصف تھے اس کے علاوہ اسرار ربانی سے واقف، صاحب کرامات تھے۔

خواجہ محمد عمر جان نے ایک بار سفر حج میں ان کو اپنا رفیق بنایا۔ مدینہ منورہ میں قاسم فیوض والبرکات رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں انہیں حاضر کیا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

آپ کے ارشادات کو محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک رسالہ مقصد تصوف یعنی ارشاد السالکین ہے۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔

خواجہ عبدالحی کی ایک اور تصنیف مقصدِ نماز یعنی ”ارشاد المصلین“ ہے۔ یہ بھی فارسی زبان میں ہے۔ اُس کا اُردو میں ترجمہ اور تشریح حاجی عبدالشکور مرحوم خطیب جامع مسجد کوئٹہ نے کی تھی۔ چشموی بزرگوں کا سلسلہ اشاعت اسلام میں دل و جان سے مگن ہے۔

۲۰۔ علامہ عبدالعلی (۱۲۸۹ھ — ۱۳۶۶ھ / ۱۸۷۲ء — ۱۹۴۴ء) خونخوارِ ایک جید عالم تھے۔ ان کی ذہانت اور تبحر علمی کا چرچا بلوچستان کے علاوہ قندھار، کابل، سندھ اور ہندوستان میں بھی تھا۔ آپ نے دو تین سال تک سابقہ ریاست قلات میں وزیر معارف اور تانہی لقضاۃ کے فرائض بطریق احسن انجام دیئے تھے۔ آپ نے معاشرے کی اصلاح کے لئے اچھا خاصا کام کیا تھا۔ آپ پشتو اور فارسی کے عظیم شاعر تھے آپ کے ذاتی کتب خانہ میں بہت سے قلمی نوادرات تھے۔ آپ نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں بڑے فعال کردار کا مظاہرہ کیا تھا۔

### حوالے

- ۱۔ پروفیسر انور رومان، براہوئی، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہندم لاہور، ۱۹۷۱ء ص ۷۰ تا ۷۱۔
- عبدالحمید مبین، بلوچی ادب چودہویں جلد ایضاً جلد دوم { ایضاً ایضاً ص ۳۲۴، ۳۷۷۔
- ۲۔ صالح محمد لہڑی، بلوچستان (باب اول) کوئٹہ ۱۹۵۵ء۔
- ۳۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور، ۱۹۷۶ء۔
- ۴۔ ایضاً، تحریک پاکستان میں بلوچستان کا حصہ، راولپنڈی، ۱۹۷۷ء ص ۶ تا ۱۰۔
- ۵۔ ایضاً، بلوچستان میں اُردو، لاہور، ۱۹۶۸ء ص ۳۰۳ تا ۳۰۴۔
- ۶۔ بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر سیریز جلد ششم ب ص ۳۹ تا ۴۱۔
- ۷۔ عبدالصمد ڈرانی، پشتو ادب ثقافت اور ادب وادی بولان میں، کوئٹہ ۱۹۶۶ء ص ۹ تا ۱۶۔
- ۸۔ محمد اسلم پروفیسر، سرمایہ عمر لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۶۹ تا ۱۷۰۔

## باب دوم

# براہوئی کتب اور نعت گوئی

میر نصیر خان لوری کے عہدِ حکومت (۱۱۶۴ھ تا ۱۲۰۹ھ / ۱۷۵۰ء تا ۱۷۹۲ء) میں عربی، فارسی، پشتو، بلوچی اور براہوئی کے ایک جید عالم اور شاعر مُلا ملک داد ابن آدین غرشین نے جو اصل میں قندھار کے باشندے تھے لیکن قلات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، پہلی بار تحریراً نورِ اسلام کو یہاں کے قبائلیوں تک پہنچانے کا پختہ ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتابِ میر موصوف کے دور میں لکھی جب مؤخر الذکر کو سریرِ آرائے سلطنت ہوئے قریباً دس سال ہو گئے تھے۔ سالِ تصنیف ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء ہے۔ اپنے اور تصنیف کتاب کے سن کے متعلق لکھا ہے:

ارے دابندہ ساکن فی القلاتے + کہ این آدین نا غرشین ذاتے  
ہزار و یک صد و ہفتاد و سہ سال + رسول تا ہجرتان اے نیکو اعمال  
”یہ بندہ حقیر قلات کا رہنے والا ہے، یہ آدین غرشین ذات کا ہے۔“

لے ماہنامہ اُلَس، کوئٹہ اپریل ۱۹۶۶ء ”براہوئی زبان نا اولیکو کتاب“ از عبدالرحمان محمد شبلی۔

(رسول کی ہجرت کے بعد ۱۱۷ھ میں اس ناچیز کو نیک اعمال کی توفیق ہوئی ہے) یہ تصنیف ایک قلمی نسخے کی صورت میں ملا موصوف کے پیمانندگان کے پاس محفوظ رہی حتیٰ کہ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی عیسوی کے اوائل کے ایک براہوئی عالم مولانا نبو جان کو ان کے وارثوں سے دستیاب ہو گئی۔ مولانا موصوف نے اصل نسخے میں اصلاح کی اور ۱۹۰۵ء/۱۳۲۴ھ میں لاہور سے چھپوا دی۔ ہمارے زیر مطالعہ نسخہ مولانا عبد الباقی درخانی کا مکتوبہ ہے جو ۱۲ اگست ۱۹۵۸ء کو یوم آزادی پر تکمیل پذیر ہوا۔ یہ نسخہ اسلامیہ پریس کوئٹہ کا مطبوعہ ہے اور اس میں ۱۲۷۵ اشعار ہیں۔

افسوس ہے کہ ملا ملک داد کا فارسی، پشتو، بلوچی اور دیگر براہوئی کلام ضائع ہو گیا اور ان کی واحد یادگار یہی براہوئی منظوم کتاب ”تحفۃ العجائب“ رہ گئی۔

کتاب بیالیس ابواب پر مبنی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

حمد، نعت، صفت چہار یار کبار، صفت بہشت، بیان دوزخ، بیان تصنیف کتاب، بیان خواندن علم شرعی، مذمت تارک نماز، نماز باجماعت، صفت ایمان، صفت ایمان مفصل، صفت ایمان مجمل، فرضائے طہارت، سنتھائے وضو، مستحبات وضو، مکروہات وضو، شکنندہ ہائے وضو، غسل جنابت، فرضائے غسل، سنتھائے غسل، وزن آب وضو، فرضائے تیمم، مقدار میل، فرضائے نماز، واجب ہائے نماز، سجدہ سہو نماز، سنت ہائے نماز، سنت ہائے نقلی نماز، مستحب ہائے نماز، رکعات فرض پنج وقت، سنت موکدہ و نقل روزہ ہائے رمضان المبارک، چیز ہائے منع و غیر منع در روزہ، سنت ہائے تراویح، صدقہ عید الفطر، روزہ ہائے نقلی، زکوٰۃ مال دادن، عشر زراعت، مانع زکوٰۃ و عشر، فضیلت زکوٰۃ، گزاردن حج بیت اللہ اور باب در بیان خاتمہ کتاب والتجارت

چند حمدیہ اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ جو دل سے نکلنے کے باعث بہت زیادہ متاثر کن ہیں۔

ساری حمد و ثنا خدا کے لیے ہے کہ وہی شاہ و گدا کا روزی رساں۔  
وہ عجب رحمان و رحیم پالنہار ہے کہ بنجر، بارانی زمینوں کو سرسبز کر دیتا ہے۔

اس نے پہاڑ سے چشمے اور کارنیز پیدا کئے تاکہ بوستان و کشتزار آباد ہوں۔

اُس نے بہت سے رنگارنگ عجائب پیدا کئے اور دود و یو پرمی پیدا کئے۔

اُس نے فرشتے اور جن و انس پیدا کئے لیکن ہر جنس کو اپنا اپنا رنگ دیا۔

آدم کی سرشت کے چار عناصر ہیں اور خاک و آتش اور باد و آب ان کی تعداد ہے۔

عجیب رنگ، عجیب صورت اور عجیب چہرہ بنی آدم پر اس نے بہت سی مہربانی کی ہے۔

عاجز، مسکین اور فقیر ملک داد کے لیے کہو (دعا مانگو) کہ خدا اسے بخشے!

نعتیہ اشعار اثر و خلوص میں ڈوبے ہوئے ہیں جیسے

ترجمہ :-

باری تعالیٰ نے سب سے نور مصطفیٰ کو پیدا فرمایا

پھر رب تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کو ظاہر کیا

رب تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ کو برکت والا نبی مبعوث فرمایا

آپ دنیا و کائنات میں حق اور مبین بنا کر بھیجے گئے

محمد ابن عبداللہ عرب ہیں۔ وہ عبداللہ ابن عبدالمطلب  
 ابن ہاشم ہیں جو عبدالہاشم ابن مناف ہیں  
 اب چند براہوئی اشعار بمعہ اردو ترجمہ کے ملاحظہ ہوں۔  
 محمد افضل کل انبیاء + محمد خاتم پیغمبر اتا  
 (محمد تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ پیغمبری محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر ختم ہوئی)۔

محمد رحمۃ للعالمین + محمد سید کل مرسلین  
 (محمد رحمۃ للعالمین ہیں۔ محمد سردار انبیاء ہیں)  
 محمد عم امام المتقین + محمد ہم شفیع المنذبین  
 (محمد تمام متقیوں کے امام ہیں۔ محمد شفیع المنذبین ہیں)  
 محمد خیر خلق اللہ چاؤہ + محمد نور عرش اللہ چاؤہ  
 (ہم یہ بھی جانتے ہیں محمد مخلوق خدا کے لئے خیر و برکت ہیں۔ ہم یہ بھی  
 جانتے ہیں کہ محمد نور عرش اللہ ہیں)۔

محمد بہتر غم خوار چاؤہ + محمد سرور سردار چاؤہ  
 (میں یہ بھی جانتا ہوں کہ محمد ہمارے غم خوار ہیں۔ اور میں یہ بھی جانتا  
 ہوں کہ محمد سرداروں کے سرور بھی ہیں)۔

محمد ہم رسول پاک حق نا + محمد ہم خلیل پاک حق نا  
 (محمد اللہ تعالیٰ کے پاک رسول ہیں۔ محمد اللہ تعالیٰ کے پاک خلیل بھی ہیں)  
 محمد است حق نام حبیب + محمد چائننا است نا طیب  
 (محمد اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ محمد ہمارے دلوں کے طیب ہیں)۔  
 ننا ہر دم درود ہم سلامس + ہراہل بیت کل الس  
 (ہم ہر وقت آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ

اور سب اہل بیت پر ہو)

مملکداد ناچکا تا کچلٹ + کرک ناہستاتا صفت

(ملک داد آپ کے غلاموں کا غلام۔ اور میں آپ کے محاسن کی تعریف

کرنے والا ہوں)

”تحفۃ العجائب“ کی زبان قدیم براہوئی ہے۔ جس کے بعض الفاظ آج کل متروک ہیں مگر سوا دو سو برس پرانی زبان کا نمونہ ہمیں اسی کتاب میں ملتا ہے۔ کتاب کی زبان پر مانوس عزنی فارسی الفاظ کی بھی اچھی خاصی چھاپ ہے۔ موضوع کی مناسبت اور مصنف کے میلان طبع کے باعث ایسا ہونا فطری اور لازمی امر تھا۔ اُس دور میں لوگ کیسے تھے اور مصنف کی سوچ اُن کے بارے میں کیا تھی؟ اس کا جواب ہمیں چھٹے باب در بیان تصنیف کتاب کے تین اشعار سے ملتا ہے۔

ترجمہ :-

”تحفۃ عجائب نامی کتاب میں نے محض ثواب کے لیے براہوئی زبان میں لکھی۔ براہوئی بہت جاہل ہیں اور دین کو سمجھنے کے قابل نہیں ہیں۔“

”میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا سے یہ تصنیف کی ہے کہ شاید حق تعالیٰ

انہیں ہدایت بخشنے لے“

الغرض یہ کتاب اور اس کا مصنف دونوں براہوئی تحریری ادب میں ایک اچھوتے اور امنٹ نقش کے حامل ہیں۔ ملامک داد نے بارِ اول براہوئی زبان کو علم و ادب اور شریعت اسلام کے اظہار کا ذریعہ بنا کر اس کی امکانی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا۔ پیشتر ازیں براہوئی صرف خانہ بدوشوں کی بول چال کی عامی زبان تھی۔ مگر انہوں نے اسے مسلمانوں کی دوسری علمی و ادبی زبانوں کی قطار میں پہنچایا۔ نانیاً اگر علم و ادب ایک طرف انسانی معاشرت و سیاست کا عطیہ سمجھے جاتے ہیں تو دوسری جانب وہ اسی معاشرت و سیاست کے رہبر اور مشعل



بردار بھی ہوتے ہیں۔ ملا ملک داد نے براہوئی معاشرے کو اپنے نظریات کے مطابق پرکھا اور نتیجہ اخذ کیا کہ اس معاشرے پر جاہلیت کے غیر اسلامی اثرات کے سائے گہرائی اور گیرائی لیے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے انہیں دور کرنے کی خاطر براہوئی زبان کے واسطے سے نور اسلام پھیلانے کی تگ و دو کی۔ ان کی یہ سوچ اتنی بر محل تھی کہ ان کی کتاب کی تصنیف کے سترہ سال کے اندر ۱۱۹۰ھ میں میر نصیر خان اعظم نے براہویوں کی جہالت اور غیر رسمی انداز زندگی کو بدلنے کے لیے جھالاوان میں ایک وفد بھیجا جس نے وہاں ایسے قوانین نافذ کیے جو شریعت اسلامیہ اور وقار انسانیہ کے لیے مفید تھے (ان کا ذکر باب اول میں آچکا ہے) بہ الفاظ دیگر ملا ملک داد میر نصیر خان کی اصلاحات کے ذہنی محرک تھے۔

ثالثاً ملا ملک داد کا اثر اس قدر ہمہ گیر اور وارفتہ تھا کہ وہ اتنی کے زمانے تک مقید نہ رہا۔ چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں، انیسویں صدی کے ربع آخر میں درخان (ڈھاڈر) سے جو تحریک نشاۃ الاسلامیہ شیخ البلوچستان جناب مولانا محمد فاضل کے زیر قیادت اُبھری نہ صرف لسانی بلکہ موضوعاتی اور ذہنی اعتبار سے بھی ملا ملک داد کی روایت کو لیے ہوئے تھی اور چونکہ درخانی مدرسہ فکر اور اس کی نگارشات عالیہ اب بھی مصروف تخلیق و تطہیر ہیں لہذا یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ملا ملک داد کی روایت اب بھی براہوئی علم و ادب اور ذہن و قلب میں رچی بسی ہے۔ رابعاً قیاس چاہتا ہے کہ براہوئی زبان کا موجودہ فارسی رسم الخط بھی ملا ملک داد کا ہی اپنایا ہوا ہے۔

حضرت مولانا محمد فاضل درخانی ڈھاڈر کے قریب ایک گاؤں درخان میں ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ انگریزی تسلط اور نفوذ کے خلاف بلوچستانوں کا اولین قدرتی رد عمل مدافعت و مقاومت تھا۔ چنانچہ ان میں ایک طبقہ ایسا وجود میں آیا جو اس ہمہ جہتی سامراج کے خلاف مستقل طور

پر نبرد آزما ہوا۔ اسی میں آپ نے شرکت فرمائی اور اپنے ساتھیوں، ہینگل اور جوئنگل کے ہمراہ انگریزی چوکیوں پر حملہ آور ہوتے رہے۔ ایک رات جب تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آپ کے ساتھی ایک بڑے سردار کا گھر لوٹنے کے لیے چلے۔ آپ کے ضمیر نے آپ کو روکا کیونکہ اس میں جہاد کا شائبہ تک نہ تھا۔ طوعاً و کرہاً اُن کا ساتھ دیا اور چھوٹی پہاڑی کو مورچہ بنا کر بیٹھ گئے۔ مگر دل میں بے چینی تھی۔ اسی ادھیڑ پر میں تھے کہ پیچھے سے کسی نے سر پر دھول جھائی اور کڑک کر کہا: ”محمد فاضل یہ کام چھوڑ دو“ آپ نے مڑ کر دیکھا تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ غصے میں تیج و تاب کھاتے ہوئے بولے: ”سامنے آؤ، چھتے کیوں ہو“ لیکن وہاں کوئی ہونا تو سامنے آنا۔ وہ تو خضرسی کوئی بزرگ ہستی تھی جسے مشیتِ ایزدی سے ایسا کیا۔ آپ بے چین ہو گئے اور تھوڑی دیر غور و فکر کے بعد اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر مغموم حالت میں گھر پہنچے۔ رات کا باقی حصہ تارے گنتے گنتے گزرا۔ صبح ہوئی تو مسجد میں گئے اور زندگی میں پہلی مرتبہ خلوص دل سے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر بڑے کاموں سے تائب ہوئے۔

اب آپ کے دل میں دینی تعلیم حاصل کرنے کی لگن پیدا ہوئی۔ چونکہ قرب و جوار میں کہیں کوئی دینی مدرسہ نہ تھا اس لیے بے قرار رہنے لگے۔ روایت ہے کہ اسی بیقراری کے عالم میں بزرگانِ دین نے روحانی طور پر ان کی جانب توجہ کی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ”حضرت خضر اور چاریار“ نے انہیں ابتدائی دینی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ ابھی غالباً مزید تعلیم و تربیت کی ضرورت تھی۔ اس لیے قدرت نے سبب پیدا کیا جس سے اُن کی کایا ہی پلٹ گئی۔

ایک روز شام کے وقت آپ مٹھری سے اپنے قصبہ ”درخان“ کی طرف تن تہنا آرہے تھے کہ دو ڈاکوؤں نے انہیں راستے میں لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جسم کے کپڑے بھی اُتروائے اور صرف لنگوٹ پہنا کر چلتا کیا۔ یہ بات آپ کے لیے باعثِ ننگ تھی کہ اس حالت میں اپنے گھر پہنچتے کیونکہ انہیں ہر کوئی جانتا

تھا۔ پھر وہ اعلیٰ خاندان اور قبیلہ رُئیسانی کے فرو تھے۔ خاصی سوچ بچار کے بعد آپ نے قصبہ ہمایوں، (سندھ) جانے کا فیصلہ کیا۔ وہیں مولوی ہمشایوں حضرت عبدالغفور کا مدرسہ تھا۔ جو خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ اُن کے یہاں مفت دینی تعلیم اور قیام و طعام کا انتظام تھا۔ مولانا محمد فاضل نے اُن سے فیض حاصل کیا اور دینی تعلیم سے بہرہ یاب ہو کر واپس آئے۔

قصبہ درخان میں پہلے کوئی مدرسہ نہ تھا۔ آپ نے اپنے گھر کے نزدیک مسجد بنوائی اور اس کے احاطہ میں مدرسہ جاری کیا۔ جہاں باقاعدہ درس و تدریس کا انصرام ہوا۔ ہر نماز کے بعد مولانا موصوف خود بھی وعظ فرماتے۔ قدر نے آپ کی زبان میں اتنی تاثیر رکھی تھی کہ جو بھی آپ کے حلقہ میں آیا گناہوں سے تائب ہو کر نیک اور پارسا بنا۔ آپ کا حلقہ اثر وسیع ہوتا گیا۔ ہر وقت آپ کے ہاں لوگوں کا ہجوم رہنے لگا۔ دین محمدی کی باتوں کا چرچا ہوا اور انتہائی عقیدت کے باعث کئی لوگ مرید بن گئے۔

مولانا اب اپنی ریاضت اور بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت سے ولایت کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے۔ آپ نے باہر سے آنے والوں کے لئے لنگر کا بندوبست کیا۔ جہاں سے مسافروں کو فی سبیل اللہ صبح و شام کھانا ملتا قیام کی خاطر چار پانچ بڑے کمروں پر مبنی ایک سرائے بھی تعمیر کرائی۔ عقیدت مندوں کے لئے ایک الگ بیٹھک کا انتظام کیا۔ جس کے آثار آج بھی اپنے اندر شان و شوکت رکھتے ہیں۔

۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء سے سابقہ ریاست قلات میں انگریز سامراج کا عمل دخل، تہذیب و تمدن، اور عقیدے کے اعتبار ہر شعبہ حیات میں اپنی کارستانی دکھانے لگا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت مولانا محمد فاضل کو انگریز کی فکری اور اعتقادی یلغار کے مقابل لاکر اسلام کا بول بالا کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ آپ نے بیس سال تک تبلیغ حق و اصلاح معاشرہ کا کام سرانجام دیا آپ

نے قلات اور کوٹہ کے علاقوں میں اسلام کو از سر نو چکایا۔ گمراہ اور دین سے پھرے ہوئے لوگوں کو سیدھی راہ دکھائی۔ معاشرت سے متعلق کاموں کی اصلاح کی۔ قدیم وضع کی شلوار کو سادہ شلوار میں تبدیل کرایا۔ فضول لباس کو ممنوع قرار دیا۔ افازۃ المصلیٰ، کے مصنف مولانا عبداللہ درخانی اپنی تصنیف میں ایک مقام پر لکھتے ہیں: ”حضرت مولانا محمد فاضل درخانی نے سردار حاجی ملا محمد خان رئیسانی آف مٹھڑی کو ایک موقع پر جبکہ وہ اپنے فرزند اسد اللہ خان کے ہمراہ آپ کی زیارت کو آئے کہا کہ اسد اللہ خان کے کانوں سے سونے کی بالیاں نکالیئے کہ شرع انور میں ممنوع ہے اور سردار کو بھی ہدایت فرمائی کہ آپ بڑی شلوار نہ پہنا کیجئے، شرع اس کی اجازت نہیں دیتی۔ چنانچہ سردار رئیسانی نے گھر پہنچ کر ہر دو ہدایات پر عمل کیا اور ان کی دیکھا دیکھی خاندان کے باقی افراد نے بھی ان چیزوں کو بڑا سمجھ کر ترک کر دیا۔“

عشق محمدی سے سرشار مولانا موصوف نے ان علاقوں کے عوام کی ایسی اصلاح کی کہ جہاں رات دن ڈاکے پڑتے تھے اور قتل و غارت کرنا بہ سادری کا کام سمجھا جاتا تھا وہاں ایسا امن ہوا کہ اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ وہ کام جو بڑے بڑے جابر حاکم نہ کر سکے ایک فقیر سیرت درویش نے ہادی اسلام آنحضرت صلعم کی بتائی ہوئی اعلیٰ اخلاقی تعلیم سے بہرہ ور ہو کر قلیل عرصے میں پورا کر دکھایا آپ نے اپنے دور کے بڑے بڑے بے عمل عالموں اور بد مزاج سرداروں کے خلاف عملی جہاد کیا۔ آپ کی حق گوئی اور پُر تاثیر تیغ زبان کے سامنے مخالفین ٹھہر نہ سکے۔

ایک بار خان وقت نے آپ کو دعوت پر بلایا۔ احترام کی غرض سے رہائش گاہ کے راستے میں سُرخ کپڑے کا فرش تیار کرایا لیکن آپ نے اس پر چلنے کی بجائے خالی جگہ پر ہی قدم رکھے اور کہا کہ اس سے نخوت و بیکمر کی بو آتی ہے۔ یہ سن کر خان وقت کے ماتھے پر ناراضی کے آثار اُبھرے اور اس نے

دوران گفتگو تہدید کی انداز میں کہا کہ ہمارے لیے کسی کو موت کے گھاٹ اتروا دینا معمولی بات ہے۔ آپ رمز کو سمجھ گئے اور جواب دیا کہ میری اتنی خوش نصیبی کہاں کہ تمہارے ہاتھوں سے جام شہادت نوش کروں۔ اس بے باک جواب پر وہ صاحب اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔

آپ تبلیغ کے لیے تنہا جاتے۔ کسی کے ہیمان نہ ہوتے اور کسی کے گھر کا کھانا نہ کھاتے، کیونکہ تبلیغ کے دوران وہ اس بات کو مناسب نہ سمجھتے تھے۔ اپنے ہمراہ سٹو اور گڑ رکھتے تھے۔ انہی کو استعمال میں لاتے اور رات کے وقت کسی مسجد میں عبادت کرتے۔

مولانا محمد فاضل درس و تدریس، مناظرہ و مجادلہ، تبلیغ و تلقین اور طریقت و روحانیت میں مشغول رہنے کی وجہ سے تصنیف و تالیف کا کام نہ کر سکے۔ لیکن ان کی ذات بابرکات اور اُس کے ملکہ آدم گری کا نتیجہ تلامذہ راشدہ کے ایک حلقے کی صورت میں ظاہر ہوا۔

آپ اپنے زمانے کے علمائے حق، ولی اللہ اور دیگر بزرگ ہستیوں سے تبادلہ خیال کرنے کے عادی تھے۔ چنانچہ پیر شاہ ابوالخیر صاحب

لے آپ کے نواسے کے لختِ جگر مولانا عبدالباقی درخانی کا کہنا ہے کہ علامہ محمد فاضل براہوئی، فارسی اور بلوچی تینوں زبانوں میں لکھتے تھے۔ اور کئی کتابیں انہوں نے براہوئی میں بھی تحریر فرمائی تھیں۔ چونکہ نام و نمود کا شوق نہ تھا اور بجائے نام کے کام سے خاص رغبت تھی اس لیے اپنی تصانیف اپنے شاگردوں کے نام سے لکھواتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے اب یہ فیصلہ کرنا ناممکن ہے کہ آپ کی تصانیف کون کون سی ہیں۔

ثقافت اور ادب وادی بولان میں، کوئٹہ ۱۹۶۶ء

مقالہ براہوئی ادب۔ عبدالرحمن کرد۔ ص ۲۱۹۔

دہلوی (جن کے نام پر شارع پیر ابوالخیر کوٹہ میں ہے) حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب بھرچونڈی علاقہ سندھ، حضرت خواجہ میاں فیض الحق چشموی، حضرت حاجی محمد صدیق نقشبندی مستونگ، حضرت مولانا عبد الرحمن سکھروالے اور حضرت محمد ابراہیم سندھی سرحدی، حضرت مولانا کے ہم عصر اجاب میں سے تھے، جو موسم سرما میں قصبہ درخان میں تشریف فرما ہوتے، محفلیں منعقد ہوتیں اور دانش و معرفت کے گہر بکھیرے جاتے۔

قصہ مختصر مولانا محمد فاضل درخانی کی ذات بابرکات بجائے خود ایک ادارہ اور ایک تحریک تھی اور مدرسہ درخان براہوئی علم و ادب میں آمد بہار کا نقیب تھا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ عربی اور فارسی کے بجائے براہوئی اور بلوچی خصوصاً اول الذکر کو ذریعہ تعلیم بنایا۔ اس سے براہوئی اس قدر خود آشنا ہو گئے کہ عیسائی مبلغین کی تبلیغات دھری کی دھری رہ گئیں اور تفسیر و فقہ، حدیث و شریعت، تاریخ و سیر، اخلاق و فصیح، نظم و نثر اور علم و ادب کے گونا گوں اوراق سے ادق مضامین براہوئی زبان میں ادا کیے جانے لگے۔

مدرسہ درخان کے تحت پیدا ہونے والا ادب اصلاحی، مقصدی اور تعمیری تھا، اس میں فکری بے راہروی اور دماغی عیاشی نہیں تھی، سنجیدگی اور متانت اس کے طعنائے امتیاز تھے۔ براہویوں میں خالص اسلامی رنگ کی نشاۃ الجدیدہ کا احیا اس سکول کا مقصود نظر تھا۔

مولانا محمد فاضل ۱۹ شوال روز شنبہ ۱۳۱۲ ہجری بمطابق ۱۸۹۶ء کو اللہ سے جا ملے۔ اُن کا مزار شریف ڈھاڈر (ضلع کچھی) میں ہے۔ مولانا عبداللہ درخانی لکھتے ہیں: ”یکساعت پیش ازار تھالشی اہلیہ وی نشستہ دیدکہ فرشہا خشتی از زرد خشتی از نقرہ دیوار قصری نورانی میزدند گفتند این از شوہر شماست“

مولانا نے یوں آپ کے خصائص کو بیجا کیا ہے ”حضرت ایشان بسیار  
متشرع و متتابع سنت سنیہ و قانع بدعت قبیہ بودہ اند در تقویٰ و ورع و  
سجائی نظیر صاحب کشف و کرامات و ارشاد دعوت مہتمولان و اعطای ایشان  
ہرگز قبول نمیگردند ہر سخت بیدین اگرچہ حاکم بودی بہ ملاقات آن معین  
کمالات فی الحال تائب شدی ..... در واقعہ از سرور عالم و از خلفاء  
اربعہ سبق و استفادہ گرفتہ اند بانحضر در بیداری چند بار ملاقات فرمودہ  
اند ..... حضرت ایشان سراج مذہب حنفی و علم اخلاق بودہ اند مانند  
بزرگان کامل عمل بر عزیمت و ترک رخص می فرمودند“

سید علی نظامی سیمانی نے کہا ہے :

وہ فاضل شخصیت ، وہ منبع انوار روحانی

دل فسرده کو جس کی نظر اک لطف ربانی

وہ افرنگی کا ظلمت آفرین عہدِ جہان بنانی

وہ اس کی شخصیت کی روح پرور فیض ارزانی

بلوچستان میں وہ ایسا فروغ افروز شعلہ تھا

دیا ہے شمع افسردہ کو حکم نور افشانی

وہ جس کی زندگی شانِ تفکر کا اک آئینہ

وہ جس کی خاموشی مرگ اک تصویر حیرانی

وہ جس کی زیست تھی تبلیغِ تعلیماتِ اسلامی

وہ جس کی مرگ بھی ہے قاسم انوارِ روحانی

وہ جس نے درس بیداری دیا ہے ہفتہ بختوں کو

وہ جس نے قلب سے کافر کر ڈالی پریشانی

حیاتِ حریت کی قدر و قیمت آشکارا کی

کیا مفقود ذہن قوم سے ذوق تن آسانی

نظامی خاک تربیت اس کیا کسیر ساماں ہے  
خزف ریزہ بھی جس کے فیض سے لعل بدخشاں ہے  
مولانا کے نامور تلامذہ میں مولانا محمد عبداللہ درخانی، مولانا نبوجان،  
مولانا عبدالمجید چوتوئی اور مولانا عبدالحی تھے۔

مولانا محمد فاضل درخانی کی کوئی نرسینہ اولاد نہ تھی۔ ایک ہی صاحبزادی  
تھی جس کی شادی عالم اور متقی حاجی محمد عظیم ریسائی سے ہوئی۔ اُنکے فرزند  
ارجمند مولانا محمد عبداللہ درخانی تھے۔ جو مولانا محمد فاضل کی صحبت و تربیت  
میں کندن بنے۔ مولانا محمد فاضل کی وفات پر مولانا عبداللہ ہی آپکے جانشین  
ہوئے اور ادارہ مطبوعات، مسجد اور لنگر وغیرہ کا انتظام سنبھالا۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخانی نقشبندی مجددی کی ولادت باسعادت  
درخان میں روز سہ شنبہ ۱۱ محرم ۱۲۹۸ھ / ۱۸۷۸ء کو ہوئی۔ آپ کی والدہ  
محترمہ کے بیان کے مطابق انہوں نے آپ کی پیدائش سے پیشتر ایک خواب دیکھا  
کہ ”میں ایک ایسے مکان میں ہوں جو نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ وہاں  
ایک خاتون تشریف لائیں۔ وہ صورت و لباس سے بہت ہی حسین و جمیل تھیں۔  
ہر طرف دلاویز خوشبو بکھر گئی۔ انہوں نے عربی زبان میں ارشاد فرمایا کہ میں فاطمہ  
ہوں اور وہ میرے والد بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے مجھے بھیجا  
ہے، جب میں نے دیکھا تو تھوڑی دور حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
تشریف فرما تھے۔ بہت ہی حسین اور بے نظیر لباس پہنے ہوئے تھے۔ پھر  
حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چراغ میں بتی اور تیل ڈال کر اُسے  
جلایا اور مجھے دے کر فرمایا تیرا یہ چراغ نہیں بجھے گا“

مولانا محمد فاضل نے اپنے نواسے کا نام عبداللہ تجویز کیا۔ آپ کو اس سے  
بے حد محبت تھی۔ اسی لیے تعلیم و تربیت کا اہتمام خود ہی فرماتے رہے مگر آپ  
کی وفات (۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء) کے بعد ان کی تعلیم رک گئی۔ لیکن آپ کی روح



مبارک مرقد میں بھی بے قرار ہوئی۔ کہ میرا نواسہ کیوں تعلیم سے محروم ہو رہا ہے۔ اس لئے ایک رات آپ نے عالم رویا میں ان سے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے کہا۔ انہوں نے تعلیم جاری رکھنے کا ارادہ کیا لیکن ان کی والدہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کا فرزند ایک لمحے کے لئے بھی ان سے جدا ہو۔ دوسری اور تیسری رات بھی آپ نے تحصیل علم کا ارشاد فرمایا۔ آخر کار گھر سے دور رہ کر تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مل گئی اور اپنی والدہ محترمہ کی نیک دعاؤں کے ساتھ مزید حصول تعلیم کی غرض سے روانہ ہوئے۔ شکار پور پہنچ کر ایک دینی مدرسے میں داخل ہو گئے اس مدرسے میں سندھ کے ایک بڑے زمیندار کا لڑکا بھی زیر تعلیم تھا۔ جو اب تک 'کرمیا' ہی پڑھ رہا تھا۔ آپ کے استاد نے آپ سے اس طالب علم کو درس دینے کے لئے کہا۔ آپ اسے نیک نیتی سے پڑھاتے رہے۔ جس کے باعث اُس کے والدین نے خوش ہو کر آپ کے لئے باقاعدہ عمدہ کھانا بھجوانا شروع کیا مگر آپ کو یہ بات پسند نہ آئی۔

پہلے آپ نے استاد صاحب کی خدمت میں عرض کرنے کا ارادہ کیا کہ میں اس طالب علم کو درس نہیں دے سکتا پھر استاد کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے خاموش رہے اور اُس مدرسہ ہی کو خیر باد کہہ کر سکھر کے گاؤں "بنگ" چلے گئے۔ وہاں مولانا نذر محمد کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا یہ آخری مرحلہ تھا۔ آپ کے ساتھ سات دوسرے طالب علم بھی اسی منزل میں تھے۔

آپ یہاں دو سال تک رہے اور ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس مدرسے میں کھانے پینے کا معقول بندوبست نہ تھا۔ ہر طالب علم کے حصہ میں جوار کی چوتھائی روٹی آتی تھی۔ شکار پور آپ نے لذیذ کھانوں کی وجہ سے چھوڑا تھا۔ یہاں قدرت نے جوار مہیا کی۔ آپ اسی حال میں خوش رہے اور اپنے دُر مقصود کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔

آپ نے ڈھاڈر میں دینی مدرسہ بھی قائم کیا۔ جس سے اس علاقے کی معزز ہستیاں بہرور ہوئیں۔ ان میں سے سید اورنگ شاہ اور سید عبدالمجید شاہ زیادہ معروف ہیں۔

گرمیوں میں آپ سریاب (کوئٹہ) تشریف لاتے کیونکہ ڈھاڈر کی گرمی ناقابل برداشت ہوتی ہے۔

سریاب میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ منقطع نہ ہوتا تھا۔ آپ فتوے بھی لکھ دیتے تھے۔ اپنے تبحر علمی کے باعث ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۵ء سے ۱۳۵۶ھ / ۱۹۴۱ء تک سابقہ ریاست قلات کے قاضی القضاة رہے۔ آپ نے قطب عصر حضرت خواجہ محمد عمر چشموی (۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء - ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء) کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ ایک خوشگو شاعر بھی تھے۔ مرشد کے ارشاد پر نقش بندہ مجددی سلسلہ کا منظوم شجرہ بھی تیار کیا جو آپ کی غادر لکھنؤی کا منظر ہے۔ آپ کا وصال یکشنبہ ۱۱ صفر المنظر ۱۳۶۳ھ بمطابق ۶ فروری ۱۹۴۴ء کو رات کے وقت ہوا۔ آپ متعدد کتب کے مصنف تھے۔ مشہور اور اہم کتابیں یہ ہیں:

۱۔ افازۃ المصلیٰ۔

اس میں نماز حنفی کے جامع مسائل صحیحہ پر بحث کی گئی ہے۔ یہ عربی میں لکھی گئی ہے اور ساتھ ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے۔ یہ اٹھاسی صفحات پر مشتمل ہے اور پہلی بار سوموار ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء کو کوئٹہ پرٹیوٹیم پریس وطن بلڈنگ لاہور میں چھپی۔ اس کی کتابت مولف کے فرزند مولانا عبد الباقی درخانی نے کی تھی۔

۲۔ سلسلہ قبلہ چشموی

یہ کتاب فارسی نثر میں ہے۔ اس میں سلسلہ نقش بندہ مجددی کے بزرگوں کے حالات مندرج ہیں۔ کتاب کی افادیت میں اس بات سے اضافہ ہوا ہے

کہ اس میں بلوچستان کے مقام چشمہ شریف متصل کوئٹہ کے نقشہ بند یہ مجددیہ  
بزرگان دین کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ کتاب ۲۱ صفر ۱۳۲۵ھ / ۱۹۲۶ء کو مطبع  
کرمی نزد کوٹوالی قدیم لاہور باہتمام میر قدرت اللہ منہجر پرنٹر و پروپرائٹر  
چھپی۔ اس کا سرورق جمیل احمد خوشنویس و آرٹسٹ لاہور نے تیار کیا  
تھا۔ آج کل نایاب ہے۔

۳۔ فتویٰ درخانی۔

یہ کتاب فارسی تشریح ہے اور اس کی دو جلدیں ہیں۔ اب تک غیر  
مطبوعہ ہے۔ آپ نے جو شرعی فیصلے کیئے اُن کو قلمبند کیا گیا ہے۔

۴۔ تحفۃ العوام۔

۵۔ راہ نامہ۔

۶۔ کنز اخبار (یہ قلمی صورت میں مولانا عبدالباقی درخانی کے پاس محفوظ  
ہے)۔

۷۔ سفر حجاز درخانی۔

یہ کتاب بھی فارسی تشریح ہے۔ آپ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں مکہ معظمہ  
مدینہ منورہ اور دیگر مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے  
بڑے دلچسپ، رواں اور دلنشین انداز میں سفر حجاز کے واقعات کو ۱۳۶۱ھ /  
۱۹۴۲ء میں صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔

۸۔ شمائل شریف۔

براہوتی منظوم کتاب ہے۔ ۱۲۰ صفحات پر مبنی ہے۔ سن تالیف ۱۵ جمادی  
الثانی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۶ء اور سن طباعت ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء ہے۔ دوسرا ایڈیشن  
۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ / ۴ ستمبر ۱۹۳۱ء کو شائع ہوا تھا۔ یہ گیلانی الیکٹرک  
پریس لاہور میں چھپا تھا۔ اس میں حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے  
شمائل و خصائل کا بیان ہے۔ مولف نے مستند کتب جیسے شمائل ترمذی،

معارج النبوة، نزہتہ المجالس وغیرہ سے استفادہ کیا ہے پہلے حدیث پھر نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجئے  
 ثناتنا کلنا لائق خدائے + منترہ پاک خواجہ کلنائے  
 حکیم اے نیک بدکل خلق اونا + تنخو کے ہر گڑاٹی حکمت اونا  
 مزیک کافر س گردن پائے + خداتے کرینے دا گڑائے

ترجمہ :-

”تمام تعریفیں خدا تعالیٰ کے لیے ہیں۔ وہ منترہ پاک ہے سب کا مالک  
 ہے۔ وہ حکیم ہے نیک اور بد سب اس کی مخلوق ہیں۔ ہر شے میں  
 اس کی حکمت نہاں ہے وہ شخص کافر ہو جاتا ہے جو یہ کہے کہ اللہ  
 تعالیٰ نے اس شے کی تخلیق کیوں کی۔“

محمد مصطفیٰ نورے خدانا + جہاں مس اوڑ کہ او سبے جہاں نا  
 رسولاتے کرے رب امت اونا + ملائک جن و بندغ امت اونا!  
 بڑا زعرشاں مس معراج اونا + موسیٰ نا طور مس آسمان عیسیٰ نا

ترجمہ :-

”محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک تعالیٰ کے نور ہیں۔ تمام  
 جہاں آپ (صلعم) کے لیے پیدا کیا گیا اور آپ (صلعم) اس کی  
 روح ہیں۔ (لَوْلَاكَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ - کی جانب اشارہ ہے)  
 اشارہ ہے) دوسرے رسول آپ صلعم کی امت میں شامل ہوئے  
 ملائک، جن اور انس آپ کی امت ہیں۔“

آپ صلعم کا معراج عرش سے بھی اُس پار ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ  
 السلام کے لیے ”طور“ تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے  
 ”آسمان“ تھا۔

بخاری شریف (کتاب الایمان) میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایومن احدکم حتی

اكون احب اليه من والده وولده و التماس اجمعين“ (تم  
 میں سے کوئی (کاملاً) مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں صلی اللہ علیہ وسلم  
 اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوں)  
 صحابہ کرامؓ نے دل و جان سے آپ صلعم کے اس ارشاد مبارکہ پر عمل پیرا ہو کر  
 دکھایا۔ اس حدیث شریف کا مولانا عبداللہ نے اس طرح ترجمہ کیا ہے۔

مفک مومن کس خالی عملت او + نماز روجہ حج او زکوٰۃ او  
 مگر بھاز دوست تو رہے شاہے خوبان + چنانچہ لمہ بادہ کل جہاں نان

ترجمہ :-

”کوئی شخص بھی نماز روزہ حج اور زکوٰۃ سے اس وقت تک کاملاً

مومن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ آپ صلعم سے اپنی اولاد، اپنے

والدین اور سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے۔“

ص ۸۳ سے شمائل شریف کا بیان ہے۔ شمائل کے متعلق نبی کریم صلعم نے

ارشاد فرمایا ہے مَنْ قَرَعَهُ شَمَائِلِي نَاظِرُنِي فِي مَجْلِسٍ (جنہ پر

(صلعم) شمائل پڑھے گویا اس نے مجھے (صلعم) مجلس میں دیکھا۔

کتاب کا اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے۔

خدا توفیق تیس خیر ط ختم مس + جمادی آخری پانزدہ تاریخ مس

بخواننگادیتہ نیمرو چس جمعہ نا + وسلس بیست و پنج چانزدہ صدی نا

ترجمہ :-

”اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دے کہ کتاب بخیر و خوبی تمام ہوئی

جمادی الآخر کی پندرہ، جمعہ کے دن اور دوپہر کے وقت ۱۳۲۵ھ

کو مکمل ہوئی۔“

۹۔ معجزات شریفہ :

یہ منظوم کتاب براہوئی میں ہے۔ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق یکم جولائی

۱۹۳۱ء کو عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی میں چھپی۔ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔  
 آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ پھر نعت شریف اور درود شریف پڑھنے کے فوائد  
 درج ہیں۔ اس کے بعد کم و بیش ستر معجزات کا بیان ہے۔ ص ۷۷ پر قصیدہ  
 نعتیہ بہت متاثر کن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ 'ہر چہ از دل خیزد بردل ریزد'  
 والا معاملہ دکھائی دیتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے

مُو کو تھے اُرائے  
 کیوت کرے ثنائے  
 تو لوک خسا یہ غائے

تورات انجیل و شادی  
 تِسْر مبارک بادی  
 بَریک نبی ؐ ہادی

او خواجہ مس لولاک  
 سجدہ کبیرتہ بہداک  
 ہم بوٹو و درختاک

ترجمہ :-

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غار ثور میں تشریف لے گئے تو  
 مکڑی نے غاز کے دہانے پر جالا بنا۔ کبوتری نے ثنا بیان کی  
 اور انڈا سینے لگی۔“

تورات اور انجیل میں یہ خوش خبری آئی اور مبارک باد  
 کے پیغام آئے کہ نبی اور بادی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف  
 لارہے ہیں۔ آپ صلعم آقائے ’لولاک‘ ہیں۔ آپ صلعم  
 کو چو پالیوں، جسڑی بوٹیوں اور درختوں نے بھی  
 سجدہ کیا۔“

مولانا نبوجان مولانا محمد فاضل درخانی کے ایک قابل احترام شاگرد تھے جو مستونگ کے قریب چوتو کے قبرانی یا قمبراڑی قبیلے کے فرد تھے۔ آپ ایک جید عالم اور جلیل القدر مصنف تھے۔ ان کا ایک عظیم کارنامہ ملا ملک داد کی تصنیف ”تحفة العجائب“ کی طباعت تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ بلوچستان کے جن مذہبی رہنماؤں نے عیسائی مبلغین کی کوششوں کو بُری طرح ناکام بنایا ان میں آپ کی حیثیت ممتاز ہے۔ آپ نے ان کے حربے سے یوں پناہ مانگ کر اپنے پروگرام کا آغاز کیا:

یارب رحیم ورحمان شیطان نامکرو دامن

آسمان زمین نانا مان بخشے نئے خدایا!

(اے رب تو رحیم ورحمان ہے۔ ہمیں شیطان کے مکر و فریب سے

بچا۔ آسمان و زمین کے درمیان اے خدا ہمیں بخش دے)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی۔ ایک جانب انگریز تھے جن کے پاس سرمایہ کی فراوانی تھی اور وہ اپنے پمفلٹوں کی تعداد اشاعت میں روز بروز اضافہ کرتے رہتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ عیسائی مبلغین نے گاؤں گاؤں جا کر غریبوں کو پیسوں اور کھانے پینے کی چیزوں کے ذریعے بہکانے کی سعی کی۔ وہ قافلوں کے ہمراہ بھی رہتے تاکہ ان کے ساتھ میل جول بڑھا کر تبلیغ کر سکیں دوسری طرف مولانا اپنی کم مائیگی کے باعث اپنی تصانیف کی تعداد اشاعت نہ بڑھا سکے۔ خود بھوکے رہے لیکن اپنا اثاثہ مذہبی کتابوں کی اشاعت پر لگا دیا نتیجتاً لوگ رات کو آگ کے قریب بیٹھ کر مولانا کے مذہبی اشعار ترنم سے پڑھتے اور دوسرے انہیں بڑی لگن کے ساتھ سُنتے۔ یوں مولانا کی کتابیں کم چھپیں مگر ان سے نسبتاً زیادہ لوگ بہرہ یاب ہو سکے۔

آپ کی مشہور ترین تصانیف ”تحفة الغرائب“، ”ناصح البلوچ“ اور ”نصیحت نامہ ہیں۔ ”تحفة الغرائب“، ملا ملک داد کی تصنیف ”تحفة العجائب“ کے موضوعات

پسندیدہ پرہی لکھی گئی ہے۔ جن کا پہلے ذکر آچکا۔ نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ چند ایک یہ ہیں:

محمد مصطفیٰ خلق خُدا نا + شرف دار سن تما جہان نا  
رسول ربّ نارائی کرک + چراغ دین ناروشن کرک  
یقین چاب محمد مصطفیٰ + شفا کل تک اوست خُدا  
خدا نا پار کا حقّت سلک + نہ حکماتیاں چسب ترک  
الہی امتان ا، نانن کس + نہ ایمان متنی قبرقی رس  
مسلمانا کب ذکر خدا نا + کہ پاب نمر درود مصطفیٰ نا

ترجمہ ۲۔

محمد مصطفیٰ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ آپ دونوں جہان میں شرف دار ہیں۔

آپ ربّ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ آپ دین کے چراغ کو روشن کرنے والے ہیں۔

لوگو یقین جانو محمد مصطفیٰ ہیں۔ آپ ہمارے لئے شافع ہیں۔ اور آپ خدا کو بہت محبوب ہیں۔

آپ خدا کی جانب سے حق بیان کرنے آئے ہیں اور ہمیں حق کا حکم دینے والے ہیں۔

یا الہی ہمیں مصطفیٰ کا امتی بنا۔ اور ہمیں ایمان کے ساتھ قبر میں اتار۔

اے مسلمانو تم خدا کا ذکر کرو۔ اے لوگو تم محمد مصطفیٰ پر کثرت سے درود و سلام بھیجو۔

دناصح البلوچ، چھوٹی بھر کے استعمال، بر محل الفاظ اور مصرعوں کی تکرار کا خوبصورت نمونہ ہے۔ جیسے



اول صفت خُدا نا + بے چون و پا دشاہ نا  
خلاق و رہ نما نا + کر بندگی خدا کن

ترجمہ :-

(سب سے پہلے خدا کی تعریف کرتا ہوں۔ جو بہت بڑا بادشاہ ہے)

(وہی سب کا خالق اور پروردگار ہے۔ خدا کی بندگی کر)

محمد نبی برک + احوال نن ترک

امر نہی کرک + کن پی شروی نبینا

ترجمہ :-

(محمد اللہ کے نبی برحق ہیں۔ میں بیان کرتا ہوں کہ آپ نبی

کی پیروی کریں)

صَلُّوا عَلٰی مُحَمَّدٍ + صَلَّوَاتِ بِرِ مُحَمَّدٍ

دست رہنا محمد + کن پی شروی نبینا

ترجمہ :-

(محمد پر سلام و درود بھیجو محمد اللہ کے محبوب ہیں۔ آپ نبی کی

پیروی کریں)

منہ بیت جوڑ کیوا + برا ہوئی ایت پنت تیوا

اف زندگی کہیوا + معاف کرنے خدایا

ترجمہ :-

(یعنی میں نے کچھ باتیں یا پسند و نصح کہی ہیں۔ برا ہوئی میں وعظو

نصیحت کی ہے۔ اُف زندگی ختم ہے۔ اے خدایا! مجھے معاف فرما)

بلوچستان میں ولور کا رواج ہے۔ مولانا نبوت جان نے سب سے پہلے

اس قبیح رسم کے خلاف کھا۔ قوی رسوم کے خلاف آواز اٹھانا معمولی بات نہیں

آپ نے اس جہالت کے دور میں جس جسارت کا مظاہرہ کیا وہ قابل توصیف

ہے فرماتے ہیں:  $\text{نفع چاگندا اے} + \text{حیا خواجہ نہ شرمندہ اے}$

$\text{نفع چاگندا اے} + \text{حیا خواجہ نہ شرمندہ اے}$

اے رب تعالیٰ مہربان + ایت پناہ فی دافستان

ترجمہ:-

(اے برادران عزیز یہ جان لو کہ یہ ”نفع“ خراب ہے کیونکہ اس

نفع کا مالک (اپنے ضمیر میں) شرمندہ ہے۔ اے مہربان رب العالمین!

ان سے ہمیں پناہ دے)

ساتھ ہی آپ نے شادی بیاہ کے موقعوں پر قبیح رسوم سے بھی باز رہنے

کی تلقین کی۔ آپ کی تنقید کا مفہوم یہ ہے کہ یہ فعل مناسب نہیں کہ مرد اور

عورتیں ایک ساتھ مل کر رقص کریں اور عورتیں بھڑکیلے لباس پہن کر اپنے

حسن کی نمائش کریں۔ جب انہوں نے یوں کیا تو سمجھ لو کہ انہوں نے اپنی

عاقبت کو تباہ و برباد کر ڈالا۔

جس طرح مولانا الطاف حسین حالی نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو

بُری رسوم سے آگاہ کر کے ان کو ترک کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا اسی طرح

بلوچستان میں وہی انداز مولانا نبوجان نے اپنایا۔ اُن کے ”نصیحت نامہ“ کو

ہم براہوٹی زبان کا مسدس طالی کہہ سکتے ہیں۔ دونوں نے قوم کو خوابِ خرگوش سے

بیدار کر کے دین کی صحیح تبلیغ کی۔ آپ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں طاعون کی وبا میں

رحلت فرما گئے۔ محمد صدیق نے کہا تھا:

صد افسوس و ہزاران درد و ارمان

کہ رفتہ زین جہان حاجی نبوجان

بلوچستانیاں را بد چٹراغی

کہ زوشد دین احمد را فشروغ

لہ اتحاد بلوچان (بفقتہ وار) کراچی ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۴ء

قصیدہ مثرثیہ در ہر زبانے  
بگتے بے تشکل در زبانیے

دعائے صبح شام وائے عزیزان  
برائے وے شما باشید جو یان

صدیقاً تو چہ راستی پریشان  
بکن پر ہیز از گمراہ پیگردان

مولانا عبدالمجید چوٹوٹی مولانا نبوجان کے فرزند ارجمند تھے۔ جنہوں نے  
مولانا محمد فاضل اور اپنے والد محترم سے بیک وقت علمی دینی اور باطنی استفادہ  
کیا۔ ان کی مندرجہ ذیل کتابیں زیادہ مشہور اور یادگار ہیں۔  
۱۔ مُفْرَحُ الْقُلُوبِ،

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۵ء میں چھپن صفحات پر مشتمل شائع  
ہوئی۔ یہ براہوئی غزلیات کی اولین کتاب ہے۔ اور فارسی طرز حروف نہجی  
کی رعایت سے مرتب کی گئی ہے۔ کل اشعار ۵۸۰ ہیں۔ کہیں کہیں مناجات  
اور مولود شریف بھی درج ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی کے الفاظ میں ”مُفْرَحُ  
الْقُلُوبِ“ باعتبار زبان بہت ہی دلچسپ ہے۔ عبارت آسان اور سہل ہے۔  
سادگی، سلاست اور ترنم اس کتاب کے جوہر ہیں۔ اشعار میں روانی، بے تکلفی  
اور آورد کی بجائے آمد ہے۔“  
۲۔ گلشن راغبین (بزبان براہوئی)۔

جس کے آخر میں مولانا نبوجان کی فارسی زبان میں مناجات بھی درج ہے۔

۱۔ اور نیٹیل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۶۲ء، براہوئی زبان و ادب، سید کامل قادری  
ص ۱۵۔

۲۔ ایہنامہ بلوچی دنیا ملتان اکتوبر ۱۹۶۶ء، حضرت علامہ محمد دین پوری، عبدالرحمن براہوئی

۱۔ قدیم براہوئی شعرا حصہ اول، ص ۶۲

مولانا نے دینی مسائل کو سلیس، عام فہم اور پر خلوص لب و لہجے میں تحریر فرمایا ہے۔ مناجات، نعتیہ اشعار اور مولود شریف بھی موجود ہے۔ کتاب کا جو نسخہ اس وقت میرے پیش نظر ہے وہ ۶۲ صفحات (۹ ۱/۴ x ۷ ۱/۴) - بار سوم) پر مبنی ہے جسے مولوی ابوبکر و عبدالغفور و عبدالحی درخانی نے البرٹ پریس کوئٹہ میں چھپوا کر ڈھاڈر - بلوچستان سے شائع کیا۔ گلشن راغبین ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۶ء میں مکمل ہوئی تھی۔ چند نعتیہ اشعار یہ ہیں:

رَبِّ نَبِيٍّ كَهْرَسِ شَافِيٍّ كَجَمِينٍ + چَاخَنَكِ كَنَّا مَسْرُودِيْنَ

پَنْ خَلِيْپِرَا نَا مَتُّ پَنْ + خَنْتَا كَنَّا نُوْرَ مُحَمَّدٍ

نِيْ تَمَّ جِهَانَ تَا خُوْا حُبُّسُ + بُوَارِ ثَنَا تَا وَارِ نَهْ شُسُ

هَمْرُبُ كَسَا تَانِيْ كَسَسُ + خَنْتَا كَنَّا نُوْرَ مُحَمَّدٍ

رَبِّ پَارِنِ خِيْرَ الْبَشَرِ + خَنْتَا كَنَّا نُوْرَ مُحَمَّدٍ

اَسْ وَارَكْنِ اَتِ زَنَانِ + تَنْ نَبِيْ اَخِرِ زَمَانِ

ترجمہ :-

(باری تعالیٰ نے آپ کو شافع چنا۔ جس کی وجہ سے میری آنکھوں کو

ٹنڈک محسوس ہوئی۔)

(میں نے اس دنیا میں آپ جیسا نہیں دیکھا۔ محمد میری آنکھوں کے

نور ہیں۔)

(آپ دونوں جہان کے مالک ہیں۔ آپ لاوارثوں کے وارث ہیں)

(آپ بے کسوں کے وارث ہیں۔ محمد میری آنکھوں کے نور ہیں۔)

(باری تعالیٰ نے آپ کو خیر البشر کا لقب دیا ہے۔ محمد میری آنکھوں

کے نور ہیں)

(اے نبی آخر الزمان مجھے ایک بار اپنا دیدار

کرا۔)

بلوچستان میں ایک رسم تھی کہ پیشہ ور، معصوم بچوں کو اغوا کر کے ان سے رات کے وقت رقص کا کام لیتے تھے۔ آپ نے اس قبیح رسم اور مجالس عیش و طرب کے خلاف ”گلشن راغبین“ میں ایک مکمل باب لکھا ہے اُس کے آخر میں کہتے ہیں ۷

ہدایت کرک تابتنت خُدا یا

اِپہ تہ فی تینٹ گُناغا

ترجمہ :-

(اے رب تو ان کو ہدایت دے اور ان مسلمانوں کو گناہ سے

دور رہنے کی توفیق عطا فرما (آمین)۔

اسی کتاب کے ایک باب میں نیم مُلا کی کمزوریاں بیان کی گئی ہیں جیسے

نے خدا علم تس عمل کر با صفا

خوش مریر نیان خدا و مصطفیٰ ام

علم رینگا بنیان وارثی

فی گُٹہ اسر دُھنکہ سنگِ فارسی

ترجمہ :-

(خدا نے تمہیں زیور علم عطا کیا ہے اس لئے تم اچھے عمل کیا کرو تاکہ

خداے تعالیٰ جل شانہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے راضی

ہو جائیں۔ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت میں ملا ہے۔

اس لئے تم سنگِ پارس بن کر لوگوں کو اپنی محبت سے کندن بنالو)

ہم غُٹرانا مونے نیتو خنپُٹرہ

فی غُٹرانا نفسنا مردس سلم

ترجمہ :-

(اے نیم مُلا! میں تمہارے چہرے پر جہاد کے آثار نہیں دیکھ رہا

ہوں اگر تم مرد میدان ہو تو سب سے پہلے اپنے نفس کے

خلاف جہاد کر کے اسے مار ڈالو)

۳۔ ”دُرُ الجیدی“۔

۱۳۲۷ھ میں مکمل ہوئی۔ ۱۳۶ صفحات (۹ ۱/۴ × ۷ ۱/۴)۔ بار ششم) پر

مشمول ہے۔ مولوی عبدالغفور درخانی نے البرٹ پریس کوئٹہ میں چھپوا

کر بلوچستان سے شائع کی۔ سن اشاعت: اپریل ۱۹۵۸ء (بار ششم)

اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، انسان کا مرنا اور روح کا

آسمان کی طرف جانا، قبر کے حالات، قیامت کے وقت صور پھونکنے کا

حال پھر دوبارہ مردوں کا زندہ ہونا وغیرہ کا بیان ہے۔

تمدنیہ اور نعتیہ اشعار کے علاوہ آنحضرت صلعم کے نور کی پیدائش کا

بھی اچھا خاصا ذکر موجود ہے۔ ”بیانتی پیدا مننگ نور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نا“ کے تحت اشعار کی تعداد ۲۵ ہے۔

۴۔ جوشِ حبیبؐ :-

۱۲۰ صفحات (۹ ۱/۴ × ۷ ۱/۴) پر مشتمل ہے۔ تاریخ اشاعت ۱۲ شوال

۱۳۵۷ھ۔ بحسب ارشاد میاں محمد عبدالباقی مقام سردہ اسٹیشن سریاب

بلوچستان۔ ص ۱۱۶ تا ۱۱۹ محمد عبدالباقی درخانی کی نظم ”در تعریف بزرگان

اکمل“ (۳۸ شعر) درج ہے۔ پہلا شعر یہ ہے :-

بزرگس بِل اس دستس خُدا نا

سَلکس پیرو یا مُصطفیٰ نا

ترجمہ :-

(آپ بزرگ اور خدا کے بڑے دوست ہیں۔ مصطفیٰ کی پیروی کیجئے)

نقشبندی سلسلے کے بزرگوں جیسے مولانا محمد فاضل درخانی، مولانا محمد

صدیق مستونگی، حضرت محمد عمر وغیرہ کا ذکر خیر ہے۔ علاوہ ازیں اشعار کی

تعداد ۵۳۲ ہے۔

گلزار یوسف کے خاتمے پر آپ کی جو ایک غزل چھپی ہے اُسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم کے دیدار سے مُشرف ہوئے ہیں اور پھر جمال جہاں آرا سے مشرف ہونے کے متمنی تھے۔

جوش حبیب کے اشعار آنحضرت صلعم کے فراق میں دل کی پہنائیوں سے نکلے ہیں۔ رواں اور شیریں ہونے کے ساتھ ساتھ درد و اثر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جیسے

رب کرز باہر دجہاں شافی ن

حمدنا تاج تحس کا نما برا حمدا

زیادہ کُلاناً دست کناشان شرف

نی تنیا کپت کن خواجہ شکر الودا

نک یا شاہ رُسل اُست کنا پتتس

ہر خدا ۽ کنیان تن کپتہ جُدا

ترجمہ :-

(آپ کو رب تعالیٰ نے دونوں جہانوں کے لئے شافع بنایا ہے

خدا کی تعریف کا سہرا احمد مجتبیٰ کے سر ہے)

(میرے حبیب آپ کی شان، شرافت سب سے زیادہ ہے۔

آپ سے استدعا ہے کہ آپ مجھے اپنی قربت سے دور نہ رکھیں۔)

(یا شاہ رُسل! میرا دل آپ کے لئے زخمی ہے۔ خدا کے لئے آپ

مجھے اپنے سے جُدا نہ کیجئے۔)

مولانا عبدالمجید چوتوئی کی ایک قلمی کتاب ہے: ”کُل خطبہ بزبان براہوئی

۱۰ بشکریہ ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی ہدہ۔ کوئٹہ۔

ترجمہ آیات کلام ربانی و احادیث سرور دو جہاں المسیٰ بہ  
شمع القلوب لاصراق الذنوب“

اس کے کل صفحات ۱۸۹ (تقطیع - ۱۳ x ۸ ۱/۲) ہیں۔ براہوئی نثر و نظم پر مشتمل ہے۔ کاتب مولانا عبدالعزیز قلندر رازی پسر ملا آزمات (مولف قصص الانبیاء، (کان جواہر)، ص ۱۶۸، ۱۹۲۵ء قیمت ۵ روپے مطبوعہ مولانا عبدالغفور درخانی تاجر کتب) ساکن ٹلی علاقہ مستونگ روڈ ہے۔ خطی نسخہ قریباً نصف صدی پرانا ہے۔ اس میں نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں۔ چند ایک یہ ہیں :

بنیک کل حشری نفسی نفسی کیر یا شافی سے

پدین خوشبو سبخانا خدا نادوست رسول اللہ

برون فریاد خلون نیا لبیک پاروس نئے وارث

کروس نازنی تینار با خدا نادوست رسول اللہ

بفرجوش کیک کنا ہر دم خون لورہ۔ نیس نا

ہشاس استے کنازیا خدا نادوست رسول اللہ

رسول اللہ نادر بارار سیفتنے مجید نامے اے

گناہ تن برکت او نا کروئے معاف نیامے اللہ

ترجمہ :-

(اے شافع محشر حشر کے روز تمام انبیاء نفسی نفسی پکاریں گے آپ کے

کے سائے سے ٹھنڈی خوشبو ملے گی۔

اے وارث امت جب ہم فریاد اور زاری کرتے ہوئے آپ کے

پاس آئیں گے تو آپ لبیک گے۔ اے رسول اللہ اللہ کے دوست

اس وقت آپ اپنے رب پر ناز کریں گے (ہمیں بخشو ایسے گے)۔

اے دل میں آپ کے جلوہ نور کو دیکھنے کی تمنا ہے۔ اے رسول اللہ



اللہ کے دوست، اے ماہِ طلعت (اپنے جلوے سے) مجھے خاک کر دیا۔ آپ کا غلام مجید آپ کے دربار تک پہنچ گیا۔

آپ کے صدقے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف کر دے گا۔)

علامہ محمد عمر دین پوری مستونگ (قلات ڈویژن) کے قبیلہ پندرانی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عطا محمد بھیڑ بکریوں کے مالک تھے۔ اس لیے آپ نے اپنی زندگی کے ابتدائی ایام بھیڑ بکریاں چرانے میں صرف کیے گو آپ والدین کے حکم کے آگے مجبور تھے لیکن آپ کا دل بھیڑ بکریاں چرانا نہیں پاہتا تھا بلکہ جب بھی فرصت ملتی تو کلام پاک کا درس لیتے۔ چونکہ انہیں فہم و ادراک کا وافر حصہ ملا تھا اس لیے تھوڑی مدت میں مولانا ڈاہی مرحوم کی شاگردی میں قرآن مجید ختم کیا۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ اب آپ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے مولانا عبدالغفور بہا یونی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور تین برس کے عرصے میں کتب متداول کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ بعد ازاں آپ کا شوق بڑھتا گیا اور تحصیل علم کی خاطر کہیں اور جانے کے لیے سوچنے لگے۔

اُس وقت ڈھاڈر (قلات) میں قصبہ درخاں کا مدرسہ مشہور تھا آپ نے یہاں مولانا محمد فاضل کے چچا زاد بھائی اور شاگرد مولانا عبدالحی کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اُستاد نے آپ کی خداداد قابلیت کا اندازہ لگایا اور آپ کو براہوئی

لہ ثقافت اور ادب وادی بولان میں، ص ۲۲۲ تا ۲۲۵۔

بلوچی دنیا، ملتان، اکتوبر ۱۹۶۶ء۔

تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، چودھویں جلد، (جلد دوم) ص ۴۲۸۔

ماہ نو، لاہور، مئی ۱۹۷۹ء۔

براہوئی زبان و ادب کی مختصر تاریخ، ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی (قلمی)۔

زبان میں کتابیں تصنیف و تالیف کرنے کے لئے کہا آپ نے استاد کی سرپرستی میں اس اہم ترین کام کا بیڑہ اٹھایا۔ اس سے متاثر ہو کر وڈیرہ نور محمد بنگلانی نے ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء میں براہوئی زبان و ادب کی ترقی کے لئے تین ہزار روپے دیئے۔ جو تصنیف و تالیف کے سلسلے کی پیشرفت میں مدد و معاون ثابت ہوئے۔

علامہ محمد عمر دین پوری بیک وقت مصنف، مبلغ، مترجم، مفسر، مؤلف اور فنکار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عملی سیاسی کارکن بھی تھے۔ وہ نظم و نثر دونوں پر یکساں طور پر حاوی تھے۔ آپ نے اڑتالیس کتب براہوئی زبان میں تصنیف و تالیف کیں اور اس اعتبار سے وہ براہوئی کے سب سے بڑے مصنف ہیں۔ آپ کے بعض مسودات و مخطوطات بھی محفوظ و موجود ہیں جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن مجید کا براہوئی زبان میں ترجمہ ہے۔ جس کی شستگی کی تعریف کی گئی ہے۔

۱۸۷۷ء / ۱۲۹۴ھ میں انگریزوں کا کوئٹہ پر قبضہ ہوا۔ اور اس کے بعد انگریزی فتوحات کا سیلابی عمل بلوچستان کے اطراف و اکناف کو اپنی لینیٹ میں لیتا گیا۔ کوئٹہ پر انگریزی قبضہ کے بعد جو نہی انگریزوں کو بلوچستان کے صورت حال پر قدرت حاصل ہو گئی تو عمل نفوذ کے ساتھ عمل تبلیغ بھی شروع ہوا۔ اور یہی ان کی یلغار کا دوسرا دور تھا۔ چنانچہ عیسائی مبلغین بروہی علاقوں میں مصروف عمل ہو گئے۔ ان کا ایک زبردست قائد ریورینڈ ٹی۔ جے ایل میٹر تھا۔ جو برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی سے متعلق تھا۔ وہ ساہا سال تک بروہیوں سے آزادانہ گھلاملا رہا اور پھر اس نے تین حصوں میں اسے براہوئی

۱۔ براہوئی کی لوک کہانیاں، پروفیسر انور رومان، مستونگ، ۱۹۴۵ء ص ۱۰، ۱۱۔

ریڈنگ بک، رومن حروف میں لکھی جو ۷-۱۹۰۶ء میں لدھیانہ میں چھپی۔ اس کا پہلا حصہ ابتدائی معلومات اور آسان مضامین پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ نسبتاً مشکل مضامین پر اور تیسرا حصہ ایک ناولچہ ہے جس میں ایک بروہی سوداگر کی روداد لکھی گئی ہے۔ میٹر اور اس کے رفقائے کار کا نظریہ یہ تھا۔ کہ بروہی عوام سے براہ راست گسل مل کر انہیں زرو جو اہرات اور اختیار و اقتدار کا چسکا ڈال کر عیسائی تعلیمات کا قائل و عامل کروا دیا جائے تاکہ غیر ملکی انگریز حکومت اور بروہی عوام میں کوئی فاصلہ ہی نہ رہے اور کسی مدافعت و مخالفت کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ اس کتاب کے سر حصے کے آخری صفحہ پر یہ عبارت مرقوم ہے:

“

”یہ کتاب، حضرت عیسیٰ کے ان پیروؤں کے نام منسوب ہے جن کو یہ عظیم سعادت نصیب ہو سکتی ہے کہ وہ مستقبل قریب میں بروہی لوگوں کو عیسائی بنالیں“

ان مشنریوں نے ۱۹۰۷ء میں انجیل کا براہوئی ترجمہ بھی شائع کر دیا تھا۔ مولانا محمد عمر دین پوری کا ترجمہ قرآن حکیم (کل صفحات ۱۲۳۸) ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۵ء میں طبع ہو کر براہویوں کے لئے ڈھال بن گیا۔

انگریزوں کے خلاف ملک بھر میں جدوجہد جاری تھی۔ مولانا محمد عمر اس سے لا تعلق نہ رہے اور مولانا عبید اللہ سندھی سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے آپ کو دعوت عمل دی۔ یہ دور ہنگامہ خیز لوں کا تھا۔ سارا ملک انقلابی نعروں سے گونج رہا تھا۔ انگریز خلافت اسلامیہ کے خاتمہ کے درپے تھے۔

ترکی ”مردِ بیمار“ مشہور ہو چکا تھا۔ اس پر آشوب موقع پر علی برادران نے تحریکِ خلافت کا نعرہ بلند کیا۔ ترکِ موالات کی تحریک سے مولانا محمد عمر دین پوری نے صرف نظر نہ کیا۔ وہ مردِ میدان ثابت ہوئے اور مولانا عبید اللہ سندھی تحریک کو لبیک کہتے ہوئے افغانستان باپہنچے۔ جب تحریکِ خلافت ختم ہوئی تو واپس لوٹے۔

واپسی پر جبک آباد کے قریب ایک بستی ”دین پور“ بسائی اور وہیں تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔ مگر آخری عمر میں ”نٹر بینٹ“ علاقہ جھالاوان آگئے اور آخری دم تک مصروفِ تبلیغ و تلقین رہے۔ آپ کے درجنوں رفیقِ کار تھے اور ارادتمندوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ آپ نے ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ کے ایک لختِ جگر مولانا عبداللطیف آپ کے سامنے اللہ کو پیارے ہوئے۔ دوسرے فرزند مولانا محمد شریف بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکے۔ البتہ آپ کی صاحبزادی مائی تاج بانو نے تصنیف و تالیف کے ذریعے آپ کا مشن جاری رکھا۔

ادبی لحاظ سے ان کی سب سے زیادہ مقبول کتاب ”سودائے خام“ ہے جو ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء میں چھپی۔ دوسرا ایڈیشن ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں منظرِ عام پر آیا۔ کل صفحات ۱۳۶ ہیں۔ یہ کتاب نعتیہ، اور عشقیہ غزلیات، کافی، نعت، مولود شریف، مناجات سی حرفی ابیات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ چند نعتیہ شعر یہ ہیں:-

مرحبا ای سرور ہر انبیا تا مرحبا  
 نیاں ہر دم مس کنا دل جان آبخواجه فدا  
 رب ستائش نا کہر صوا الاولین الاخرین  
 نور از دی تس تجلی ناء ایشانیہ

تاج لولاک کا ثناء نارب جہاں نامس تنخوک  
 بیرکت و حمد نامس شرفین باز قیامت  
 نین معراجنارب توارن چاکر باز دستیاں  
 مس مشہور جا بجا از عرش تا تحت السرا  
 جان سینگار جوان کبر رخوراک ہننا گل پلا  
 مس مبارک باد صر جانتھی ہم ارض سما  
 خوک شندک مسن صفت ثنات ربنا  
 خد خدا راضی اہر ہندا تمی ناخش لقنا  
 شر غوغا جا بجا دقیا متنا بر پامرک  
 یاد کن کرنی ہمدم سپت لمتہ باوغا  
 عاجزا محمد عمر نیش ہندا عرض گہ  
 نی حبیبس ربنا ہم نی شفیع روز جزا

ترجمہ :-

(مرحبا اے نبیوں کے سرتاج۔ اے میرے آقا! تجھ پر ہر وقت  
 میرا دل اور جان فدا۔  
 رب نے تیری تعریف میں ہوا اولیس و آخریس کہا نور ایزدی تیری  
 پیشانی سے چمکا۔  
 خدائے جہاں نے تیرے سر پر تاج لولاک رکھا۔ روز قیامت حمد و  
 ثنا کے جھنڈے کو تجھ سے شرف ملیگا۔  
 شب معراج اللہ نے آپ کو پیار سے بلایا تیری عرش سے تحت  
 الثریٰ تک شہرت ہو گئی۔  
 حوروں نے اپنے آپ کو خوب سنوارا۔ زمین و آسمان میں مبارک  
 باد کی صدائیں اٹھیں۔

رب کے ساتھ حوروں نے آپ کی تعریف کی۔ اے خوش لقا!  
خود خداوند عالم اسی میں راضی ہے۔

جب ہنگامہ قیامت برپا ہوگا تو مجھے اور میرے نال باپ کو  
اسی عالم یاد فرمائیں۔

عاجز محمد عمر نے یہی عرض کیا۔ آپ ہی حبیب رب ہیں آپ ہی  
شافع روزِ جزا ہیں۔

نظرِ حالنا ای مصطفیٰ کسر

بیمارِ عشقنا تنہا دوا کسر

مستنِ خوارِ خراب دردِ ان فراقنا

لک من پاش تنہا گلہ خفا کسر

غماں نا بجز نا پیتا کتا مرغ

علاجس نی برکت واسطہ خدا کسر

گلیانا برونی ساہ سر کیو

مروئی خاکِ مدنیہ نادعا کسر

نن ودے نا غمات پاو در

کن تہنت در کنی یک جہا کسر

گنہہ تی محمد عمر غرق اہ چسا

شفاعت ای نبی دے قیامت کسر

ترجمہ ۲۔

(اے مصطفیٰ! میری حالت زار پر رحم فرما۔ اپنے بیمارِ عشق کی

دوا فرما۔

دردِ جدائی سے نوار و خراب ہوئے ہیں اپنے پیول جیسے چہرے

کو دکھا دیجئے۔

غم بدائی سے میری کمر دوہری ہو گئی ہے۔ خدا کے واسطے آپ اس کا علاج کیجئے۔

آپ کے در پر اپنی جان پہنچا دوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ میں خاکِ مدینہ بن جاؤں۔

دن رات کے آپ کے غم کس کو سناؤں۔ مجھے آپ اپنے ساتھ لے جا کر یکجا فرمائیے۔

محمد عمر گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ اے نبی! قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیے۔

مولانا محمد عمر دین پوری نے اپنی بعض دوسری کتب میں بھی حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم کی خدمتِ اقدس میں گل ہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔ مثلاً

۱۔ مشتاقِ مدینہ: نسخہ ۱۳۵۵ء۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول علامہ دین پوری نے لکھا ہے۔ جو مولود شریعت اور نعت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ علامہ محمد عمر دین پوری ”مشتاقِ مدینہ میں گویا ہوتے ہیں:

محمدنا صفت ہر جا اٹھے

درا و پوٹو مش تیاٹے

محمد سرورے انبیا تانا

شاہنشاہ اربے شاہاتہ

محمد صاحب اے لولاک نا

محبوب دوست الے رب پاک نا

پابو جوان اوران پین دیرے

بندہ عاجز قسربان رے

محمد گنڈاڑے بتو کا  
پیدا، سچ کس متو کا

ترجمہ :-

( محمد کی صفت ہر جگہ موجود ہے۔ دریاؤں، میدانوں اور

پہاڑوں پر۔

محمد انبیا کے سردار ہیں۔ آپ شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں۔

آپ صاحب لولاک ہیں۔ آپ اللہ پاک کے محبوب اور

حبیب ہیں۔

مجھے بتاؤ آپ سے بہتر کون ہے (کوئی نہیں) یہ بندہ عاجز

قربان ہے۔

اگر محمد اس دنیا میں تشریف نہ لاتے۔ تو اس دنیا میں کوئی اور

پیدا ہی نہیں ہوتا۔

”مشائقِ مدینہ“ کے حصہ دوم میں مولانا عبدالکریم مینگل کی نعت

اور مولود وغیرہ ہے۔ آپ کا تعلق خواجہ زئی شاخ سے تھا اور قیام کلی کچی

بیگ سریاب روڈ کوئٹہ میں تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی پیاری

آواز عطا کی تھی۔ آپ اپنا کلام ترنم سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے کلام میں

نراکت فکر و ندرت خیال ہے۔ آپ میں حضرت شمس تبریزؑ کی سی مستی تھی۔

۲۔ وبصیر الطیب فی ذکر الحبیب : نسخہ ۱۳۵۲ھ۔

کل صفحات ۱۹۳ ہیں۔ اس میں رسول اکرم صلعم کے اُسوۂ حسنہ مہدانا

وصال منظوم درج ہیں۔

۳۔ فی الفراق : سن طباعت ۱۳۵۵ھ

پیش نظر نسخہ ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کا کتابت

شدہ ہے۔ اس میں حمدیہ اور نعتیہ کلام ہے۔ بطور نمونہ چند شعر



یہ ہیں :-

بَبِ پَانِ دُرُودِ نَبِيِّنَا خَوَاجِعًا  
 دُرُودِنَا اِيْنَ وَخْتِ اِهْدِ سَتَاءِ  
 اِيْنَ مَكَّةَ غَانَ قَافِلَةَ مَسْرِ رَاهِي  
 كَرِّ جَنبِشِ هَرِ اُسْتِ عَاشِقِ اِلٰهِي  
 مَدِيْنَةَ سَلَامَتِ پاڻِ رَعْرَعِ بَبِ اِيْ  
 بَبِ پَانِ دُرُودِنِ تَبِنَا خَوَاجِعًا  
 اهلِ اسْمَانِ نَاكُ خَشِي تَمِي اِيْنَ  
 رَسُوْلِنَا سَبْكُ نَاغْمَكُ هَمِيْنَ  
 خُدَانَا فَضْلِ مَسْرِ اِيْنَ عَاشِقَانَا  
 رَحْمُ بَسِ خُدَانَا اِيْنَ پَوَسَانَا  
 عَرْشِ رَبِّنَا اِيْنَ پاڻِڪِ دَرُودِ  
 اهلِ اسْمَانِ تَاءِ هَنَدَا وُرُودِ  
 وَجِنِّ بَشَرِ تَمِي اَنَا شِنَاءِ  
 بَبِ پَانِ دُرُودِنِ تَبِنَا خَوَاجِعًا

ترجمہ :-

( آؤ مل کر محمد پر درود و سلام بھیجیں۔ کیونکہ دوستو آج سلام  
 بھیجنے کا دن ہے۔

آج مکہ شریف سے قافلہ ہجرت روانہ ہوا ہے آج عاشقانِ الہی کے  
 دل شاد شاد ہیں۔

یہ قافلہ سلامتی کے ساتھ مدینہ کی جانب چلا۔ آؤ مل کر آج محمد پر  
 سلام بھیجیں۔

آج اہل آسمان بھی خوش ہیں۔ رسولِ صلعم کے عاشق آج شاد

شاد ہیں۔

عاشقانِ رسولؐ پر آج خداوند تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا۔ بے بسوں کے لئے آج خدا کا رحم نازل ہوا۔

رب کا عرش بھی آج سلام بھیج رہا ہے۔ اہل آسمان بھی ورد کر رہے ہیں۔

جن و بشر بھی اُس کی تعریف میں مگن ہیں۔ آؤ مل کر آج محمدؐ پر

سلام بھیجیں۔

۴۔ تعلیم السلام :-

حمد اور نعت کے بعد اسلامی تعلیمات سوال و جواب کی صورت میں پیش کی ہیں۔ کل صفحات اسی اور ۱۷ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء کو مکمل ہوئی۔

۵۔ نصیحت نامہ :-

نصائح کے علاوہ اس میں نعت اور منقبت خلفائے راشدین موجود ہے کل صفحات ۶۶ اور سن اشاعت ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء ہے۔ ان کے علاوہ علامہ دین پوری کی مندرجہ ذیل کتب بھی بڑی اہم ہیں:

۱۔ مع العبادۃ :-

کل صفحات ۱۱۲ ہیں۔ ابتدا کے سولہ صفحات نثر میں ہیں۔ پہلی مرتبہ یہ کتاب ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ اس میں دُعا کی قبولیت کے متعلق قرآن و احادیث کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

۲۔ اصل الایمان :-

یہ رسالہ سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اسلام کے پانچ ارکان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سن طباعت ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء ہے۔

## ۳۔ تنبیہ الغافلین :-

ابیات میں اسلامی عقائد بیان کیے گئے ہیں۔ آخری صفحات پر ایک مضمون ہے۔ کل سولہ صفحے ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں چھپی۔

## ۴۔ جہالت بانو :-

یہ کتاب تمثیلی انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ اس میں جہالت کو ابلیس کی زوجہ قرار دیا گیا ہے۔ جہالت بانو اپنا تعارف کرانے کے بعد لوگوں کو گمراہ کرنے کی داستان تفصیلاً خود بیان کرتی ہے۔ جملہ صفحات ۳۴ اور سن اشاعت ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء ہے۔

## ۵۔ ترجمہ کریمیا (منظوم)

کریمیا کا یہ منظوم براہوئی ترجمہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں چھپا۔ اس میں علامہ دین پوری نے بارگاہ ایزدی میں فریاد بھی کی ہے اس کی ابتدا میں حمدیہ اشعار ہیں پھر اپنی مغفرت کی دعا کی ہے۔

## ۶۔ نام حق (منظوم)

اس کا اصل نسخہ فارسی ۴۹۳ھ / ۱۲۹۳ء میں مکمل ہوا۔ جو پنج کتاب میں شامل ہے۔ موجودہ براہوئی ترجمہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔ ضخامت ۲۴ صفحات ہے۔ ۱۸ صفحات پر مبنی ترجمے کے بعد علامہ دین پوری نے ”مناجات“ بدرگاہ قاضی الحاجات تحریر کی ہے۔

## ۷۔ ترجمہ نماز فرانس :-

ضخامت ۲۴ صفحات ہے۔ اس میں وضو، نیم غسل وغیرہ کا بیان ہے۔ سن اشاعت ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء ہے۔

## ۸۔ حفظ الایمان :-

یہ کتاب بڑے سائز کے ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ تمہیدی اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب مولوی خرم علی کی کسی کتاب کا منظوم ترجمہ ہے جو

جو ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ کتاب کے آخر میں بزبان فارسی مناجات ہے۔

۹۔ داستان ورنائی ۲۔

یہ ایک طویل نظم ہے جس میں جوانی کی غفلت شعاری کا بیان ہے نیز شیب و شباب کا تقابل دیا گیا ہے۔ سن طباعت ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء ہے۔

۱۰۔ اشتہا حسرت اظہار ۲۔

اس میں حضرت مولانا محمد فاضل درخانی کی وفات حسرت آیات پر اظہارِ غم کیا گیا ہے۔ سن طباعت ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء ہے۔

۱۱۔ رسالہ دینیات حصہ اول دوم :-

پہلا حصہ ۳۲ اور دوسرا ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ دینی عقائد سوالاً جواباً بیان کئے گئے ہیں۔

۱۲۔ قاعدہ براہویہ :-

یہ براہوی زبان کا ابتدائی قاعدہ ہے اور اس میں عربی رسم الخط کے حروف تہجی ہیں۔ سن اشاعت ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء ہے۔

۱۳۔ داستان ابلیس ۲۔

اس میں ایک بزرگ اور ابلیس کے مابین مکالمہ تمثیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۲ شوال ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء کو مکمل ہوئی اور ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی۔ کل صفحات ۶۴ ہیں۔

۱۴۔ مثال حال ۲۔

۴۶ صفحات پر مبنی ہے۔ نظم و نثر دونوں پر محیط ہے۔ اس میں عام دینی امور کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء میں چھپی۔

## ۱۵۔ تحفۃ الامراء:

اس کے کل صفحات ۵۴ اور سن اشاعت ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء ہے۔  
 کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔ یعنی اس میں طبقہ امراء کو قرآن و حدیث کی روشنی  
 میں ان کے دینی فرائض سے آگاہ کیا گیا ہے۔

## ۱۶۔ لچھرا:

امام غزالیؒ کے ایک رسالے کا ترجمہ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں طبع ہوا۔  
 جملہ صفحات ۷۲ ہیں۔

## ۱۷۔ ثبوت الحجاب بالدلائل والانتصاب حصہ اول:

ایک سو بارہ صفحات کی کتاب ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ اس  
 میں پردہ کے متعلق دلائل قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کئے  
 گئے ہیں۔

## ۱۸۔ آئینہ قیامت:

براہوئی نثر میں یہ کتاب بہت اہم ہے۔ یہ ۱۱۲ صفحات پر مبنی ہے۔  
 اس میں کوئٹہ کے ۱۹۳۵ء کے زلزلہ کی حشر سامانیوں کی تصویر کشی کی گئی ہے  
 اور نیک اعمال کی تلقین کی ہے۔ کتاب تاریخی دستاویز کی حیثیت کی  
 مالک ہے اور کوئٹہ کے بارے میں خاصا تاریخی مواد دستیاب ہوتا ہے۔

## ۱۹۔ ہدایت المستورات:

جملہ صفحات ۳۲ ہیں۔ اس میں صنفِ نازک کے لئے دینی ہدایات  
 درج ہیں۔ سن طباعت ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء ہے۔

## ۲۰۔ اعلان واجب البیان نمبر ۱:

کتابچہ غالباً ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا۔ اس میں قرآن شریف، احادیث نبویؐ  
 کے مطالعے کے لئے کہا گیا ہے۔

۲۱۔ الحق :-

یہ دینی رسالہ بیوہ ام شریف و ام حنیف (علی الرعم مراد خاتون و ہزار ناز) کے نام سے درج ہے۔ سن طباعت ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء ہے۔

۲۲۔ ملا ارانا (گھر کا مولوی) :-

یہ نثری کتاب علامہ دین پوری نے ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء میں لکھی اور طبع اول کے چھتیس برس بعد دوسرا ایڈیشن رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء میں منظر عام پر آیا۔ دوسرا ایڈیشن براہوئی کے مشہور شاعر و ادیب خلیفہ حاجی گل محمد نوشکوی کی کوشش اور علامہ کی صاحبزادی بی بی تاج بانو کی اجازت سے چھپا۔

کتاب کا نام 'ملا ارانا' رکھنے کی وجہ فاضل مولف یوں بیان کرتے ہیں۔ "اس رسالے کا نام ملا ارانا (گھر کا مولوی) اس لئے رکھا گیا کہ اس رسالے کے مسائل اپنے عنوان سے گویا یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسائل شرعیہ سے واقف ایک ملا ہے اور وہ گھر میں وقتاً فوقتاً مسائل شرعیہ سے آگاہ کرنا رہتا ہے۔"

۲۳۔ دافع الوسواس :-

جملہ صفحات ۵۶ ہیں۔ اس میں شرعی احکامات کی صراحت کی گئی ہے۔ سن طباعت ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء ہے۔

۲۴۔ مفتاح القرآن :-

قرآن مجید کے انتیسویں پارے کی تفسیر ہے کل صفحات ۱۸۴ ہیں۔ سن طباعت ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء ہے۔

۲۵۔ تفسیر پارہ تیس :-

تیسویں پارہ کی یہ تفسیر ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔

۲۶۔ تفسیر پارہ چہارم :  
چوتھے پارہ کی یہ تفسیر ۱۲۲۷ھ / ۱۹۲۸ء میں طبع ہوئی۔ کل صفحات  
۳۲۰ ہیں۔

۲۷۔ ہدایت قادریہ :-  
پالیس صفحات کی اس کتاب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے  
ہدایات کو عام فہم زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ سن طباعت ۱۳۶۵ھ  
/ ۱۹۴۵ء ہے۔

۲۸۔ شرح اصول ستہ :-  
کتاب اسم بالمسمیٰ ہے۔ جملہ صفحات ۱۲۸ ہیں۔ اس کی اشاعت ۱۳۶۵ھ  
/ ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔

۲۹۔ مجموعہ ضبط :-  
اس کتاب میں تمام سال کے خطبات جمع ہیں۔  
مائی تاج بانو علامہ محمد عمر دین پوری کی صاحبزادی ہیں۔ اپنے  
والد محترم کے نقش قدم پر چل کر خواتین کی تبلیغ کے لئے کوشاں ہوئیں۔  
معاشرتی و مذہبی اصلاح کی خاطر آپ نے 'تسریع النساء' دو بلدوں  
میں لکھی۔ یہ دونوں جلدیں ۱۳۵۳ھ (۱۹۳۴ء) اور ۱۳۵۴ھ  
(۱۹۳۵ء) میں شائع ہوئیں۔ ان کی ضخامت چونسٹھ پونسٹھ صفحات  
ہے۔

محترمہ حمد، نعت، منقبت، مرثیہ، اخلاقی غزل اور دینی سے بھی  
خصوصی لگاؤ رکھتی ہیں۔ آپ براہوئی زبان کی اولین ادیبہ، شاعرہ اور  
مرثیہ نگار ہیں۔

ویسے تو علامہ دین پوری نے دو جنوں اچھے شاگرد چھوڑے۔ مگر ان  
کا شاہکار ان کی صاحبزادی مائی تاج بانو ہیں۔

تاج محمد تاجل کی ولادت ۱۸۳۱ء میں ضلع کچھی کے گاؤں گڑھ میں ہوئی۔ آپ کا تعلق بنگلہ کی قبیلہ کی شاخ گواہرام زئی سے تھا۔ آپ کے والد محمد صادق اور دادا تاج محمد مزارع تھے۔ آپ کی پیدائش کے وقت چونکہ دادا زندہ نہ تھے۔ اس لیے آپ کا نام دادا کے نام پر رکھا گیا۔ والدین پیار کے باعث آپ کو پچھن ہی سے تاجل کہا کرتے تھے۔ چنانچہ بعد میں یہی عرف آپ کا تخلص بن گیا۔

ابھی آپ پانچ برس کے تھے کہ مسجد میں قرآن خوانی کے لیے بھجوائے گئے۔ آپ نے کچھ ہی عرصے میں قرآن مجید ختم کیا۔ آپ کی آواز نہایت سریلی تھی اس لیے جب قرآن شریف کی تلاوت کرتے تو گاؤں کے لوگ ارد گرد جمع ہو جاتے

تاجل کے والد مزارع تھے اس لیے تاجل اپنے ابتدائی ایام کستی باڑی میں صرف کرنے لگے۔ جوان ہوئے تو کھیتوں سے متعلق تمام کام خود سنبھال لیے۔ زمینداروں کا اپنے مزارعوں سے غیر انسانی سلوک دیکھ کر انہیں بہت ہی کوفت ہوتی تھی۔ چنانچہ ان کے شعروں میں جا بجا اس قسم کے اشعار ملتے ہیں۔ وہ زیادہ دیر مزارعوں پر ظلم و ستم نہ دیکھ سکے۔ اس لیے اپنے آبائی گاؤں کو خیر باد کہہ کر درویشی اختیار کر گئے۔

آپ کی بینائی چلی گئی تھی۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ کا بڑا بیٹا محمد صادق جو پہلی بیوی سے تھا، سخت بیمار ہوا کسی بھی طریقے سے اسے تندرستی نصیب نہ ہوئی۔ جب امید کی کوئی کرن باقی نہ رہی تو آپ نے درگاہ خداوندی میں گڑ گڑا کر دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ صادق کو تندرستی عطا

۱۔ بلوچستان میں اردو، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۳۹۲ تا ۳۹۴۔

تاج محمد تاجل، عبدالرحمن براہوئی، اسلام آباد، ۱۹۶۹ء، ص ۵ تا ۸۔



کر اس کے عونس میری بینائی لے لے، آپ کی دُعا قبول ہوئی بیٹا روز بروز  
تندرست ہونے لگا اور آپ بیمار پڑنے لگے حتیٰ کہ آپ کی بینائی چلی گئی۔

صادق نہ سوال بیکر قبول صادق کی بیماری کے سلسلے میں میری

دعا قبول کر۔

یا اللہ یا محمد یا رسول اللہ اے اللہ اے محمد رسول اللہ۔

چنانچہ اسی اندھے پن کی حالت میں آپ نے یہیں ۱۹۴۲ء میں انتقال  
فرمایا۔ کہتے ہیں کہ ایک رات تاجل بے قراری کے عالم میں گھر سے نکلے اور  
اپنے کسیتوں کا رخ کیا لیکن راستہ بھٹک کر ایک کھلے میدان میں جا نکلے  
جہاں چار سفید ریش بزرگ بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ انہوں نے آپ کو  
اپنے پاس بٹھا کر کلام پاک کی تلاوت کرنے کو کہا۔ تاجل نے بچپن کی کچھ  
آیتیں حفظ کی ہوئیں خوش الحانی سے سنائیں۔ بزرگوں نے خوش ہو کر  
اس کے حق میں شاعر ہونے کی دعا کی۔ اس واقعہ کو آپ نے براہوئی میں  
یوں منظوم کیا ہے۔

پاک خدا نہ راستا تن	پاک مرسل کے سچے
چار یا تہ دو ستا تن	چار یاروں کے طفیل
شاعری کئے دو بس	مجھ کو شاعری ملی
اُست کنا صفا مس!	دل کی میل بھی ڈھلی
شکر کیوہ سدا	ہر وقت شکر کرتا ہوں
دو بس مسخت اُست تانہ	دل کا مدعا ملا

سراہنکی زبان میں بھی اس عطیے کے متعلق ایک قطعہ کہا

سے :-

لالہ داسر لال ہو یا	خود مالک و اقبال ہو یا
گل وچ ہسی کن وچ کنڈل	تاج کلنگی نال ہو یا

ترجمہ :-

(اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بھائی بزرگی سے سرفراز ہوا۔)

گلے میں پاندی کا خوبصورت زیور اور کانوں میں بالے پہن لئے

اس طرح شاعری کا تاج سر پر رکھ لیا)

چونکہ آپ کی بہادری میں کلمہ طیبہ کا اثر بڑا ہی عمیق تھا اس لئے آپ کی

شاعری کا موضوع تصوف رہا۔ کلام میں گھلاوٹ، روانی اور سوز و گداز

کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ آپ کا کلام بلوچستان بھر میں مقبولیت حاصل

کر گیا۔ والی دو جہان کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیے۔

ساہ انہ ذمہ دار او یار اف انسان کی جان کے آپ ذمہ دار نہیں ہیں۔

کوڑی کس ایتون پاندار اف یہ دنیا کسی سے دوستی نہیں کرتی۔

محمد کونو سٹر دار اف محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی سردار نہیں

(محمد نہ شان نہ پن ستر دار اف) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبے کا کوئی

دوسرا سردار نہیں)

کوڑی کس ایتون پاندار اف یہ دنیا کسی سے دوستی نہیں کرتی۔

ایڑے دروغ و اختیار اف وہاں (اس دنیا میں) جھوٹ چل

نہیں سکتا۔

ایڑے ظلم و ظالم بیگار اف وہاں نہ ظلم ہوگا نہ کوئی ظالم اور نہ

بیگار۔

ایڑے پوریا کٹیا روزگار اف وہاں مزدوری کر کے پیٹ پالنا بھی نہیں

محمد کونو سٹر دار اف محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی سردار

نہیں۔

(محمدؐ نہ شان نہ پن ستر دار اف) (محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُتبے کا کوئی دوسرا سردار نہیں۔)

ایڑے بانگ صلواتی ہم اف وہاں مؤذن کی اذان بھی نہیں ہے۔  
ایڑے قاضی جماعت ہم اف وہاں نہ کوئی قاضی ہے اور نہ نماز اور نہ جماعت۔

عید و حج و براتی ہم اف وہاں نہ عید ہوتی ہے نہ حج اور نہ شب برات۔

تڑے وٹک ٹک بے ایمانی ہم اف اور نہ ہی وہاں تسبیح ہے۔

درویش اس دنیا کو کیا سمجھتا ہے۔ تاہل کی زبان سے جواب سنئے۔  
درویش بیرہ چاہک خدائے درویش صرف خدا کو ہی جانتا ہے۔  
پاہک دادنیابے وفائے اس دنیا کو بے وفا سمجھتا ہے۔  
منزل مقصود کو کون پاتا ہے جو.....

ارے سرصحت او نہ کاروان (راہ محبت میں) اس کا قافلہ منزل مقصود  
اُست و کشکا ہر گراغان! پر پہنچ جاتا ہے جو ہر چیز سے دل اٹھا  
لے۔

منکر حبیب آنحضرت صلعم کی کیفیت تاہل کی زبان میں کیا سے کیا ہو  
جاتی ہے۔ دیکھئے :-

اگر تم اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عاشق ہو۔  
اگر تم اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کے

اگر تم محبوب سے منکر ہو۔  
اگر تم محبوب سے منکر ہو۔

اگر تم یارن چپٹ اسٹس

(ہر کس یارن چپ اے) جو کوئی محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منکر ہو!

پنو کا نخل نہ کپٹ اس (تو سمجھ لو) چکی کے ٹوٹے پاٹ کی طرح

ہے! اس کے لئے دنیا میں پریشانی اور بقراری

ملے گی۔

دُنیاٹی الہ لپٹ اس (محبوب سے منکر) جہاں بھی جائے اُسے

(دُنیاٹی الہ لپٹ اے) لوق و دق صحرا کی طرح آبادی نہیں میگی

ہر جگہ اوکا ہے! ہمارا دل آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فریفتہ

پوٹو و پٹ اے! ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب

کی منقبت کہتا ہوں۔

ننا اُسٹ نیکہ دیوانہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کی

صفت نایار نہ پاٹے منقبت کہنا مستحسن ہے۔

اصحاب کی منقبت بھی تاہل کی صاف ستھری زبان سے کتنی بھلی

لگتی ہے!

ابوبکر صدیقؓ نہ تابوت! حضرت ابوبکر صدیقؓ مجسم صدیق ہیں

عمرؓ جو اہر ہیرا یا قوت حضرت عمرؓ گر ہر ہیرا اور یا قوت ہیں

سخی عثمانؓ غنیؓ لاہوت! حضرت عثمانؓ خاص غنی تھے!

یا علیؓ اہل نسبؓ فی اس یا علیؓ رضی اللہ عنہ آپ سے سیدوں کا

صبا نسب ہے۔

اریرے نم رسولؐ نہ دوست بیشک بے شک آپ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصحاب و اجاب ہیں۔

خداگان خردک اریرے، پیچ او شک

بے شک آپ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین) اللہ کے مقرب ہیں۔

بلو شاعر کلی بٹوا احمد وال ضلع چاغی کا رہنے والا تھا۔ بدیہہ گوئی میں ماہر تھا۔ اس کی صرف ایک طویل نظم بطرز مثنوی ملی ہے۔ جس میں ضلع چاغی کی ”ماہ گل“ کی داستان بیان ہوئی ہے۔ جو غالباً ۱۸۸۰ء کے بعد ہی کہیں لکھی گئی ہوگی۔ محفلوں، ساربانوں اور کسانوں میں بہت مقبول ہوئی اور بہت سوں نے اسے حفظ کر لیا اور پھر آہستہ آہستہ یہ لوگوں کے حافطے سے اتر گئی۔ ڈاکٹر عبدالرحمن براہوئی نے ایک براہوئی دوست شاعر در محمد سے حاصل کر کے ۱۹۶۷ء میں شائع کرادی۔ اس مثنوی میں نعتیہ اشعار موجود ہیں چند ایک یہ ہیں:-

دُنیا ٹی کہ ہسار مٹی ارے انسان راستنگا کسر و گم کرے

کہ رب رسول نئے رائی کرے دا بد بخت و جاہلاتے ہدایت کرے

صفت رسول نا امر بیان مرے زبان و بیان ان او پیشن ارے

خداوند تینٹ فرض کرنے فرشتہ رسولائے درود خوانے

فرض نئے عم ارے باغن صلی اللہ ہرے

قیامت نا او شافی ارے محمد نئے کافی ارے

پین انت یا ورسول امرے رب تینا نورن اوے ودی کرے

اصحابک رسول نافدائی اریرے تینا جان و مال و قربان کریرے

ترجمہ :-

(جب دنیا میں اندھیرا (کفر کی ظلمت) تھا۔ انسان راہِ راست

سے بھٹکا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کو مبعوث فرمایا۔ ان بدبختوں اور

جاہلوں کو ہدایت کی۔

رسول صلعم کی تعریف کیسے بیان کروں۔ زبان اور بیان سے

باہر ہے۔ (یعنی بیان نہیں ہو سکتی)

اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کیا۔ فرشتے رسول پر درود پڑھتے ہیں۔

ہم پر بھی فرض ہے۔ کہ اپنی زبان سے صلی اللہ (کا ورد) ہو۔

آپ قیامت کے روز شافع ہیں۔ محمد ہمارے لیے کافی ہیں۔

زیادہ کیا کہوں کہ رسول صلعم کون ہیں۔ اللہ نے ان کو اپنے نور

سے پیدا کیا۔

صحابہ کرام رسول صلعم پر فدا تھے۔ انہوں نے اپنی جان اور

اپنا مال قربان کر دیا۔)

صوفی فیض محمد فیصل کا جان شہر کے قبیلہ لاشار میں ربیع الآخر ۱۳۰۱ھ /

۱۸۸۳ء میں جمعرات کے دن پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خان محمد تھا۔

قرآن مجید اور فارسی و عربی کتب پڑھنے کے بعد فتح پور (علاقہ گنداوا، ضلع

کچھی) پہنچ کر حضرت سید رکھیل شاہ صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل

۱۔ قدیم براہوئی شعرا، حصہ اول، عبدالرحمن براہوئی، کوئٹہ ۱۹۶۸ء ص ۹۷، ۹۸۔

چھ زبانوں کا صوفی شاعر فیصل، پیر محمد زبیرانی (بزبان بلوچی) بولان کوئٹہ، ۱۹۶۷ء۔

تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ۲۰۴ تا ۲۱۰۔

۲۔ آپ کا تعلق میراں پور شریف والے سلسلے سے ہے۔ آپ مخدوم خواجہ عبدالستار

صوفی القادری کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے ایک دیوان ”بحر العشق“ (باقی جانشینہ صفحہ ۹۵ پر)

ہو گئے۔ وہاں پہلے طلبہ کو درس دینے میں مصروف رہے پھر حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق پرانی مسجد میں بیٹھ گئے اور چلہ کشی شروع کی۔

آپ کئی سال تک فتح پور میں مرشد کی خدمت میں رہے اور پیر کامل کی رہنمائی میں طریقت کی منازل طے کیں۔ خود گویا ہیں:-

تینٹ ہادی فتح پور ٹے

تینٹ پیئر مغان

ترجمہ:-

(فتح پور میں وہ خود ہی ہادی تھا۔ اور خود پیر مغان تھا۔)

آپ نے ایک ویران بستی بھی آباد کی۔ آپ سے کئی کرامات منسوب ہیں تاریخ وفات ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ / بمطابق ۸ نومبر ۱۹۵۷ء ہے۔ آپ فارسی، اردو، بلوچی، سندھی، سرائیکی اور برابھوئی زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اسی کے ذریعے علم دین کی خدمت کی۔ آپ کی شاعری تصوف میں ڈوبی ہوئی ہے۔ آپ کے دیوان آپ کے جانشین حاجی محرم فقیر کے پاس محفوظ ہیں۔

(بقیہ ماشیہ صفحہ ۹۴ کا) یادگار چھوڑا ہے جو لاہور میں طبع ہوا۔ یہ ۳۸۸ کافیوں اور ۱۷۳ ابیات (سی حرفی) پر مشتمل ہے۔ کافیاں اور ۱۳۸ ابیات سندھی زبان میں ہیں۔ باقی ابیات پنجابی میں ہیں۔ صفحات کی تعداد ۲۱۲ ہے۔ شروع میں فیض محمد فیض کا فارسی میں لکھا ہوا دیباچہ بھی موجود ہے۔ 'بحر العشق' عشق حقیقی سے مملو ہے اور اس میں مقامات سلوک و معرفت پر اچھی طرح بحث کی گئی ہے۔ سائیں رکھیل شاہ (۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء — ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء) مشہور بزرگ حضرت سید نور محمد شاہ کے فرزند ارجمند تھے۔ ان کے اسلاف شیراز سے نقل مکانی کر کے بارہویں صدی ہجری یعنی اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز میں یہاں آباد ہوئے تھے۔

گلشن اشعار (بلوچی - کل صفحات ۷۵) کو نومبر ۱۹۶۸ء میں بلوچی اکیڈمی  
کوئٹہ نے بولان مسلم پریس، جناح روڈ کوئٹہ سے چھپوا کر شائع کیا۔ جو زیادہ  
ترتیب کلام (۳۵۵ شعر) پر مشتمل ہے۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے :-

اولی العز موبی مُرسل ہزاراں  
تھامی انبیاء نامہ ہزاراں

سخنی سردار صاحب حوض کوثر

شود شافعی عالم روزِ محشر

بخواں اے فیض محمد خوب خوشتر

صلواتا نو سلا ماں برہمپشتر

دیاں دائم دروداں مُرسلارا

محمد مصطفیٰ پیغمبرِ ارا

کہ اے محمد منان حق المبینا

تھرا پیدا کھٹوں پھر شرع دینا

کہ بیٹی ۽ رہنمائی امتارا

دے فیضاتِ مامی خلقتارا

ایاکل اشکنو حین مسلمانا

بیانت کلموئے حرفِ پڑسانا

تہ بی شایع نبی حشرے مکانا

مکمل گرمی ۽ سردی بے رسانا



چھکر صفت شا نہیں کھتاں  
 گول نوشتغا گپتشی متناں  
 زیر پس دگر فیصلؒ منواں  
 ایذا ختم بلتھہ بیٹاں

ترجمہ :-

( ہزاروں میں اولو العزم پیغمبر بھیجے گئے ہیں۔ تمام انبیاء کرام  
 میں عزت و شرف والے ہیں )  
 ( حضور پاکؐ حوض کوثر کے سخی سردار ہیں۔ روزِ محشر سارے جہان  
 کے شفاعت کرنے والے ہیں )  
 ( اے فیض محمدؐ تو نبی پاکؐ پر خوش الحانی سے سلام بھیجے )  
 ( میں ہمیشہ حضور پاکؐ پر درود و سلام بھیجتا رہوں۔ جو کہ اللہ  
 کے پیغمبر ہیں )

( اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ برحق ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ  
 نے دینِ اسلام کی تفسیر بیان کرنے کے لئے پیدا کیا )  
 ( آپ اُمت کے رہنما ہیں۔ آپ تمام مخلوق کو فیض یا بُ  
 کرتے ہیں )

( اس کو سننے والے سارے مسلمان ہیں۔ آئیں کہ کلمہ کے حرف  
 پڑھ لیں۔ ہر حال میں خواہ گرمی ہو یا سردی )  
 ( اے نبیؐ آپ محشر کے دن ہماری شفاعت کرنے والے  
 بنیں )

( میں آپؐ کی شان کی کتنی تعریف کروں۔ میں نے آپؐ کی کتنی باتیں  
 لکھی ہیں )

( اے فیصلؒ اس کے بعد آگے کچھ نہ پڑھیں۔ کیونکہ اس کے بعد قصہ

(بیان) ختم ہو چکا ہے۔

اس کا آخری شعر یہ ہے :-

بیانِ صلواتی سنگتال  
گوں کلموا بیسوں روات

ترجمہ :-

(اُوں ساتھی ہم درود و صلوة پڑھیں۔ اور کلمہ پڑھتے ہوئے

روانہ ہو جائیں۔)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔

مولانا عبدالباقی درخانی مولانا محمد عبداللہ درخانی کے صاحبزادے ہیں جو ۱۹۱۴ء (۱۳۳۲ھ) میں عالم وجود میں تشریف لائے۔ موصوف ایک عالم فاضل اور درویش صفت انسان ہیں اور ان کے عظیم و جلیل خاندان کی علمیت و فضیلت اب انہی میں مرکوز ہے۔ وہ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ مثلاً

خطباتِ درخانی مطبوعہ ۱۹۴۰ء، مجرباتِ درخانی، تاجِ التعزیرات مطبوعہ ۱۳۵۱ھ (۱۹۳۲ء) 'ناصر البلیح'، کشف الصدور، کشف الخصال، کاغذاتِ درخانی، 'خاکسارنا'، 'غلاط مذہب'، وغیرہ۔ عملیاتِ درخانی، 'آخری منزل' اور دیگر ہنوز مسودات کی شکل میں ہیں۔

مولانا عبدالباقی بہت اچھے حمد گو، نعت گو اور نغمہ پرداز ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے :-

زمین آسمان ستارہ ٹی محمد اُس محمد اُس

ننا فکر و اشارہ ٹی محمد اُس محمد اُس

ترجمہ :-

(یعنی زمین و آسمان اور ستاروں میں محمدؐ ہی محمدؐ ہے۔ اور ہمارے  
فکر و اشارہ میں بھی محمدؐ ہی محمدؐ ہے!)

### امام الانبیاء نا شان ٹی

محمد مصطفیٰ س یا حبیبی  
جہان ناپیشوا س یا حبیبی

نیس خیر البشر نورس خداننا  
محبوب رب ناس یا حبیبی

خدانا سی سے پن ت اوارس  
خدانا دلربا س یا حبیبی

خدانا مس خدائی پاش ہت  
حبیب کبریا س یا حبیبی

خدائس مرتبہ ن زیادہ عرشان  
جہان ناباد شاس یا حبیبی

خناس رب نی معراج نائن  
امام الانبیاء س یا حبیبی

دنیانا رحمتش خواجہ شفا نا  
امت نارہنما س یا حبیبی

درخانی نا کرک خواجہ شفاء  
ننا شافع جزا س یا حبیبی

ترجمہ :-

### امام الانبیاء کی شان میں

(یا اے) حبیبی آپ محمد مصطفیٰ ہیں۔ یا حبیبی آپ اس دنیا کے

پیشوا ہیں۔

آپ خیر البشر اور نور خدا ہیں۔ یا جیسی آپ رب تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

آپ خدا تعالیٰ کے تئیس ناموں کے ساتھ شامل ہیں۔ یا جیسی آپ خدا کے دلربا ہیں۔

آپ کے ذریعے رب تعالیٰ کی خدائی ظہور پذیر ہوئی۔ یا جیسی آپ حبیب کبریا ہیں۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو عرش سے زیادہ مرتبہ عطا فرمایا۔ یا جیسی آپ جہان کے بادشاہ ہیں۔

آپ نے معراج کی رات باری تعالیٰ کی زیارت فرمائی۔ یا جیسی آپ امام الانبیاء ہیں۔

اے شفاعت کرنے والے آقا، آپ دنیا و جہان کے لئے رحمت ہیں۔

یا جیسی (اے حبیب خدا) آپ امت کے لئے رہبر ہیں۔

اے خواجہ آپ درخوانی کی شفاعت فرمائیں۔ یا جیسی آپ ہمارے

جرموں کے شافع ہیں۔

### محمد مصطفیٰ نسی

کلام اللہ کہ تعریف محبوب خدا نسی

جہان نوران ناپیدا جہان ناروشنا نسی

نسی معراج ناخواجہ خناس رب نا ذات

سلام ای فیض نادر یا جہان نارہنما نسی

و بنت عرش ٹی نسی کہ گری لوح ٹی نسی

قرآن ناصر سیارہ ٹی محمد مصطفیٰ نسی

پچھن کُل خَلْقَتَانِ نَبِیُّسُ کَہ بُرْزَا جَنَّتَانِ نَبِیُّسُ  
 مَلَائِکَ جِنُّ بَنْدَرُغُ نَابِمِیْشَہ پِیْشَوَا نَبِیُّسُ  
 نَبِیُّسُ ہَادِی خُدَا پَارِہْدَایْتِ نَاکَرُکِ نَبِیُّسُ  
 تَر کُس دِیْر کُو تَر نَاکَہ مَالِکِ حَوْضِ نَا نَبِیُّسُ  
 پِیْغَمْبَرِ تَا خْتَمِ نَبِیُّسُ نِنَا اَخْسَرِ نَبِی نَبِیُّسُ  
 جَہَانِ کُلَّانِ مُسْطِ نَبِیُّسُ جَہَانِ نَابَادِ شَاہِ نَبِیُّسُ  
 جَزَا نَادِہ کَہ بَیْرُکِ نَبِی تَامَنِ تِی نَبِیُّسُ  
 نَبِیُّسُ بَے مِثْلِ تَنْبِیَا غَا خُدَا نَا دِیْرُ بَا نَبِیُّسُ  
 لَقْسِی پَانِگِ رَسُوْلَا تَاکَہ پَارِکِ اُمْتِی نَبِیُّسُ  
 تِنَا اُمْتِ وَاوَا، کُلْنَا شَا فِجَزَا نَبِیُّسُ  
 نِی سَر تَا جُسُ رَسُوْلَا تَا نَبِیُّسُ رَحْمَتِ دَا دُنْیَا نَا  
 نَبِی تَا عِلْمِ کُلِ نَبِی تَا، اِمَامِ الْاَنْبِیَا اِ نَبِیُّسُ  
 سَلَامِ دُرْخَانِی نَا طَرْخَانِ نَبِیُّسُ رَبِّ پَاکِ نَا دِیْرُ  
 نَبِیُّسُ خُوَا جَہِ نَبِیُّسُ وَا رِثِ نِنَا مِھْرُ وَا نَبِیُّسُ

ترجمہ :-

آپ محمد مصطفیٰ ہیں،

(کلامِ ربّی نے آپ کی تعریف کی ہے۔ آپ ہی محبوبِ خدا ہیں)  
 (دُنیا و جہاں آپ کے نور سے پیدا ہے۔ آپ ہی جہان کی روشنائی ہیں)  
 (آپ معراج کے مالک ہیں کیونکہ آپ نے باری تعالیٰ کا دیدار کیا۔ آپ  
 فیض کے دریا، دنیا کے رہنما ہیں آپ پر سلام ہو)  
 (آپ جنت، عرش اور کرسیِ لوح میں ہیں۔ قرآن پاک کے ہر پارہ میں  
 محمد مصطفیٰ ہیں)

(ساری مخلوقات میں سے آپ ہی بہترین ہیں۔ جنت سے بھی بلند تر

ہیں۔ فرشتوں، جنوں اور انسانوں کے پیشوا آپ ہی ہیں) (خدا نے آپ کو ہادی بنا کر بھیجا ہے اور آپ ہی ہدایت کرنے والے ہیں۔ آپ حوض کوثر سے پانی پلانے والے اور آپ ہی حوض کوثر کے مالک ہیں)

(پیغمبری آپ پر ختم ہے۔ آپ ہمارے آخری نبی ہیں۔ آپ سب سے اول ہیں۔ کل جہان کے بادشاہ آپ ہیں) (روزِ جزا سارے نبی آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ اور آپ نبیوں کے پیشوا ہوں گے۔ آپ اپنی ذات میں بے مثل ہیں آپ محبوبِ خدا ہیں)

(قیامت کے دن جب نفسا نفسی ہوگی تو آپ اُمّتی اُمّتی پکاریں گے۔ آپ اپنی اُمت اور دوسروں کے لئے شافع ہیں) (آپ نبیوں کے سرتاج ہیں اور دُنیا و جہاں کے لئے رحمت ہیں۔ سارے نبیوں کا علم آپ کے پاس اور امام الانبیاء آپ ہی ہیں) (اے باری تعالیٰ کے دلبر درخانی کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔ آپ ہمارے مالک، وارث اور مہربان ہیں۔)

مولوی مراد علی رئیسانی سکنہ کانک کا مجموعہ کلام موسومہ ”گلشن بلوچستان“ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں مولوی ابوبکر و عبدالغفور تاجران کتب بمقام درخان اسٹیشن مشکاف ڈاک خانہ ڈھاڈر بلوچستان کی جانب سے میاں محمد عبدالباقی درخانی نے فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور سے چھپوایا۔ کتابت محمد عبدالباقی نے کی۔ صفحات کی تعداد ۱۶ ہے۔ چند نعتیہ شعر ملاحظہ ہوں :-

ہم لقب تس اولین اِدْخُدَا + خاتمِ پیغمبرِ آتَا کَلْنَا  
ہر زمان اہلکِ سَدِّقہ سہلْنَا + کِی مَر و قَسْر بان اِنَا اسْمَنَا

جبرائیل الہاء قرآن حک + رَبَّنَا پِغَامِ اِدْتَسْك

ترجمہ :-

( اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولین پیغمبر ہونے کا لقب دیا نبوت کو آپ

پر ختم کیا۔ یعنی آپ تمام پیغمبروں میں خاتم النبیین ہیں )

(دونوں جہان آپ پر قربان۔ میری جان میں آپ کے نام پر قربان

سوجاؤں)

(آپ کے ہاں حضرت جبرئیل قرآن بذریعہ وحی لاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ

کا پیغام آپ تک پہنچاتے تھے)۔

آنحضرت صلعم کے چاروں خلفائے کبار کا ذکر خیر بھی بڑے اچھے انداز

میں کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ”گلشن بلوچستان“ میں دین مصطفیٰ کی سر بلندی

اور اصلاح معاشرے کے لئے جن بزرگانِ درخان نے کار ہائے نمایاں سر

انجام دیئے ان کا منظوم تذکرہ ہے۔ ایک غزل میں مولانا عبدالحی کا خصوصی ذکر

ہے۔

مولانا محمد عمر ولد شیر محمد بنگل زئی ساکن مرو کو لیور حال وارد چوٹائی سے

ڈھاڈر کی ایک منظوم تصنیف معجزات مصطفیٰ معہ وفات نامہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم و وفات نامہ نبی بی خاتون جنت و شادی نبی بی

عائشہ (جلد اول) ۹۶ صفحات (تقطیع ۱/۴ x ۹/۴) پر مشتمل ہے۔ مولوی عبدالغفور

و محمد اسلم درخانی نے اسے البرٹ پریس کوٹہ سے چھپوایا۔ سن طباعت موجود

نہیں۔ بار اول، تعداد ایک ہزار قیمت تین روپے درج ہے۔ تیس معجزات کا

ذکر کیا گیا ہے۔

آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں یوں گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں :-

درود خوانو اول حضرت نبیؐ

آرڈو تیلیۃ نزه وارثیسا

ترجمہ :-

( پہلے آنحضرتؐ پر درود پڑھیں۔ کیونکہ میرے وارث آپؐ ہیں )  
 محمد سرور کُل مَرسَلاتنا + محمد دافعِ سَخْتی + بَلاتنا،  
 محمد شافی مَکَل اُمّتاتنا + محمد خواجه کُل جَنّتاتنا  
 محمد حَشرنا دِننا بَرّاع + تنا اُمّتک اُشانی مَرّاع  
 نبی نبیانِ نَفسینا اواز بَرّاع + محمد اُمّتی اُمّت کد، ہ  
 خداوند اشفاعت نبی نا + کن نصیب کس رب مہربانا  
 خدا عرض کرتا اینا گلیٹا + قبول کرتے صُحرک تَنانَبیّا

ترجمہ :-

( محمدؐ تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ محمدؐ ہر قسم کی سختی اور بلاؤں کو روکنے

والے ہیں)

( محمدؐ تمام اُمتوں کو بخشوانے والے ہیں۔ محمدؐ تمام جنتوں کے مالک ہیں)

( محمدؐ مصطفیٰ حشر کے دن آئیں گے۔ آپؐ اپنی اُمت کے شافع ہونگے)

( سب نبی نفسی نفسی پکاریں گے۔ محمدؐ مصطفیٰ اُمّتی اُمّتی پکاریں گے)

( خداوند نبیؐ کی شفاعت کو ہمارے نصیب میں کرے)

( اے رب میں نے آپؐ کی درگاہ میں عرض کیا۔ آپؐ ہماری اس

عرض کو نبیؐ کے سداقتے قبول فرمائیں۔)

حاجی محمد عمر ابن حاجی علی محمد ساکن کینتی علاقہ شیرین آب تحصیل مستونگ

کی منظوم تصنیف ”راغب المسلمین“ ۹۴ صفحات (تقطیع ۹ ۱/۴ x ۷ ۱/۴) پر مبنی

ہے۔ ۲۶ ذیقعد ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۷ء کو مکمل ہوئی حاجی محمد عمر نے خود ہی ۱۳۷۷ھ

۱۹۵۸ء میں اسلامیہ پریس کوئٹہ سے چھپوائی۔

اسلامی تاریخ کے بعض واقعات کو براہوئی اشعار میں پیش کیا ہے بعض

ابواب کے عنوانات یہ ہیں :



رفیق محمد علیہ السلام بطرف طائف - شہادت حضرت انسؓ - حالات اسلام  
 حضرت بلالؓ - قصہ حدیبیہ و جزہ - اسلام آوردن حضرت ابوذر غفاری، اسلام  
 آوردن حضرت خبابؓ - اسلام آوردن حضرت عمار بمعہ والدین - وعاء محمد  
 مصطفیٰؐ برائے عمار وغیرہ ”راغب المسلمین“ میں نعتیہ اشعار بھی  
 موجود ہیں - جیسے

نَبِيًّا مَدَامِي صَلَوَاتِ سَلَامٍ  
 عَلَيَّ كُلِّ اعْتَدَ وَبَيْتِهِ كَرَامٍ

ترجمہ ۲-

(نبی پر ہر وقت درود و سلام ہو - حضرت علیؓ اور تمام اہل بیت  
 پر سلام ہو)

خداوند صفت تنت کر + ندا ادر سولیشن ہر دم دگر  
 عیسیٰؑ، موسیٰؑ، پنت امر کرک + ابراہیمؑ، نوحؑ طوطنا پن ہلک  
 پنت احمد کتوا اللہ ندا + رسول نبی پارگہ اد خدا

ترجمہ ۲-

(اے محمدؐ آپ پر خود رب جلیل صلوات و سلام بھیجتا ہے - آپ کی  
 شان بھی رسولوں میں منفرد فرمائی -)

(باری تعالیٰ عیسیٰؑ اور موسیٰؑ کو نام سے پکارتے تھے - ابراہیمؑ، نوحؑ  
 لوطؑ کے بھی نام پکارتے تھے)

(مگر اللہ تعالیٰ نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نام لے کر نہ پکارا اور  
 رب جلیل نے محمدؐ مصطفیٰؐ کو رسول اور نبی کہہ کر پکارا)

حاجی گل محمد نوشکوری کی ایک منظوم تصنیف ”گلشن مصطفیٰ“ ۱۴۰

صفحات (۹۲ x ۷۷) پر مشتمل ہے - میرے پیش نظر جو نسخہ ہے - وہ

دوسری بار ۲۰ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ کو اسلامیہ پریس کوئٹہ سے چھپا

ہوا ہے۔ ”گلشن مصطفیٰ“ میں ۴۵ معجزوں کو پیش کیا گیا ہے۔ مناجات  
نصائح، اور غزل فراق نا ان کے علاوہ ہیں۔ ”غزل فراق نا“ میں مخاطب  
حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم ہیں۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے۔

ای محمد تک قربان ات تسلیس کن!  
مست بھش ناغمان فی خواجہ سنبال کر کن  
نیش سردار معشوقا تا خواجہ بن معلوم کہرت  
دامرض اف دواپن فی وسیلہ کس انت  
انتظار ست تک خواجہ دار دء یانے  
فی اسبکات نشان ای رگربان کن  
در کن تننا حضور اشاری دربار خینو  
خواجہ سرتاج محبوبا تانا توارئی بسو  
نوشکوی بچارہ بس کرش کرک دھندا سوال  
شوق مدینہ نا ارباز بنگ نا افک مجال  
فی وسیلہ هلکنت بن خواجہ سنبال کن کن  
کاسا دربار انبی نا حضرت تن تن در کن

ترجمہ :-

(اے محمد! میں آپ پر قربان جاؤں۔ آپ مجھے تسلی دیں۔ میں آپ  
کے غم میں بیہوش ہوں۔ مجھے آپ سنبالا دیں)  
(میں آپ کی خدمت جلیلہ میں عرض کروں کہ آپ محبوبوں کے سردار  
ہیں۔ میرے مرض کی دوا نہیں۔ صرف آپ کے وسیلہ کی ضرورت

(ہے۔)

(میں آپ کے دیدار کے لئے دن رات انتظار میں ہوں۔ آپ اپنی

زیارت سے مجھے فقط ایک مرتبہ نوازیں۔)

(میری آرزو ہے کہ آپ مجھے اپنا شاہی دربار دکھائیں۔ اے محبوبوں

کے سرتاج میں صرف ایک بار آپ کی آواز سننا چاہتا ہوں)

(نوشکوی آپ کی خدمت (اقدس) میں عرض کرتا ہے۔ کہ مدینہ

دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ مگر پہنچنے کی مجال (طاقت، یارا) نہیں)

(میں نے آپ کو اپنے لئے وسیلہ بنایا ہے۔ اب آپ میرا خیال

رکھیں۔ حضرت صاحب! آپ اپنے دربار پر جا رہے ہیں۔ مجھے

بھی ساتھ لے چلیے)

۲۔ حاجی گل محمد نوشکوی کی ایک اور اہم منظوم تصنیف تحفۃ الفقراء

۱۳۳۳ صفحات (تقطیع  $9 \frac{1}{2} \times 4 \frac{1}{4}$ ) پر مبنی ہے۔ بار اول تاریخ اشاعت

۱۳ محرم ۱۳۷۸ھ / یکم اگست ۱۹۵۸ء ہے۔ کاتب عبدالباقی درخانی اور

ملنے کا پتہ ہے عبدالباقی درخانی فاضل آباد ڈاکخانہ ڈھاڈر بلوچستان۔

معراج شریف کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ص ۴۲ پر نقشہ نعل مبارک

بھی درج کیا گیا ہے۔ چاروں طرف یہ عبارات تحریر کی گئی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَارَكْنَا

حَوْلَہٗ ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ

علاوہ انہیں جا بجا حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم کا ذکر مبارک

ملتا ہے۔ آنجناب کے حضور گل محمد فریادگناں بھی نظر آتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں

سے بعض واقعات پیش کر کے نصیحتیں بھی کی ہیں۔ گل محمد نے سلسلہ نقشبندیہ

کے بزرگوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ رمضان المبارک کے الوداع ہونے کا تذکرہ بھی

تغیہ شعر پیش خدمت ہیں۔

فی حبیب کبریائس یا محمد مصطفیٰ

فی خدانا دلبر یائس یا محمد مصطفیٰ

آخرین وجہ کتابس فی کہ ختم المرسلین

فی نبی نور الہدایس یا محمد مصطفیٰ

صاحب لولاک فی لیس صاحب معراج فی

فی کہ فخر انبیائس یا محمد مصطفیٰ

مُرسلاتا بادشائس انبیات تاجدار

فی نبی خیر الوراٹس یا محمد مصطفیٰ

فی نبی اول ارسک فی نبی آخر زمان

فی امام الانبیائس یا محمد مصطفیٰ

رحمت اللعلمینس شافع، محشر اس

فی رسول رہنمائس یا محمد مصطفیٰ

ترجمہ:-

(یا محمد مصطفیٰ آپ حبیب کبریا ہیں۔ آپ باری تعالیٰ کے دلبر

ہیں یا محمد مصطفیٰ)

(اے ختم المرسلین آپ آخری آسمانی کتاب والے ہیں۔ یا محمد

مصطفیٰ آپ نور الہدیٰ ہیں)

(آپ صاحب لولاک اور صاحب معراج ہیں۔ یا محمد مصطفیٰ آپ

فخر انبیاء ہیں)

(اے تاجدار انبیاء آپ مرسلین کے بادشاہ ہیں۔ یا محمد مصطفیٰ

موجود ہے۔

”پیدا مَنَنگِ آنحضرت نانوَرنا“ کے بیان سے چند شعر پیش خدمت ہیں:

خدا پیدا کرادو پارشان تھی انا  
 کرت ظاہر خدائی لیازت خاص محمدنا  
 اول حال رب کر پیدا ازلمتی نور احمدنا  
 گہا پیدا کر دنیاہ ہم نور ان محمدنا  
 ملائکاک مسر پیدا رسول ناکا متنا خدان  
 عرش کرسی قلم لوح کل ابرہ نور ان محمدنا  
 نبی نامتنا خدان اسمانا کل گراک مسرد  
 ال ہر سینہ ناخداں آرس پیدا محمدنا  
 گنا حک بجدکنا باز مرس شافی کنا خواجہ  
 وکن فخر کوئی آرت امت محمدنا

ترجمہ ۲۔

(جب باری تعالیٰ نے آپ کو پیدا کیا تو آپ کی شان میں فرمایا کہ میں نے

اپنی خدائی فقط محمد کی وجہ سے ظاہر کی ہے)

(سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو ازل میں پیدا فرمایا پھر

آپ کے نور سے اس دنیا کو پیدا فرمایا)

(ملائکہ آپ کے سر کے سینہ سے پیدا ہوئے۔ عرش و کرسی، لوح و قلم

سب کچھ محمد کا نور ہے)

(آپ کے چہرہ مبارک کے سینہ سے سب آسمان پیدا ہوئے۔ دوسرے

سب کچھ آپ کے سینہ کے سینہ سے تخلیق میں آئے)

(میرے گناہ تو بہت ہیں۔ مگر آپ ہمارے شافع ہیں۔ ہمیں فخر ہے

کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔)

آپ خیرالورا ہیں)

(آپ نبی اول و آخر زمان بھی ہیں۔ اے محمد مصطفیٰ آپ امام الانبیاء  
ہیں)

(اے رحمۃ للعلمین آپ شافع محشر ہیں۔ اے مصطفیٰ آپ ہمارے  
رہنما رسول ہیں)

”گلشن سوز“ کے آخر میں محمد یعقوب فولادی، عبدالباقی درخانی،  
عطا محمد صوفی، کریم بخش سائل اور خود مصنف کے قطعہ ہائے تاریخ درج  
کئے گئے ہیں۔ محمد یعقوب فولادی کا نتیجہ فکر فارسی میں ہے۔ باقی صاحبان  
نے براہوتی میں ہی اظہار خیال فرمایا ہے۔ کریم بخش سائل گویا ہوتا ہے۔

فصاحت بلاغت ناگلشن آر + آر گلشن سوز دا بہتال  
نوشتہ فی تاریخ سائل کرک + مصنف آر سوز شیرین مقال

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۹ء

ترجمہ ۲۔

(گلشن سوز میں بلاکی فصاحت اور بلاغت موجود ہے۔ اور یہ  
”گلشن سوز“ بے مثال کتاب ہے۔ اے سائل تو اسکی تاریخ تحریر  
کر۔ اس کے مصنف کی زبان بے حد شیریں ہے)

مولوی نور محمد خلف الرشید رسالدار میر فیروز خاں محمد شہی قبیلہ کی شاخ  
سیواڑنی سے ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۲۱ء میں منچگر کے مقام پر ہوئی۔ آپ  
نے صرف نحو منطق حدیث پڑھی۔ چند سال تک سکول کی تعلیم بھی پائی۔ مگر  
حالات کی وجہ سے اسے جاری نہ رکھ سکے۔ آپ کا انتقال ۱۹ رمضان المبارک  
۱۳۹۷ھ / ۱۵ اگست ۱۹۷۷ء کو ہوا۔

آپ کا مجموعہ کلام ”کلام نور“ خداداد گل چیرمین براہوتی ادبی سوسائٹی،  
کوئٹہ نے ۱۹۷۸ء میں اسلامیہ پریس کوئٹہ سے چھپوایا۔ کل صفحات ۲۴ ہیں۔

حاجی گل محمد نوشکوی کی تیسری کتاب ”گلدستہ نوشکوی“ ہے۔ جو ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۴ء) میں چھپی۔ کل صفحات ۲۰۸ ہیں۔ کتاب کی ابتدا حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت اور پھر منقبت درج ہے۔ صفحہ ۷ سے ۲۸ تک درود شریف کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

چوتھی کتاب ”رفیق راہ مدینہ“ ہے۔ اس منظوم کتاب میں ایک دوست کی تعریف کی گئی ہے جو حج کے لئے ہمراہ گیا تھا۔ کتاب میں دوست کے خطوط بھی درج ہیں۔ کل صفحات ۶۴ ہیں۔

پانچویں نالش عاشق بیمار دہ (کل صفحات ۱۶، ۱۳۶۶ / ۱۹۴۸ء) چھٹی اور ساتویں مجربات نوشکوی حصہ اول (نثر کل صفحات ۲۲۲-۱۹۵۸ء) حصہ دوم (صفحات ۲۲۲-۱۹۵۸ء)۔

آٹھویں شروط الصلوٰۃ (نثر، براہوئی میں عربی کتاب شروط کا ترجمہ، ۳۲ صفحات، ۱۹۵۸ء۔۔۔ ص ۲۵ تا ۳۲ مختلف اشعار درج ہیں) اور نویں تحفۃ البلوچ منظوم (۴۸ صفحات) جس میں اول تا آخر پند و نصائح بیان کی گئی ہیں۔

محمد اسحاق سوز ولد مولوی عطا محمد صاحب صوفی قوم سمالاڑی ساکن شیخو اصل شہر کہنہ آباد قلات ڈوئین کا مجموعہ کلام بعنوان ”گلشن سوز“ براہوئی ادیبی دنیا شیخ واصل (بلوچستان) نے پہلی بار ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء میں اسلامپہ پریس کوئٹہ سے طبع کرانے کا بندوبست کیا۔ کل صفحات ۱۱۲ (تقطیع)  $9\frac{1}{4} \times 7\frac{1}{2}$  ہیں۔

”گلشن سوز“ کا پہلا باب توحید، رسالت، منقبت وغیرہ دوسرا غزلیات اور تیسرا قومی و اقتصادی منظومات جیسے ترانہ پاکستان، مرعمل تو سرخرو، نوجوان، ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء، ہمت، سادگی مسلمان (مثنوی) وغیرہ پر مشتمل ہے۔ کلام سلاست، فصاحت و بلاغت کا نمونہ ہے۔

نعتیہ شعر پیش خدمت ہیں۔

نی حبیب کبریائس یا محمد مصطفیٰ

نی خدانا دلبر یائس یا محمد مصطفیٰ

آخرین وجہ کتابس نی کہ ختم المرسلین

نی نبی نور الہدایس یا محمد مصطفیٰ

صاحب لولاک نی لیس صاحب معراج نی

نی کہ فخر انبیائس یا محمد مصطفیٰ

مُرسلاتا بادشائس انبیاتا تاجدار

نی نبی خیر الوریائس یا محمد مصطفیٰ

نی نبی اول ارسک نی نبی آخر زمان

نی امام الانبیائس یا محمد مصطفیٰ

رحمت اللعینس شافع محشر ارس

نی رسول رہنمائس یا محمد مصطفیٰ

ترجمہ:-

(یا محمد مصطفیٰ آپ حبیب کبریا ہیں۔ آپ باری تعالیٰ کے دلبر

ہیں یا محمد مصطفیٰ)

(اے ختم المرسلین آپ آخری آسمانی کتاب والے ہیں۔ یا محمد

مصطفیٰ آپ نور الہدیٰ ہیں)

(آپ صاحب لولاک اور صاحب معراج ہیں۔ یا محمد مصطفیٰ آپ

فخر انبیاء ہیں)

(اے تاجدار انبیاء آپ مرسلین کے بادشاہ ہیں۔ یا محمد مصطفیٰ



آپ خیرالورا ہیں)

(آپ نبی اول و آخر زمان بھی ہیں۔ اے محمدؐ مصطفیٰؐ آپ امام الانبیاء  
ہیں)

(اے رحمۃ اللعالمین آپ شافع محشر ہیں۔ اے مصطفیٰؐ آپ ہمارے  
رہنما رسول ہیں)

”گلشن سوز“ کے آنر میں محمد یعقوب فولادی، عبدالباقی درخانی،  
عطا محمد صوفی، کریم بخش سائل اور خود مصنف کے قطعہ ہائے تاریخ درج  
کئے گئے ہیں۔ محمد یعقوب فولادی کا نتیجہ فکر فارسی میں ہے۔ باقی صاحبان  
نے براہوتی میں ہی اظہار خیال فرمایا ہے۔ کریم بخش سائل گویا ہوتا ہے۔

فصاحت بلاغت ناگلشن آر + آر گلشن سوز داہم مثال  
نوشتہ نی تاریخ سائل کرک + مصنف آر سوز شیرین مقال

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۹ء

ترجمہ ۲۔

(گلشن سوز میں بلاکی فصاحت اور بلاغت موجود ہے۔ اور یہ  
”گلشن سوز“ بے مثال کتاب ہے۔ اے سائل تو اسکی تاریخ تحریر  
کر۔ اس کے مصنف کی زبان بے حد شیریں ہے)

مولوی نور محمد خلف الرشید رسالدار میر فیروز خاں محمد شہی قبیلہ کی شاخ  
سیوازی سے ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۲۱ء میں منگچر کے مقام پر ہوئی۔ آپ  
نے صرف نحو منطق حدیث پڑھی۔ چند سال تک سکول کی تعلیم بھی پائی۔ مگر  
حالات کی وجہ سے اسے جاری نہ رکھ سکے۔ آپ کا انتقال ۱۹ رمضان المبارک  
۱۳۹۷ھ / ۱۵ اگست ۱۹۷۷ء کو ہوا۔

آپ کا مجموعہ کلام ”کلام نور“ خداداد گل چیرمین براہوتی ادبی سوسائٹی،  
کوٹہ نے ۱۹۷۸ء میں اسلامیہ پریس کوٹہ سے چھپوایا۔ کل صفحات ۲۴ ہیں۔

چند نعتیہ شعر یہ ہیں :-

مرحبا صد جی نے کیو اوکنا سردار دین  
شان عزت نا بھلن نی اُس ختم المرسلین  
مٹ و ثانی اف کس نا خلق عظمی اللہ نا  
نہ ملائک نہ بشر، سردار جملہ مرسلین  
زندگی نا ہر ادائی خیال ۽ سنت نا کرک  
مفلس اس ہم کامیاب اُس پاوہ نے کر یقین

نثر: جملہ ۲۔

(آپ کو صد بار مرحبا کہتا ہوں۔ آپ کی عزت و شان بڑی ہے آپ  
ختم المرسلین ہیں)

(اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آپ جیسا اور آپ کا ثانی کوئی نہیں۔ نہ فرشتے  
نہ کوئی اور بشر آپ جملہ مرسلین کے سردار ہیں)

(زندگی کے ہر شعبہ میں تم سنت رسولؐ کی پیروی کرو۔ اگر تم مفلس  
ہو پھر بھی اپنے آپ کو کامیاب یقین کر لو)

رئیس نبی داد لانگو زہرا زئی کا مرتب کردہ منظوم ”گلدستہ“ براہوئی

ادبی اکیڈمی کوئٹہ نے ۱۹۷۱ء میں بولان مسلم پریس۔ کوئٹہ سے چھپوایا۔

اس کے کل صفحات ۹۶ ہیں۔ یہ منظوم تخلیقات براہوئی قاعدہ مصنف

براہوئی نور محمد پروانہ، ایلم اخبار مستونگ، اولس کوئٹہ، معلم سریا پٹ

کوئٹہ، گلشن مصطفیٰ اور، پاکستان نا تران وغیرہ سے یکجا کی گئی ہیں غزلیات

کے علاوہ عنوانات ہیں: دُعا، نعت، سلام قائد اعظم، ننا وطن، پا کا وطن،

قومی شعر، ترانہ جہاد، ترقی، انقلاب، احساس، خواہش، قاصد،

وطن پاکستان، وطن تو قسم، پاکستان ز تران۔ پاکستان ننا

ملکے وغیرہ۔

دگلدستہ، میں مندرج حاجی نبوجان چوتائی کی نعت ملاحظہ کیجئے۔  
محمد نبی برو کے احوال نے ترو کے (ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور  
پیغام حق سنایا)۔

امرو نہی کرو کے کین پیروی نہی نا  
(ہمارے نبی برائی سے منع کرنے والے  
ہیں اس لئے ہمیں چاہئے کہ انکی پیروی  
کریں)۔

جبرائیل اوڑا بستک آسماناں شیفہ سیک  
پیغام رباں تیک کین پیروی نہی نا

(حضرت جبرائیل السلام آسمان سے (یعنی)  
اللہ کی طرف سے) نیچے اتر کر اللہ کا پیغام  
(وحی) ہمارے نبی تک پہنچاتے۔ اس  
لئے ہمیں اپنے نبی کی پیروی کرنی چاہئے  
(باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلعم  
اول بھی ہیں اور آخر الزمان بھی)

شرفناک اونا دین کین پیروی نہی نا  
(اور ان کا دین شرف والا ہے۔ اس لئے  
ہمیں چاہئے کہ ان کی پیروی کریں)

صلو علی محمد۔ صلوة بر محمد

دوست رہنا محمد کین پیروی نہی نا

اس لئے ہمیں بھی ان کی پیروی کرنی  
چاہئے)

ہر کس ارے مسلمان دینٹ تہ  
آودرغاماں۔

(اگر اس وقت کوئی بھی مسلمان ہے تو  
اس کو دین کی راہ پر لگانے والی محمد  
ہی کی ذات ہے)

محمد نادل جان کین پیروی نہی نا

(محمد ہمارے دل جان ہیں۔ اس لئے

ہمیں اُن کی پیروی کرنی چاہیے (اسی "گلدستہ" سے ایک اور نعت<sup>۱</sup> بھی پیش کی جاتی ہے۔ جو ملا غلام نبی کی ہے اور بقول پیر محمد زبیرانی "اس کا شاعر میں ہوں۔ اور ملا غلام نبی فرضی نام ہے۔"

اڑے خڑک رباں محمد نبیؐ  
خدا نائے نوراں محمد نبیؐ  
خدا ود کھلاں کرینے بھلن  
محمد صلعم اللہ سے بہت قریب ہیں (بالا کر دیا ہے)

اڑے جوان کھلاں محمد نبیؐ  
سلاماتہ مچھا دینا رواں  
محمد صلعم سب سے اچھے مرتبے والے ہیں (رواں دواں ہے)

بھلن گڈ رباں محمد نبیؐ  
محمد صلعم اللہ کے بعد اگر کوئی ہستی ہے تو وہ (محمد صلعم ہیں)

دھم عرش کرسی سلامی ء تن  
دیتے ہیں (ہمارے نبی صلعم کو عرش و کرسی سلامی دیتے ہیں)

اڑے جانِ جاناں محمد نبیؐ  
محمد اڑے ساہ و دم کھلنا  
کنا دین و ایماں محمد نبیؐ  
شہادتہ پائے خدا جوان جوان  
محمد صلعم سب کی جان و دم ہیں (میرادین اور ایمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

گچیں مس خلتاں محمد نبیؐ  
بہت اچھی طرح بیان کیا ہے (ہمارے نبی ساری مخلوق سے اچھے ہیں)

۱۔ ماہنامہ "اوس" جون ۱۹۶۸ء "گلدستہ" ص ۴۳، ۴۴۔

غلاما کو تن بادشاہ جہاں  
 اسے شاہ شاہاں محمد نبی  
 غلامی تہ نن کن ارے زندگی  
 (اس دنیا کے بادشاہ آپ کے غلام ہیں)  
 (آپ شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں)  
 (حقیقت میں آپ کی غلامی کرنے کا نام  
 زندگی ہے)

دم و سہ انسان محمد نبی  
 (آپ انسان کے لئے جان و روح کی  
 حیثیت رکھتے ہیں)

حافظ سعید احمد المعروف طوفان میل سکنہ چوتو مستونگ کامعراج محمدی  
 بزبان بلوچی صفر المظفر ۱۳۸۹ھ / مئی ۱۹۶۹ء میں باہتمام عبدالحلیم  
 خوشنویس بلوچ مقیم کراچی مطبع عباسی سے طبع ہوا۔ کل ۸ صفحات اور  
 اشعار کی تعداد ۱۰۸ ہے۔ انداز بیان شگفتہ اور متاثر کن ہے۔

معراج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری شعر یہ ہے :-

محمد امر نازل صلوة اللہ سلام اللہ

ننار ہمبر رسول اللہ اور نازل کلام اللہ

ترجمہ :-

(محمد پیغمبر درود و سلام۔ وہ ہمارا رہبر ہے۔ اور قرآن اس پر نازل

ہوا ہے۔)

سعید آفیس گنہگار س بننگک فی امان اللہ

کرک ورد کلیمہ نابفک نبیا عذاب اللہ

ترجمہ :-

(سعید تو بے حد گنہگار ہے خدا سے پناہ مانگ۔ کلمہ شریف کا ورد کر۔

کہ تو اللہ کے عذاب سے بچ جائے)

تین نعتیہ شعر ملاحظہ ہوں۔

کُبَیْنِ رَا زَا حَمْدِنَا چَائِکْ عِنْوَانِ شَانِ اللّٰهِ  
 نَشَائِی تَانَشَانِی اَرَا عَلِی نَشَانِ اللّٰهِ  
 اَرْدُ کُوکْ مَحْفِی تِنَخَا اوْٹی حَبَابُ اللّٰهِ  
 جَوَابِ تَا خُدَا چَائِکْ تِرُوْنِ جَوَابِ اللّٰهِ  
 دِمَا غَاکْ دِیْرِ مَسْرُ کُلْ لَکَا تَا عَشْقُ تِیْرِ اللّٰهِ  
 پَر نَکَا کَلَدَا اَفَاخِ خُدَا تِنِیْشْ مَدِیْرِ اللّٰهِ

ترجمہ ۲۔

۱۔ ( احمد کی ذات ایک بڑا راز ہے۔ اس عنوان کی شان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یہ نشانی یعنی محمد ایک نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک اعلیٰ قسم کی نشانی ہے )

۲۔ ( یہ ایک مخفی اور پوشیدہ راز ہے۔ جس کا علم صرف باری تعالیٰ کو ہے۔ اس چیز کا جواب صرف خدا ہی جانتا ہے وہی اس کا

جواب دے گا )

۳۔ ( اللہ کا اپنے محبوب سے جو عشق ہے اُسے ہمارا دماغ سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس بھری دنیا میں اللہ کے بعد آپ ہی بڑے

مرتبے پر ہیں۔ جو صرف اللہ ہی جانتا ہے )

کریم بخش سائل ساکن کانگ کا مجموعہ کلام ”غزلیات سائل“ براہوئی ادبی دنیا شیخ واصل بلوچستان نے ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء میں بولان مسلم پریس کوئٹہ سے چھپوایا۔ جو ۱۴ صفحات پر مبنی ہے۔ نعت شریف پیش کی جاتی ہے۔

بالا آرہی تان ناشان یا محمد

شاهد آر خدا نا قرآن یا محمد

دلبر اس خدا نار صبر نسا اس

نا صدقہ ٹی کہ ملا ایمان یا محمد

حیوانتیاں بدتر آسن خراب نر مُست  
نا صدقہ ٹی کہ مَسُن انسان یا محمدؐ

ہر دو جہان نارحمت سرور آس نی  
محبوب رب ناس جاناں یا محمدؐ

سائل نا التجا روضہ نما خنوّ  
بیچارہ فاگبو تم احسان یا محمدؐ  
ترجمہ ۲۔

۱۔ (یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی شان سب انبیاء کرام سے بالا  
ہے۔ یا محمد اس بات کی دلالت کے لئے قرآن پاک شاہد ہے)

۲۔ (آپ اللہ تعالیٰ کے دلبر اور ہمارے رہنما ہیں۔ یا محمد آپ  
کے صدقے ہمیں ایمان میسر ہوا)

۳۔ (آپ کی بعثت سے قبل ہم حیوانوں سے بھی بدتر تھے۔ یا محمد  
آپ کے صدقے ہم انسان ہوئے)

۴۔ (آپ دونوں جہانوں کے لئے رحمت للعالمین ہیں۔ یا محمد آپ  
رب کے محبوب ہیں)

۵۔ (سائل کی استدعا ہے کہ اسے اپنے سبز گنبد کی زیارت کرائیے۔  
یا محمد اس بیچارے پر احسان فرمائیے)

پیر محمد نیمرغی ولد کرم خاں، براہیم زئی سکنہ نیمرغ نوکجو علاقہ قلات کا  
مجموعہ کلام مہر و وفا کے نام سے ۳ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ / ۲۶ اگست  
۱۹۷۱ء کو طبع ہوا۔ کل صفحات ۵۶ ہیں۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ۔ چند  
نعتیہ شعریہ ہیں۔

خداوند مس مخلوقائے مہربان  
کرے پیدا محمدؐ مصطفیٰ جان

جہاں ٹی بلوعزت اودے رب شس  
 خواہس معراج ٹی بے حد شرف شس  
 خنار ب مہرباں ناقدر تائے  
 قیاس عقلاں پیش نمونہ غاتے  
 مرے رحمت خدا ناچار یاتائے  
 آل اصحاب اونا سنگتاتائے

ترجمہ :-

( اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربان ہوئے۔ اور محمد مصطفیٰ کو پیدا کیا )  
 ( اس دنیا میں رب نے آپ کو بے حد عزت دی۔ معراج پر لے گئے  
 اور بے حد عزت و توقیر دی )  
 ( آپ نے اللہ تعالیٰ کے عجائبات دیکھے۔ جو عقل و قیاس سے  
 بعید تھے )

( اللہ کی رحمت ہو چار یاڑ پر۔ آل اصحاب اور دیگر اجباب پر )  
 مولانا محمد افضل مینگل نوشکی کی جامع مسجد میں خطیب اور افضل المدارس  
 کے مہتمم تھے۔ ۱۹۷۳ء میں فوت ہوئے۔ کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف  
 ہیں۔ آپ کی ایک نعت حسب ذیل ہے :-

ایسر براق جو اخبہ نا	مس مہربانی ربان
ہفت آسمان تان اینگ نا	سوار مس محمد مصطفیٰ
بلغ العالی بکمالہ	تناخدائے جوان خط
ڈیراک بتاتا مون ٹی	دنیا تباہ اس جہلٹی
تینے بڑہ کفر ٹی	بے دین بدراہ فسق ٹی
کشف الدبجے بجمالہ	لگا چراغیس مون ٹی
اوپشوائے کلتا	بے شک محمد مصطفیٰ



بلا نبیٰ نائِ کُلنَا      من اور کتہ صدقہ کُلنَا  
 کل عادتاک ناپلنا      حسنت جمیع خصالہ  
 او شافعی روز جزاء      اولاد او نا با صفا  
 اخلاص و شوق اوستنا      اے امتی ہر کس نما  
 خوانبو درود ہم دُعا      صَلُّوا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

ترجمہ :-

( اللہ کی مہربانی ہوئی۔ آقائے نامدار کے لئے براق لایا گیا )  
 ( محمد مصطفیٰ جلوہ افروز ہوئے۔ ساتوں آسمانوں سے آگے گئے )  
 ( اپنے رب سے وصال کیا۔ ..... )  
 ( دنیا جہالت کی وجہ سے تباہ ہو رہی تھی۔ بتوں کے ڈھیر گئے  
 ہوئے تھے )

( بے دین ہدراہ اور فاسق لوگ کفر کی طرف کھینچے جا رہے تھے )  
 ( آنکھوں کے سامنے اگر شمع روشن ہوئی، ..... )  
 ( بے شک محمد مصطفیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے پیشوا ہیں )  
 ( تمام انبیاء کے سردار، ہم سب اُن کے قربان )  
 ( اُن کی جملہ عادات و خصائل ..... )  
 ( آپ شافع روز جزا ہیں۔ آپ کی اولاد با صفا ہے )  
 ( صدق دل سے ہم میں سے ہر ایک )  
 ( آپ پر درود پڑھیں ..... )

واحد بخش رند کا مجموعہ کلام ” اُستنا ٹپاک “ ( زخمِ دل )  
 ادارہ ادب بلوچستان، کوئٹہ نے ۱۹۷۵ء میں پاکستان پریس  
 کوئٹہ سے چھپوایا۔ کل صفحات ۱۲۸ ہیں۔ اور قیمت (۵) پانچ  
 روپے۔

یہ مجموعہ پند و نصائح پر مبنی ہے طالب علم، ہمدردی اتفاق لب  
(ولور) رشوت، ہمت، پاکستان، ۱۹۴۵ء کے شہدا کو سلام وغیرہ  
عنوانات متعین کر کے شعر کہے ہیں۔ چند نعتیہ شعر ملاحظہ کیجئے :-

مسلمانا کہ جو کہ نوح مرین پان درود محمدؐ  
خداوند رحمت کے دنیا نوا برکت اونا دا  
محمدؐ بارے مسلمانا کہ کل ایلموخواہ ارٹے اریے  
پابونم تین یہ تین تون داڑے انتس جوانی کو ریے  
اے مسلمانا کہ محمدؐ نما خاطر ان دہن دعا کریس  
ہدایت کر کے تا خدا یادھنکہ مستنان کر لیس

ترجمہ :-

(اے مسلمانو! او مل کر محمدؐ پر درود پڑھیں۔ آپ کے صدقے اللہ  
تعالیٰ ہم پر اپنی رحمت (نازل) کریں۔

(محمدؐ نے فرمایا تم تمام مسلمان کہیں بھی ہو آپس میں بھائی ہو۔ یہاں  
آپس میں جس قدر ہو سکے بھلائی کر لو۔)

(اے مسلمانو! محمدؐ نے تمہاری خاطر یہ دعا کی۔ اے اللہ تعالیٰ! ان  
لوگوں کو راہ راست پر چلنے کی ہدایت کر)

”قدم قدم آباد“ ان بلوچی، براہوئی اور پشتو شاعروں کے نغمات کا  
مجموعہ ہے۔ جو ملک و وطن سے والہانہ محبت و عقیدت کی بنا پر سغور قرطاس  
پر بکھرے ہوئے ہیں۔ ان قومی شاعروں نے اپنے نغموں کے ذریعے ایک صحتمند  
معاشرے کی تشکیل کا درس دیا ہے۔ اس کتابچہ کو ۱۹۷۸ء میں حکومت پاکستان  
کی قائم کردہ بارڈر پبلسٹی آرگنائزیشن کوئٹہ نے شائع کرایا تھا۔ یہ ۱۲۸ صفحات  
پر مشتمل ہے۔ اس کتابچہ میں حمدیہ اور نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں۔ بلوچی اور  
براہوئی کے نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ بلوچی کی نعت عبدالغفور درخسانی

کا نتیجہ فکر ہے۔ براہی ہوئی کی نعت تراب لاڑ کا نوی کی تخلیق ہے۔

ہر گھڑی مسال دلا رسول اللہ (ہر وقت میرا دل رسول اللہ پکارتا ہے)  
 ذکر صبح و شام رسول اللہ (میرا ذکر صبح و شام رسول اللہ ہے)  
 دل منی باغ بیت گشتاں وقتے (جب کبھی رسول اللہ کہتا ہوں تو میرا دل  
 خوش ہو جاتا ہے)

سید سید رسول اللہ (اے سید! اے سید رسول اللہ)  
 یا خدا زندغاں دلا مبراں (یا خدا مجھے کسی (زندہ) چیز کی کوئی  
 ضرورت نہیں ہے)

بیت ما جوڑان سدا رسول اللہ (اگر ضرورت ہے تو صرف رسول اللہ  
 کی جو ہمیشہ میرے ساتھ رہیں)  
 وقتے سکرات کہ جان رخصت بیت (مرتے وقت جب روح جسم سے رخصت  
 ہوتی ہے)

بیت جاری و فار رسول اللہ (تو اس وقت میرے منہ سے رسول اللہ  
 کا ذکر جاری ہو جاتا ہے)  
 بند بنیت گٹ زبان چہ سکراتا (جب سکرات کی وجہ سے زبان بند ہو  
 جاتی ہے)

بیت جاری دلا رسول اللہ (تو اس وقت میرے دل سے رسول  
 اللہ کی پکار آتی ہے)  
 آخری دم دفا چہ راہی بیت (جب آخری وقت روح قبض ہونے  
 لگتی ہے)

ہڈکی لے بیت سدا رسول اللہ (تو ہر آخری موت کی ہچکی  
 سے رسول اللہ کی آواز نکلتی  
 ہے)

(اے دل کفن پہننے سے کیا بنتا ہے)	اے دلاجہ مبارکت کفن پٹیروخ
(صرف کفن کے ساتھ رسول اللہ کا نام	لکھی کفن سدا رسول اللہ
لکھا ہونا چاہیے)	
(میرے دفن کرنے کے بعد لا الہ الا اللہ	کاندھی کل شنت لا الہ الا اللہ
اللہ کہا گیا)	
(لیکن میری روح تو کہتی ہے یا رسول	پر منی روح گشت یا رسول اللہ
اللہ)	
(ان حالات کے تحت اے عبد الغفور	تدے عبد الغفور مبی غمگین
تجھے غمگین نہیں ہونا چاہیے)	
(وہ اس لئے کہ (دن قیامت کے	استن شافع شفا رسول اللہ
تیری شفاعت کرنے والے خود رسول	
اللہ ہیں)	

(اس دنیا کے محسن اُمت کے آقا)	جہان نامحسن، اُمت ناآقا
(آپ پر درود و سلام)	درود نے آسلام نے آ
(آپ برحق نبی اور خدا کے صغی ہیں)	نبی برحق، صغی خدانا
(آپ پر درود و سلام)	درود نے آسلام نے آ
(آپ اُمت کے شافع اور نسیم رحمت ہیں)	شقیع اُمت، نسیم رحمت
(آپ یتیم پرور اور غریبوں کے محافظ ہیں)	یتیم پرور، نج بے وساتا
(آپ دونوں جہان کے نجات عقی ہیں)	ہتم دنیا نا، نجات عقی
(آپ پر درود و سلام)	درود نے آسلام نے آ
(آپ اپنے غریب اُمتی کے حمایتی ہیں)	غریب اُمت نا، نی حمایت
(آپ کی دعا سب سے زیادہ مقبول ہے)	اوکلانا مس سدا عنایت

مریضِ ملتِ نانا، فی مداوا	(آپ اس مریضِ ملت کے مداوا کرنے والے ہیں)
دُرود نے آسَلام نے آ	(آپ پر درود و سلام)
خدا نازِ رحمتِ نانیِ خَزمینہ	(آپ خدا کی رحمت کے خزانے ہیں)
جس ہلیک نے آ اُست و سینہ	(ہر ایک آپ اپنے سینہ اور دل سے چاہنے والا ہے)
عجوزِ نانیِ اریسِ تمنا	(آپ بے کس کی تمنا ہیں)
دُرود نے آسَلام نے آ	(آپ پر درود و سلام)
مدارِ تخلیق، ہر دو عالم	(آپ کے صدقے چاند سورج اور ستارے اور دو عالم ظہور پذیر ہوئے)
فلکِ نازینتِ فی عَزِ آدَم	(آپ آسمان کی زینت اور آدم علیہ السلام کی دُعا قبول کرنے کا وسیلہ ہیں)
نی عرشِ کُرسیِ ناشانِ شاہا	(آپ عرش کی کرسی کے شہنشاہ ہیں)
دُرود نے آسَلام نے آ	(آپ پر درود و سلام)
دا صدخہ نے آ سبجو خُدائی	(آپ کے صدقے یہ ساری خدائی)
مَلکِ فَلَکِ مَسْئُورِ نَافِدائی	(یعنی زمین اور آسمان آپ کے فدائی ہیں)
خلیلِ کعبہ، مسیحِ بطحی	(خلیلِ کعبہ، مسیحِ بطحی ابھی آپ کے فدائی)
دُرود نے آسَلام نے آ	(آپ پر درود و سلام)
عربِ عجمِ ہلکُ نور نے آن	(عرب و عجم آپ کے نور کی روشنی حاصل کرنے کے ہیں)
جہاںِ حُرستے سُرود نے آن	(سارے جہان میں آپ کی وجہ سے خوشی ہے)

(آپ کی وجہ سے اس دنیا کو بینائی ملی)	روشن مشر جگ ناخنک بینا
(آپ پر درود و سلام)	درود نے آسلام نے آ
(محمد رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی)	رؤف نی اُس رحیم نی اُس
(اور آپ نعلق عظیم بھی ہیں)	او شرح خلق عظیم نی اُس
(آپ بے تحاشا خدا کے ہم نام ہیں)	خدا نا ہم نام بے تحاشا
(آپ پر درود و سلام)	درود نے آسلام نے آ
(آپ کی صفت قرآن پاک کی سورۃ والضحیٰ میں واضح ہے)	صفت عیاں مس نا والضحیٰ ٹی
(رہت ذوالجلال خود بھی آپ کی ثنا میں شامل ہو گئے)	خدا مس شاغل نما ثنا ٹی
(آپ کا لقب مبارک پاکیزہ ہے)	لقب نا پاکیزہ مس طاہا
(آپ پر درود و سلام)	درود نے آسلام نے آ
(آپ کو لو لاک کی سرداری ملی ہے)	رہینگا نے خواجہ لولاک
(آپ ارض و سما کے بھی مالک ہیں)	نے آقباں ارض و افلاک
(آپ کی تعریف یوں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوئے)	سید، ناساراہ مس فترضیٰ
(آپ پر درود و سلام)	درود نے آسلام نے آ
(ہمارے محمد مصطفیٰ کا نام شفا کے کامل ہے)	شفا کے کامل دا، نام ناس
(اور اس دنیا میں آپ کا اسم مبارک بہت عظیم ہے)	واسم اعظم کلام ناس
(آپ کی نظر ہمارے لئے دم میسا بن گئی)	نظر ناس نن کہ دم میسا
(آپ پر درود و سلام)	درود نے آسلام نے آ

دائینا درنا پھینچے سرورؐ (سرور عالم اپنے در کے اس فقیر کو)  
 نوازے دیدار تونی دلبر (اپنے دیدار سے نواز دیجئے)  
 سخاکہ مرسلؐ ترابؐ گدا آ (اے محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 تراب فقیر پر آپؐ مہربانی فرمائیے)  
 درود نے آسلا نے آ (آپؐ پر درود و سلام

عبدالصمد شاہین سورابی ولد عبدالقادر فاضل براہوئی جیل و بد کے  
 مصنف ہیں۔ جو جنوری ۱۹۸۰ء میں اسلامیہ پریس کوئٹہ سے شائع ہوئی۔ ملنے  
 کا پتہ ہے: یعقوب ٹی سٹور، سورج گنج بازار، کوئٹہ۔ کل صفحات ۱۲۰  
 ہیں۔ یہ اردو براہوئی اور بلوچی زبانوں پر مشتمل ہے۔ آخر میں منظومات  
 (حمد بدرگاہ رب العزت بزبان براہوئی۔ نعت بہ حضور سرور کونین صلعم،  
 بزبان بلوچی، غزل اردو میں اور اتحاد، یقین اور عمل — قائد اعظم ناقل  
 براہوئی میں) درج ہیں۔ نعتیہ اشعار قارئین کی خدمت میں پیش کیے  
 جاتے ہیں:-

نبی اے مکرم نبی آخرائے  
 ہما فخر عالم نبی مصطفیٰ مئے

امام انبیاء مئے شفا آخرائے  
 ہما فخر آدم نبی مصطفیٰ مئے

آبطی، آلسین، مزمل آطہ  
 آآقی آعالم نبی مصطفیٰ مئے

کرت مالک کوثر، مدثر خدا گشت  
 آساقی اعظم نبی مصطفیٰ مئے

نہ مارکا دیست چوش نہ عرشا کے دیست  
 آہمان حاکم نبی مصطفیٰ مئے

رَبِّ لَأَرْبُ لَأَشْكُ دَكْمَ مَسِيحِ خُدَانِيست  
 اَمِّ مَجْبُوبِ دَائِمِ نَبِيِّ مُصْطَفَى مَنِي

شاہین دُنیا دیم انت تو دُنیا دیا  
 بہ او میت و قائم نبی مُصطفیٰ مَنے

ترجمہ ۵۔

۱۔ (اے محترم نبی اے آخری نبی۔ اے ہمارے نبی آپ پر تمام  
 دُنیا فخر کرتی ہے)

۲۔ (آپ ہمارے انبیائے کرام کے امام ہیں اور آخرت میں ہماری  
 شفاعت کرنے والے ہیں اے ہمارے نبی مُصطفیٰ آپ پر تمام نبی  
 نوع انسان فخر کرتے ہیں)

۳۔ (آپ اُمّی ہیں اور سارے جہانوں کے لیے ہمارے نبی مُصطفیٰ ہیں)  
 ۴۔ (خداوند تعالیٰ نے آپ کو کوثر اور مُدثر کا مالک بنا دیا ہے۔ ہمارے  
 نبی مُصطفیٰ ساقی اعظم ہیں)

۵۔ زمین اور آسمان پر آپ جیسا کسی نے نہیں دیکھا۔ اے ہمارے  
 نبی مُصطفیٰ آپ کی شان تو یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مہمان  
 بنے ہیں)

۶۔ (اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ ہمارے نبی مُصطفیٰ ہمیشہ  
 اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں)

۷۔ اے شاہین دُنیا آگے ہے اور تو دُنیا کے آگے ہے۔ (اس لیے کہ ہماری  
 تو نبی مُصطفیٰ کے ساتھ اُمید بندھی ہوئی ہے)

عبدالصمد شاہین اپنے شاعری کے استاد جناب نثار احمد محشر رسول نگری



کی شہرہ آفاق مثنوی ”فخر کونین“ کا ترجمہ براہوئی میں کر رہے ہیں۔ ترجمہ تکمیل کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ یہ یقیناً قابل قدر اور قابل توصیف کارنامہ ہوگا۔ ”فخر کونین“ پر تبصرہ حصہ اردو میں مندرج ہے۔

عبد الغفور ڈرخانی براہوئی کے مشہور و معروف ادیب و شاعر ہیں۔ آپ کے والد مولانا ابوبکر تھے جو مولانا محمد فاضل ڈرخانی کے جانشین مولانا عبدالحی کے فرزند تھے۔ آپ کا تعلق رئیسانی قبیلے سے ہے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

سراسر نور مجربات عبد الغفور۔ قاعدہ براہوئی، قاعدہ براہوئی مع بول چال حصہ اول۔ براہوئی گرامر بول چال حصہ دوم۔ حدیث اربعین۔ اس کتاب کا پورا نام حدیث اربعین المعروف بہ فرحت سرود ہے۔ اس میں چالیس احادیث مبارکہ کا براہوئی ترجمہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں چند ایک منظوم پند و نصائح بھی درج ہیں۔ کل صفحات ۳۲ ہیں۔ آپ کے بلوچی کے بعض نعتیہ اشعار اس کتاب میں دوسری جگہ پیش کئے گئے ہیں۔ براہوئی کے نعتیہ شعر ملاحظہ فرمائیے :-

یا رسول اللہ سنیگ فریاد دل گیرنا  
غرق مسٹ ای غمائنٹ حل نی دوئی کنا  
غیرنیاں پین کس ات او برے دوئی ہلے  
ہرفے حالال غریب نایا رسول اللہ کنا  
دردناتینا ارارے کا داروئے صنف  
غیر دوستان پین کس توپچ دو اف ہمننا

ترجمہ :-

(یا رسول اللہ میری مدد کر میں آپ کے در کا فریادی ہوں۔ میں غموں میں غرق ہوں مجھ کو ان سے چھٹکارہ دلا)

(ماسوائے آپ کے اور کوئی نہیں ملجا میرا۔ غریبوں کے حال سے باخبر ہے رسول اللہ میرا)

(درد کی میں اپنی ڈھونڈوں کہاں دیکھوں دوا۔ دوست کے بغیر اور

کس کے پاس ہے رحم کی دوا)

صالح محمد شاد پسر مرزا خان شاہوانی ۳ اپریل ۱۹۵۳ کو مستونگ روڈ

میں پیدا ہوا۔ ایلم مستونگ، زمانہ کوئٹہ، احوال خضدار، اور اوس بلوچی

کوئٹہ میں کلام اور مضامین چھپے ہیں۔ نعت گوئی سے خصوصی شغف ہے۔ براہروی

کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

بریک سخنو دیس او دے حشر پارا

ننے تینا یا تاہتیسک محمدؐ

کیک شہاء ناخداوند پاکنگا قرآنِ مٹی

انبیاء تانی امام اُس یا محمدؐ مصطفیٰ

فریا ای کیوہ کتا سوال خدای بن

آسیکا تو نشان بیت نی بازارے مدینہ

بند غی عزت خندانے آن رسولؐ

نازور دارک ربّانے آسلام

قد ماتے آحضرت نا کر ساء فدائی شاد

جنت بخیرٹ کیک غلامان محمدؐ نا

ترجمہ :-

(آئے گا سخت دن کہتے ہیں جسے حشر۔ ہمیں یاد کرنا اُس وقت

محمدؐ)

(خدا قرآن پاک میں تیرا شنا گو ہے۔ انبیاء کرام کا تو امام ہے یا محمد

مصطفیٰؐ)

(میں فریاد کرتا ہوں میرا سوال سُن خدا۔ ایک بار تو دکھانے سے بازارِ مدینہ)  
 (انسانیت نے تجھ سے عزت پائی اے رسولؐ۔ رب کے لٹے تجھ پر سلام)  
 (حضرت کے قدموں پر اے شاد اپنی جان فدا کرو۔ کیونکہ جنت حضور کے  
 غلاموں کو خوش آمدید کہتی ہے)

شاد نے بڑی اچھی نعتیہ قوالیاں بھی کہی ہیں۔ ایک قوالی کا ٹیپ کا

شعر یہ ہے:-

انت اعلیٰ شان سے حضرت رسول اللہنا  
 شاد پارک صحوب و شام صلّ علی صلّ علی

ترجمہ:-

(کتنی اعلیٰ شان ہے حضرت رسول اللہ کی۔ شاد کہو صبح و شام صلّ

علی صلّ علی)

### بابا عبدالحق شاہ ہوانی

مُصطفیٰ جانِ نی دریس اُسے زہیر آن او نمبوا

مُصطفیٰ جانِ خنیرہ ی بیدس نیاں او نمبوا

مُصطفیٰ جانِ رحم برے نے اتے ای او نمبوا

مُصطفیٰ جانِ کنے دپک ای سموکان او نمبوا

مُصطفیٰ جانِ بابا یارے اُسے ہیلپک او نمبوا

کیس نوا ولدا جدائی سموکان او نمبوا

ترجمہ:-

(مُصطفیٰ جان آپ نے لے لیا دل کو بھڑ میں روتا ہوں میں)

(مُصطفیٰ جان نظر آتا نہیں ماسوائے آپ کے روتا ہوں میں)

(مُصطفیٰ جان رحم کر کس لئے میں روتا ہوں اب)

(مُصطفیٰ جان مجھ کو لے جاتا نہیں اس لئے روتا ہوں میں)

(مصطفیٰ جان کہا بابا نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں روتا ہوں میں،  
آپ پھر جدا نہ ہو جائیں اس لیے روتا ہوں میں)

### گل بنگلزی

پاک رسول نا تعریف کیو شنائے  
کنا جان اوڑکن ہر وخت خدائے  
گڈیکو رسول اے او خاتم نبی تا  
سردارے دو جہاں اے سردارے نبی تا  
خزں آگبد عجیب زیب دارے  
کدوک اوڑے آرام ننا تاج دارے

ترجمہ :-

(حضور پاک کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ میری جاں اُس پر ہر وقت  
نثار ہو)

(آخری نبی ہے اور خاتم انبیاء ہے۔ سردار دو جہاں ہے نبیوں کا  
سردار ہے)

(سبز گنبد عجیب عالی شان ہے۔ کہ جس میں محو آرام اُمت کا تاجدار  
ہے)

بلوچستان کے مشہور مؤرخ، ادیب اور شاعر میر گل خاں نصیر نوشکی  
کے ذکر میں گل گھرانے میں ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی کئی کتابیں  
چھپ چکی ہیں۔

آپ نے جنگ نامہ مشہد (فارسی) کا منظوم براہوئی ترجمہ کیا ہے۔  
جسے ”براہوئی اکیڈمی“ کوئٹہ نے چھاپا ہے۔ براہوئی میں عنوان ہے ”مشہدنا  
جنگ نامہ“ (نصیر خاں نوری نا، بیانیٹی)۔ کل صفحات ۴۴۔ مارچ ۱۹۸۰ء  
میں منظوم ترجمہ مکمل ہوا۔ نعت کالیوں براہوئی میں ترجمہ کیا گیا

محمد مصطفیٰ ختم پیغمبر  
محمد مصطفیٰ شافی محشر

محمد مصطفیٰ ختم رسالت  
محمد مصطفیٰ شافی اُمت

محمد نورن تا پیدا جہاں مس  
آم برکت اٹ تا بٹرز ہفت آسمان مس

محمد ربنا دوست و خلیجے  
محمد درد منداتہ طیبے

محمد پیشوائے دو جہان نا  
محمد ناز بردار لامکان نا

رسولاتا امام و پیشوائے  
ارے کلاں پسندتینے طخدائے

محمد سوار براقا باد پیا آئے  
انادیدار کن بٹرز تینا خدا آئے

کرے اوٹیل بٹرز ہفت آسمانے  
آمو جانے کہ تینا رب خانے

مٹاک عاجز و اوٹا خنیک آن  
ام جبریل بندارے مستی انگ آن

محمد دستگیرے بیو سانا  
محمد حامی نے گل بیک سانا

محمدنا ارا کیوئی بیانے  
نئے آئے مشفق و باز مہربانے

اے بخشو کے اُامت تائینا  
قیامت نا، اُمودے آءِ خرینا

اُمودے آءِ کہ کل مخلوق بروئے  
کہ درجہ درجہ اٹ حاضر مروئے

اُمودے آءِ کہ دے شیفی بروئے  
ڈغارے باسفو، خی سُن کروئے

اُمودے آءِ ننا شافی نبیؐ نے  
کروئے عرض بخشو اُمتی نے

صِفَتے اونا اُخس پان پھ آوت  
زیارت اُوران صفت پن کس کن

ترجمہ :-

(محمد مصطفیٰؐ خاتم انبیاء ہیں۔ محمد مصطفیٰؐ شافع محشر ہیں)

(محمد مصطفیٰؐ خاتم رسالت ہیں۔ محمد مصطفیٰؐ شافع اُمت ہیں)

(محمدؐ کے نور سے یہ دُنیا پیدا ہوئی۔ آپؐ کی برکت سے سات آسمان  
پیدا ہوئے)

(محمدؐ اللہ تعالیٰ کے دوست اور حبیب ہیں۔ محمدؐ دکھی انسانوں کے  
طیب ہیں)

(محمدؐ دونوں جہاں کے پیشوا ہیں۔ محمدؐ لامکان کے ناز بردار ہیں)

(آپؐ رسولوں کے امام اور پیشوا ہیں۔ جملہ انسانوں سے زیادہ اللہ  
آپؐ کو پسند کرتا ہے)

(محمدؐ براق پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ عرش پر اپنے رب کے دیدار  
کے لیے گئے)

آپؐ نے ساتوں آسمان کی سیر کی۔ ان مقامات کی بھی جن کو صرف اللہ

تعالیٰ ہی دیکھا ہے)

(فرشتے بھی ان (مقامات) کو دیکھنے سے عاجز ہیں۔ جبریلؑ کو بھی

آگے جانے کی اجازت نہیں ہے)

(محمدؐ بیکسوں کے دستگیر ہیں۔ محمدؐ تمام بیکسوں کے حامی ہیں)

(محمدؐ کی شان (کے کس کس پہلو) کا میں ذکر کروں۔ ہم پر مشفق و مہربان

ہیں)۔

(آپؐ اپنی اُمت کے شافع ہیں۔ قیامت کی اس خوفناک اور تلخ (گھڑی) میں)

(جب تمام لوگ آئیں گے۔ وہ درجہ بدرجہ حاضر ہوں گے)

(اس روز جب آفتاب نیچے آئے گا۔ تو زمین کو گرم کر کے انگارہ بنا

دے گا)

(اسی دن ہمارے نبیؐ شافع ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ سے) دُعا کر کے

اُمت کو بخشوائیں گے)

(آپؐ کی تعریف جس قدر کریں کم ہے۔ (مختصر یہ کہ) آپؐ سے زیادہ

تعریف کسی کی ہو ہی نہیں سکتی)

مرہوم خان میر احمد یار خاں کی تعریف کرتے ہوئے میر گل خاں نصیر نے

کہا ہے :-

خداوند، نامرے ہر وقت مددگار

رسولِ ہاشمیؐ و ام چہار یارؐ

خدا ونا، مرے نازی اور رحمت

محمدؐ دو آئی نا ایتہ برکت

ترجمہ :-

(اللہ تعالیٰ آپؐ کا ہر وقت مددگار ہو۔ رسولِ ہاشمیؐ اور چہار

یارؐ بھی)

( اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے ہاتھ  
میں برکت دے )

میر نصیر خاں نوری کی والدہ محترمہ اُن کو دُعا دیتے ہوئے کہتی ہیں :-

توکل کر خدا آءِ انِ نی باوا !

محمد مصطفیٰ آءِ انِ نی باوا !

ترجمہ :-

( اے بیٹے ! اللہ پر توکل کر۔ اے بیٹے ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس پہنچ جا )

غلام نبی راہی ۱۹۳۹ء میں کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ لاگتہ بجویٹ ہیں۔

۱۹۵۷ء سے براہوٹی ادب کی خدمت میں مگن ہیں۔ افسانہ نگار، ڈرامہ

نگار اور مزاح نگار ہیں۔ ان کی براہوٹی تحریریں ’اوس بلوچی، کوئٹہ، احوال‘

خضدار اور ’ایلم‘ مستونگ میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ روزنامہ ’میزان‘

کوئٹہ میں اُردو میں مزاحیہ کالم ”بہار و خزاں“ کے عنوان سے لکھا۔ اس

کے علاوہ ”چاند“ لاہور کے لیے بھی مزاحیہ کہانیاں لکھیں۔ آپ ریڈیو پاکستان

کوئٹہ سے منسلک ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی کے لیے بھی لکھتے رہتے ہیں۔

آپ کا عظیم کارنامہ ایک نثری کتاب ”سیرتُ النبیؐ“ (گچین براہوٹی)

ہے۔ جو اس موضوع پر براہوٹی میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ اسے

حکومت پاکستان پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کوئٹہ نے ۱۹۷۸ء میں اسلامیہ

پریس کوئٹہ سے چھپوایا۔ تعداد ایک ہزار تھی۔ کل صفحات ۱۶۷ ہیں شریعہ میں

عبدالقادر شاہ ہوانی نے ”ننا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم“ کے عنوان کے تحت

سیرت پاک کے بارے میں مختصر طور پر تحریر کیا ہے۔

غلام نبی راہی نے ”سیرتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ از مولانا شبلی،

علامہ سید سلیمان ندوی سے بعض عنوانات کے مواد کا براہوٹی میں ترجمہ



کیا ہے۔ جن کا ہماری روزمرہ کی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ آنحضرت صلعم نے زندگی کے ہر موڑ پر مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں کی رہنمائی فرمائی ہے۔

سیرت النبیؐ (گچیں براہوئی) میں پچاس عنوانات کے تحت گراں قدر معلومات یکجا کی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

عبادت، دعا و نماز، روچہ، زکوٰۃ، حج، اللہ نا ذکر، ذوق شوق، جنگنا پڑنا، اللہ نا ذکر، اللہ نا خوف، اللہ تون محبت، توکل، صبر و شکر رسول اللہ نا عادتاک، عدل و انصاف، مہمانداری، نرمی و آسانی، شرم و حیا، عزم و استقلال، بہادری، قول و اقرار، نصاریٰ و یہودی توتو تعلقداری، غریب آنتو محبت او جوانی، دشمن آنتو جوانی، دشمن تکن نیک دعائی، ہر کس تون محبت، بیمار آتا خیال داری، اولاد تون محبت وغیرہ۔

غلام نبی راہی کے ترجمے کا انداز دلکش، متاثر کن اور شستہ ہے۔ وہ خواہاں ہے کہ قاری نہ صرف حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار عالیہ سے آگاہ ہو بلکہ ان پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کی سعادتوں اور نعمتوں سے مالا مال ہو جائے۔ براہوئی جاننے والے حضرات اس کتاب سے یقینی طور پر بہرہ یاب ہوں گے۔

ترجمہ ہونے کے باوجود غلام نبی راہی کی ”سیرت النبیؐ“ براہوئی نثری ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

پروفیسر عبدالرزاق ایم۔ اے، ایل ایل بی کی اہم تالیف ”سیرت النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم“ براہوئی اکیڈمی کوئٹہ نے جنوری ۱۹۸۱ء میں شائع کی ہے۔ تعداد پانچ سو، قیمت پانچ روپے، احمد برادر س پرسٹرز، کراچی نے چھاپی۔ کل صفحات ۷۲۔ کھائی چھپائی معیاری، گرد پوش دیدہ زیب، پیش لفظ غلام حیدر حسرت صدر براہوئی اکیڈمی کوئٹہ کا تحریر کردہ ہے۔

چوالیس عنوانات کے تحت قابلِ قدر معلومات ہم پہنچائی گئی ہیں۔ جیسے اٹھنے بیٹھنے کے آداب، سو گئے جاگنے کے آداب، غلاموں کے ساتھ محبت کا سلوک، بچوں سے شفقت، سچ کہنا، خدا کی نافرمانی کا عذاب، کپڑے پہننے کے آداب، شکر و توکل، ایمانداری، دلاوری، پرہیزگاری، تبلیغ، رسم، اخلاقِ حسنہ، بندگی، نماز، زکوٰۃ اور انصاف وغیرہ۔

متذکرہ بالا اور کل چوالیس عنوانات میں آنحضرت صلعم کی تعلیمات اور حیاتِ طیبہ کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اور قاری کو عملی طور پر اپنانے کی جانب اکساتی ہیں۔ اندازِ نگارش دلچسپ، اثر پذیر اور سیدھا سادا ہے۔ پروفیسر عبدالرؤف کی براہوئی زبان میں لکھی گئی 'سیرت النبی'، ایک قابلِ فخر تحریر ہے۔ اور براہوئی نثری ادب میں قابلِ توصیف اضافے کا درجہ رکھتی ہے۔

غلام حیدر حسرت ایم۔ اے، ایل، ایل، بی کی قابلِ قدر تالیف 'بندگی تاخیر خواہ' (سیرتِ طیبہ) حال ہی میں براہوئی اکیڈمی کوئٹہ نے کراچی سے چھپوائی ہے کل صفحات ۱۲۷۔ تعداد ایک ہزار۔ کھائی چھپائی اور گردپوش قابلِ ستائش۔ مؤلف نے چوبیس مختلف موضوعات کے تحت مختصر اور عام فہم انداز میں سیرتِ پاک کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور زندگی کے مختلف ادوار احوال میں اس کا خاکہ کھینچا ہے۔ عبارت میں روانی اور مندرجات ہر موضوع سے مناسبت رکھتے ہیں۔

براہوئی زبان پاکستان کی قدیم ترین اور مشکل ترین زبانوں میں شمار ہوتی ہے اس کا نثری سرمایہ شعری سرمائے کی نسبت قلیل بھی ہے اور کم عمر بھی۔ لہذا براہوئی زبان میں ایسی تالیف قابلِ صد افرین ہے۔

## باب سوم

# بلوچی کتب اور نعت گوئی

بلوچی شاعری میں قدما اور متوسطین کے ہاں نعت سرور کونین کا اپنا ایک منفرد رنگ ہے۔ یہ شعراء جو اکثر طویل منظومات نظم کرتے تھے۔ نظم کی ابتدا حمد باری تعالیٰ سے کرتے ہوئے ایک دو شعروں کے بعد حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم کی نعت کی جانب رجوع کرتے، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی مدحت کے بعد غوث پاک اور دوسرے اولیاء کی ستائش کرتے، تب اپنے مقصد کی طرف دھیان دیتے۔

قدیم بلوچی شاعری چونکہ سینہ بہ سینہ روایات کی مرہون منت رہی ہے۔ اور ناخواندگی اور قبائلی جنگوں کے باعث لوگوں نے نغنیہ اشعار کو چھوڑ کر صرف ان اشعار کو حفظ کیا جن کی انہیں جنگی رجز یا بزم کی ہمتا ہی میں ضرورت تھی۔ اسی لئے جو تھوڑی بہت مذہبی اور اخلاقی نظمیں ملتی ہیں۔ انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں اسلامی عقائد کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک، حضرت علیؑ اور درویشوں کے متعلق قصے ملتے ہیں۔

میر چاکر رند نے اپنی نظم کی ابتدا یوں کی ہے۔

یا دکھتاں نامِ الہی (یاد کرتا ہوں نام اللہ کا)

منہ اول سَرناؤہ غاں (صبح کا ستارہ نکلتے وقت)

حیدر، پشت، اوپنا ہیں (ہماری پشت و پناہ حیدر (علی) ہے)

حضرتیں، آخر زماں (اور ہے حضرت آخر زمان (محمد))

میر چاکر رند ۱۵۱۹ء کے بعد جب علاقہ ملتان میں جا بسا۔ تو اُس

وقت اُس کا لڑکا میر شہداد اس کے ہمراہ تھا۔ میر شہداد نہ صرف

شجاع اور سخی تھا۔ بلکہ مذہب و تصوف کا دلدادہ تھا۔ اُسے بلوچوں

میں آج بھی صوفی یا عالم سمجھا جاتا ہے۔ وہ اپنی نظم میں کہتا

ہے۔

حمدا، خاوند، گشاں (تعریف خداوند کریم کی کرتا ہوں)

مدحہ ہی، محمد مصطفیٰ (میرے مددگار ہیں محمد مصطفیٰ)

شاہیں علی، شیریں حُدا (اور حضرت علیؓ جو شیر خدا ہیں)

براہیم شہبانی کی نظم میں آتا ہے۔

پاکین نبیؐ تختِ سرا (میں نے نبی پاک کو تخت پر بیٹھے دیکھا)

نشہ پرے، علدو، شرع (جہاں وہ شرع کے مطابق عدل کر

رہا تھا)

دُریں حُدا، معراجہ وا (منصبِ معراج پر فائز)

آں، جوفہ و وحرص نہ یا (جسے لالچ تھا نہ حرص)

۱۔ قدیم بلوچی شاعری، مترجم میر خدابخش مری، کوئٹہ، ۱۹۶۳ء، ص ۲۸

۲۔ قدیم بلوچی شاعری، ص ص ۱۸۸، ۱۸۹۔

۳۔ ایضاً، ص ۱۹۲۔

شکران ولد سلیمان جتکانی کی ایک نظم کا اس طرح آغاز ہوتا ہے۔  
 اول نامے حُدا، یادیں (ابتدا اللہ کے نام سے کرتا ہوں)  
 رسولاً، کلمہ وو، تائیں (اور رسول کا کلمہ لازمی ہے)  
 نہ وی (نبیؐ) پر اُمتا والی (نبیؐ اپنی اُمت کو سنبھالتا ہے اور  
 اُس کا والی ہے)

دوسری نظم میں دیکھئے۔

حُدا، بادشاہیں، محمدؐ وزیر (حُدا بادشاہ ہے سب کا اور محمدؐ رسول  
 اللہ اس کے وزیر)  
 والی رسولیں، پرے اُمتا (رسولؐ اپنی اُمت کا نگہبان اور والی  
 ہے)۔

جنگِ چھنٹری کی نظم کی ابتدا اور انتہا ملاحظہ کیجئے۔  
 رب براؤں بات ایں قادرِ صد گنجیں گلی  
 شاہِ مردان و چاریں یاراں پیغمبری

ترجمہ:-

(میں خدا کے گنج بخش دربار کو سات مرتبہ یاد کرتا ہوں۔ اور شاہِ  
 مردان اور پیغمبر کے چاروں یار (مجھے یاد ہیں)

مئے زوان شغرایں اژدہا بے وس بيشقال  
 کلموئے بشارتے دیں مسلمان و مردماں

۱۔ قدیم بلوچی شاعری، ص ۱۹۹۔

۲۔ ایضاً

، ص ص ۲۰۳، ۲۰۴

۳۔ تاریخ بلوچستان، ہتورام، کوئٹہ، ۱۹۷۳ء، ص ۱۳۰ تا ۱۸۷۔

ترجمہ :-

( میری زبان روان ہے اور میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوا ہوں۔ مسلمان  
 بھائیو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھو )  
 بلوچستان کے نامور شاعر ملامحمد حسن اپنے بلوچی اشعار کا آغاز یوں  
 کرتے ہیں۔

صفت اول خداوند جہان را  
 خداوند زمین و آسمان را  
 ہزار صلوات نبیؐ و خاندان را  
 محمد مصطفیٰؐ گویا چار یارؐ

ترجمہ :-

( سب سے پہلے خداوند عالم کی تعریف کرتا ہوں۔ جو زمین و آسمان کا  
 مالک ہے )

( ہزاروں درود و سلام نبی صلعم کے خاندان۔ محمد مصطفیٰ اور چار

یاروں پر )  
 پکچ مکران کے میں ملک دینار کی لڑائی کے بارے میں ایک نظم سینہ بسینہ  
 چلی آتی ہے۔ اُس کا پہلا شعر یہ ہے :-

بہر حق این ہماں پیغمبرؐ،  
 فرقان پرور و ۶ زہر بر

ترجمہ :-

( نبی اکرمؐ سچے پیغمبر اور جو فرقان مجید کا عملی نمونہ ہیں )

لے تاریخ بلوچستان، ہتورام، کوئٹہ ۱۹۷۳ ص ۳۲۲۔

ص ۴۵۷، ۴۶۰

لے ایضاً

جیوا اپنی نظم پیری ورنائی (بڑھاپا اور جوانی) میں کہتا ہے۔  
وتمہ نوئی پاکیں، پہ بدوینخاں، ضامنیں

ترجمہ :-

(نبی پاک خود ہی نیکی اور بدی کے ضامن ہیں)

حارین شہبانی بگٹی گویا ہوتا ہے :

پاکر شاہی رسولے دعائی، پیر مرشدئے

ترجمہ :-

(جن پر رسول پاک مہربان اور پیر و مرشدان کے دعاگو ہیں)

حارین کے جواب میں کابل ولد گلن ڈومبکی دریشک کی نظم موجود ہے۔

اُس میں وہ کہتا ہے :

مومناں، بشکیں حضورا، دین رسول پینا مبریا

ترجمہ :-

(بخش مومنو کو اے اللہ جو رسول پاک کے پیرو ہیں)

پنجو بنگلانی کی نگہ نظم پر ہمسایہ زبانوں پنجابی اور سندھی کا بھی اثر ہے

وہ گویا ہے :

حضرت سوہران، رسولا، یاد کھتاں

ترجمہ :-

(یاد کرتا ہوں رسول پاک کو پیر سوہران کو)

۱۔ قدیم بلوچی شاعری، ص ۲۱۹۔

ص ۲۴۴۔

ص ۲۸۲۔

ص ۳۱۵۔

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

زحم و زحیم مؤلفہ غوث بخش صابر کو بلوچی اکیڈمی کوٹہ نے ۱۹۷۲ء میں  
 قلات پریس رستم جی لین کوٹہ سے چھپوایا۔ یہ ۱۴۹ صفحات پر مشتمل ہے۔  
 اس کتاب میں مختلف بلوچی شعرا کے اسلامی جنگ نامے درج کیے گئے ہیں۔  
 بلوچی کا دور متوسط پڑھے لکھے شعرا کا دور ہے۔ جنہیں بلوچی میں عموماً  
 مُلا کہا گیا۔ مُلا عالم کے علاوہ بلوچی میں پڑھے لکھے کے لئے بھی مستعمل ہے۔  
 زحم و زحیم میں انہی شعرا میں سے کچھ کا کلام یکجا کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں  
 ہمارے موضوع سے متعلق جو اشعار آئے ہیں وہ پیش خدمت ہیں :-

ملا ابراہیم، حضرت علیؑ و جنگ و شیر

زمن دیر گن تو بر رنج و بلاء

بحق یاوسین و طاو یا ہا

(بجرت یسین و طہ)

گشاں نعت محمد مصطفیٰؐ

(میں محمد مصطفیٰؐ کی نعت کا آغاز کرتا ہوں)

درودے بے عدد صلوا علیؐ

(اور بے شمار درود آپ پر بھیجتا ہوں)

آخر میں گویا ہوتا ہے :-

مُتسک دیم پہ مدینہ شادھیء

بہ نزد مصطفیٰؐ پر خا صلیٰؐ

بگشت مسکین ابراہیم بیانی

من جنت ارح خدا لوٹاں مکانے

ترجمہ :-

(مدینہ منورہ کی طرف خوشی خوشی چلتا گیا۔ تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے قُرب سے اُمیدیں بر آئیں)



( غریب ابراہیم نے یہ بات کہی ہے۔ ہم جنت میں خدا سے جگہ مانگتے ہیں )

مُلا عبد اللہ کی نظم کے پہلے دو شعر :-

من کناں حمد عالم الغیب سرمدی

مالک نہم بر فوج فلک سبزیں گنبدی

من کناں وصف احمد و آل احمدی

بر رسالت دائمہ کاراں شاہدی

ترجمہ :-

( عالم الغیب سرمدی حمد کا سزاوار ہے۔ جو نوافلاک کا آقا اور مالک ہے )

( ہیں محمدؐ اور آل محمدؐ کی مدحت کرتے ہوئے رسالت پر ایمانی شہادت دیتا ہوں )

تیسرا شعر بھی دیکھئے :-

چار یار پاکیں رہبریت دین محمدیؐ

غوث جیلانی کل پیرانی مُرشدی

ترجمہ :-

( چار پاک یار دین محمدیؐ کے رہبر ہیں۔ غوث جیلانی سب پیروں کے مُرشد ہیں )

مُلا بوھیر اپنی نظم ” حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۽ معجزہ “ میں جو اکتیس شعروں پر مبنی ہے گویا ہوتا ہے۔ شروع اور اخیر کے شعر یہ ہیں :-

مالک الملک ۽ معجزہ تہی شان کناں

قصے نوکیں بر پدیاں جواں کناں

مصطفیٰ روچے نشتر ماں دیوانِ شہاں  
مکھی در بندہ دپء ختمِ مرسلان!

بزرگیں بوہیر بہ بخش رب لامکاں  
برکت نعلیں نبی ختم المرسلان

ترجمہ ۲۔

(اے مالک الملک معجزہ ہی تیری شان ہے۔ تیرے (مُجزوں) کے  
میں گن گاؤں)

(حضور پاکؐ روزِ محشر کے دیوان کے بادشاہ ہیں۔ آپ کے آنے سے  
رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا)

(رب لامکاں ہی نے آپ کو بزرگی بخش دی۔ اے آخری نبیؐ یہ آپ  
ہی کی برکت ہے)

گاجیان اپنی نظم ”حضرت علیؑ سخاوت“ جس کے کل شعر چالیس ہیں،  
کا آغاز اس طرح کرتا ہے۔

کلید باغِ جنت لا الہ انت  
خدائی نام بزرگیںِ اللہ انت  
رسولؐ کل مرسل و تاج و طلا انت  
سرے پہ سجدہء دل پہ خدا انت

ترجمہ ۲۔

(کلید باغِ جنت لا الہ ہے۔ خدا کا نام اکبرُ اللہ  
ہے)

(رسولؐ تمام مرسلین کا طلائی تاج ہے۔ جس کا سر اگرچہ سجدہ میں ہے،

پھر بھی دل خدا تعالیٰ کے حضورِ حاضر ہے)

آخری شعر یہ ہے :-

نگہ دار گاجیان مہینچتن پاک  
سروں قربان (پہ) رسولؐ موزہ برحاک

ترجمہ :-

(اے مہینچتن پاک تو گاجیان پر نظر کرم کر۔ رسول پاکؐ کی خاکِ پا  
کے بھی قربان ہو جائیں)

ملا ابراہیمؑ علاقہ پنجگور کے گاؤں تمپ کا رہنے والا تھا اور کاشانی  
قبیلہ سے تھا۔ عالم اور فاضل تھا اور پنجگور میں قاضی کے عہدے پر متمکن  
تھا۔ نصیر خاں نوری کا معاصر تھا اور اٹھارہویں صدی میں ہو گزرا ہے۔ بلوچی  
کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کہتا تھا۔ حمد، نعت اور قصیدوں کے علاوہ  
غزلیں بھی کہی ہیں۔ ایک نظم کے چند شعر پہلے پیش کیے جا چکے۔ چند مزید  
نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

بعد چہ شنائے کردگار

بر صاحب تاج عذار

پیغمبرِ عالی تبار

نام محمد آشکار

گویم درودے بیشمار

در گردش لیل والنہار

ترجمہ :-

(حق سبحانہ تعالیٰ کی حمد کے بعد صاحب تاج عذار پیغمبرِ عالی  
تبار، جن کا اسم گرامی محمدؐ ہے۔ میں شب و روز بیشمار درود پیش

کرتا ہوں۔

بَعْدَ اِثْنائِے کَبْرِیَا

کَوِیْمِ دُرُوْدِ پیغمبرِ

اَسْ خَاتِمِ خَیْرِ الوَرِیَا

دَسْتِکْرِ رُوْزِ مَحْشَرِ

جَانُوں فِدَائِیْمِ کُوں شَرِ

ترجمہ :-

(ثناء کبریا کے بعد پیغمبر علیہ السلام پر درود بھیجتا ہوں وہ خاتم

الانبیاء اور خیر الوریٰ جو قیامت کے دن شفیق ہوں گے۔ میں اس

نام پر جان فدا کروں۔)

آخری شعر :-

اے خداوندِ حرمتِ ختم المرسلین

رحم کن بہر عبد اللہ در دنیا و دین

ترجمہ :-

(اے خداوند ختم النبیین کی حرمت کے واسطے اور عبد اللہ کے لئے مجھ

پر دین و دنیا میں رحم فرما)

ملا بہرام اپنی نظم ”محمد حلیفہ جنگ و شیر“ میں گویا ہے:

یا ت کنناں اول نامِ رحمان

دست بنداں گوں شاہ شاہان

مصطفیٰ پیغمبر عظیم شان

امتانی پشت و نگہوان

خاتم کل انبیاءان

میرناں وصف چاریاراں

ترجمہ :-

(ابتدا کرتا ہوں رحمن کے نام سے۔ اور شاہوں کے شاہ کے دربار  
 میں عاجزی کا اظہار کرتا ہوں)  
 (مصطفیٰ پیغمبر اور عظیم الشان عزت والے ہیں۔ اُنہوں کے حامی اور شفیع ہیں)  
 (وہ جملہ انبیاء علیہم السلام میں خاتم النبیین ہیں۔ چار دوستوں (خلفائے  
 راشدین) کی تعریف کرتا ہوں)  
 آخری شعر :-

قصے آتنگ مسکین بہرام ء  
 از محبت سروء نام ء

ترجمہ :-

(اس قصے کو لانے والا بہرام مسکین ہے۔ اس لیے کہ (اُسکو)  
 حضور پاک کے نام سے محبت ہے)  
 ملا بہرام دوسری نظم میں :-

روئے حق بنیں احمد و یا و طا و میم  
 اُمت ء پاک ء دے نجات از نازِ حجیم

ترجمہ :-

(بجق حق شناس احمد جو لیلین و طہ ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کو نازِ حجیم  
 سے رستگاری عطا فرما)

ملا قاسم رند ملا فاضل رند (المتوفی ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء) کا بھائی تھا۔  
 وہ بھی اچھا شاعر تھا۔ فی البدیہ شعر کہنے میں دونوں قدرت رکھتے تھے۔ ملا  
 قاسم کی ایک نظم کے پہلے دو شعر یہ ہیں :-

ہر سحر گاہ ء دست بنداں پیش شاہیں قادر ء  
 من اول بہب ء دم ء گوں خاتم پیغمبر ء

ڈیلن قرباننت چہار یاراں ابا بکرؓ عمرؓ  
حضرت عثمان غنی و مرتضیٰؓ میں حیدرؓ

ترجمہ ۲۔

(ہر صبح سویرے میں اپنے خدا کے سامنے ہاتھ باندھتا ہوں۔ میں

اول دم سے ہی خاتم پیغمبرؐ کا نام لیوا ہوں)

(جس پر قربان ہیں چہار یار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ حضرت

عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

نور دین ملاً مسرور اپنی نظم ”حضرت علیؓ و امر پہلوان و جنگ“ میں جو

پچاسی<sup>۸۵</sup> شعروں پر مشتمل ہے گویا ہوتا ہے۔

کریم و قدرتاں بے لیکھوی ء

خدا گوشہ مئے دریں نبی ء

مناں حافظ پیرا دین ء تئی ء

ملائک کل ماں تئی اردلی ء

ہمودا کہ روئے کائے جتی ء

نگر دے پتھ صندا ایمنی ء

نبی رپتہ کو کاراں کنان ء

قریش ء زال مچک مچ کنان ء

پرانیک و بدء دگ ء دیان ء

قرآن ء کلموا لا تعلموان ء

ترجمہ ۲۔

(پروردگار کی قدرتوں کا شمار نہیں۔ اسی نے ہمارے نبیؐ علیہ

السلام کو بتایا)

(میں تمہارے دین کا محافظ ہوں۔ تمام فرشتے تمہارے جلو میں ہیں)

(جہاں جائیں گے فتح آپ کی ہوگی۔ کہیں سے بھی آپ مایوس نہیں  
لوٹیں گے)

(نبیؐ علیہ السلام باواز بلند اعلان فرماتے قریش کی ہر عورت اور بچے کو)  
(نیک و بدکباتے گئے۔ اور قرآنی علوم کے ذخیرے لٹائے)  
ملا بہادر اپنی مناجات (۲۳) شعر میں کہتا ہے۔

اے صاحب بدر الدجہ!

ایمن تو از خوف ورجا

دارم بہ پیشیت التجا

میکن دعائیم مستجا!

ترجمہ :-

(اے بدر الدجہ کے مالک آپ خوف اور مایوسی سے مبرا ہیں)

(میں آپ کی درگاہ میں ملتی ہوں۔ میری دعائیں قبول فرما)

محمدان کی مثلث ”نصیحتی گال“ کے دو تین بند ملاحظہ

کیجئے :-

یا تئیں مرا پائیں خُدا

دُریں محمدؐ مصطفیٰ

موالا علیؑ مشکل کُشا

ہر کس کہ منی محمدؐ

وانی صلوة ۽ کلموء

منڈھا نزوریں دوزخ ۽

شاہیں علیؑ مئے واجہیں

محمدؐ نبی مئے وارثیں!

اگر دایا روش ۽ ضامنیں

ترجمہ :-

( تو ہی میرا پاک خدا ہے۔ محمد مصطفیٰ انمول ہیں۔ حضرت علیؓ

ہماری مشکل کو آسان کرنے والے ہیں )

( ہر وہ شخص (جو کہ) میرا محمدؐ ہے۔ اسی کی نماز اور اسی کا کلمہ

ہے۔ (اور وہی) دوزخ سے نجات دلانے والے ہیں )

( حضرت علیؓ ہمارے محترم ہیں۔ محمدؐ نبی ہمارے وارث ہیں۔ دن

آخرت کے ( ہمارے ) ضامن ہیں )

مُلا فاضل رند الملقب بہ ” غالب مکران “ کا نسبی تعلق رندوں کی

شیخوزئی شاخ سے تھا۔ اس کے والد کا نام ” چاؤش “ تھا اور وہ مکران کی

وادی مند کے ” شاہ بیگ قلات “ نامی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ بڑا

ذہین اور خوش خلق تھا۔ اس کی شاعری نے اپنے عہد میں بڑا نام پایا۔

فاضل بلوچی ادب کے مغربی یا مکرانی مکتبہ فکر کا بڑا شاعر ہے۔ اور اس

کے اشعار میں رنگینی اور دلکشی کے علاوہ سماجی شعور بھی پایا جاتا ہے۔

اخلاقی، نعتیہ اور قومی شاعری کی بنیاد صحیح معنوں میں مُلا فاضل کی قوت

فکر کی رہین منت ہے۔ اُس کے عالمانہ طرز نگارش نے نئے استعارات

اور نئی تشبیہات سے بلوچی شاعری کا دامن بھر دیا۔ علاوہ ازیں بلوچی زبان

میں عربی فارسی کے بہت سے الفاظ بھی بروئے کار لائے جانے لگے۔

آپ کا سن وفات ( قبر کے کتبہ کی تحریر کے مطابق بمقام پشین )

۱۲۷۰ ہجری ہے۔

لے تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، چودھویں جلد (جلد دوم) ص ۴۰۰۔

نغمہ کوھسار، عبدالرحمن غور، کوئٹہ، ۱۹۶۸ء ص ۷۷ تا ۸۱۔

بلوچی شعری ادب پر ایک نظر، عطا شاد، بولان، کوئٹہ ۱۹۵۹۔ ۱۹۶۰ء۔



ملا فاضل اپنی ایک عبرت انگیز نظم میں حمد و نعت کا یوں آغاز کرتے ہیں:-

من کہ سبحان الذی اسریٰ اول یات کناں  
گوہرے بہر دہن وقف ہما ذات کناں  
جاں ستاں میل یقین باب سماوات کناں  
بلکہ گوں راہنما خضرؑ ملاقات کناں

ترجمہ:-

(میں سبحان الذی اسریٰ کا ورد کرتا ہوں۔ اپنے منہ سے اُس ذاتِ پاک کی ستائش میں گہرا فشاں ہوں)  
(جان اگر یقین سے معمور ہے تو آسمانوں کے اسرار کی حامل ہے شاید اسی طرح میں خضرؑ سے ملاقات کر سکوں)

نعت سردار نبیؐ مدح و صلوات کناں  
صد درود و صد سلام پیشکش و سوغات کناں

ترجمہ:-

(نبیوں کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نعت درود سے آغاز کرتا ہوں۔ سو درود اور سو سلام۔ یہی میرا ارغماں ہے)  
جام دُرک (دُرک یعنی دُر نایاب کی مانند اور جام تخلص) ڈوبکی قبیلے کا مشہور شاعر تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس کے والد کا نام کرمو تھا۔ بلوچی زبان کے اس شاعر کو ملک الشعرا کہا جاتا ہے۔ اور وہ میر نصیر خاں نوری

لہ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، چودھویں جلد (جلد دوم) ص ۳۹۲۔

نغمہ کوہسار، ص ۵۴ تا ۷۶۔

مہمات بلوچستان، کامل القادری، لاہور، ۱۹۸۰ء ص ۳۰۱ تا ۳۰۸۔

کے زمانے میں تھا۔ بہت حساس شاعر ہے۔ بلوچی شاعری کو ایک نئے انداز سے پیش کیا ہے جس میں ایمائیت و اشاریت بھی ہے۔ وارداتِ عشق کے اظہار پر اُسے قدرتِ کاملہ حاصل تھی۔ اُس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میر نصیر خاں نوری کے ساتھ جنگوں میں ہمراہ رہا اور خود معرکے سر کیئے۔ نعت کی جو روایت ہے وہ اس کے ہاں نہیں ملتی۔ تاہم اُس کا ایک شیرِ رمز میں ہے جو نعت کا تاثر دیتا ہے۔

و شہوہٗ مہتا ہیں جبیں (اے کہ خوشبوؤں میں معطر، چاند سی  
منور جبیں ہے)

ما بے وفاؤں بالیقین (ہم بے شک اُس سے وفادار نہ ہوئے)  
لطفِ نظر مارا ببیں (وہی نگہِ لطف سے ہم پر نظر کرے)  
خوباں گوں بازی ناز و فر (وہ مجسمِ خوبی اپنی بہت سی اداؤں  
سے)

وت بادشاہیں بے گذر (بلاشبہ بادشاہ ہے)  
لالِ لقا کابشی (لال کی طرح درخشندہ)  
سلطان توے مئے نسی (سلاطین کی طرح باجبروت)  
ماگوشنگاں نشک و نشاں (یہ ہمارے حبیب کی پہچان ہے)  
ایس آنت ہما دوست و نشاں (یہ ہمارے محبوب کا تعارف ہے)  
مست تو کلی ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء کی موسم بہار کی ایک شام کو مری /  
شیرانی / درکانی قوم میں پیدا ہوئے۔ ایک درویش منش شاعر تھے۔

لہ تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ص ۲۷۴ تا ۲۸۱۔

نغمہ کوہسار، ص ص ۱۴۰ تا ۱۵۲۔  
سرستِ بلوچستان، ذکیہ سردار خاں، کوئٹہ، ۱۹۹۵ء، باب دوم، باب سوم

مجنوب تھے، سمو کے تیرنظر سے بسمل ہوئے۔ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء میں آپ کا وصال ہوا۔ اُن کی وصیت کے مطابق ان کا مزار مکمل پہاڑ کی چوٹی پر بنایا گیا۔ آپ کے روحانی پیشوا شہباز قلندر تھے۔  
 آپ نے دل کی گہرائیوں میں ڈوب کر آنحضرت صلعم سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے:-

حمد:-

جی کریم سازیں مالکیں ستار  
 اج وتی داتانی درء مہشہ بیار

ترجمہ:-

(اے ستار العیوب تو کریم پرور ہے۔ اپنی در عنایات سے ہم پر  
 لطف و کرم فرما)

نعتیہ:-

پاک اتنت دوستء سچویں دیدار  
 یا محمد کہ شیر سخن سچیار  
 تھنگہیں تاج و بے گوریں داتار،

ترجمہ:-

(پاک ہے تیرے حبیب کے (معراج) دیدار کی ساعت وہ محمدؐ  
 جو شیر آسا اپنے عہد کا سچا ہے۔

( جسکے سر پر توحیدی طلائی تاج ہے اور جس کی سخاوت بے عدیل ہے )  
 گور، ہماں ضامن ء سہیٰ میناں (اُس صحیح ضامن (نبی کریم صلعم) کے  
 دربار مبارک میں)

بیار ہماں چیزاں کس نہ دینغاں (لائی گئی وہ چیزیں جو کسی کے دیکھنے میں  
 نہیں آئی ہیں)

عرض گوں فرضاں یا نبی ایغاں  
 آل گورے آمین بنگر یکھا  
 در لہبی ماں چادر چھٹکا  
 کچو و پکو کھوشتاں گوں بنتھ  
 سوب چھوں سانوچی مناں گوں بنتھ

ترجمہ ۲۔

(میری عرض اور فرض اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش  
 ہیں اور وہی اکیلے شفاعت و بخشش کرنے والے ہیں)  
 (قیامت کے دن آپکی چادر (شفاعت و رحمت) کے نیچے دردانے  
 بیٹھیں گے)

(کچے اور پکے (یعنی نیک و بد) حق کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اُس دن ایک دوپہے کی طرح کامیابیاں میرے ساتھ ہوں)

محمد میر مصطفیٰ غوث حیدرا

ولدان محمد میر امت سرتاج پہ سرا

ترجمہ ۲۔

(سردار محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت علیؑ اور غوث

پاک امت کے سرتاج سردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب کے

امام ہیں)

گال کھٹا لعل گوشتہ مست طوقل

روش ہماں باہاں کہ سردارث و سنگت باہماں

ترجمہ ۲۔

(میری محبوبہ نے بات کی اور مست طوق علی نے جواب دیا۔ خدا

وہ دن لائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: نفس نفیس میرے ہمراہ ہوں)

ہر صبح ستاریں خدا تھئی نام گراں،  
 نام محمد یادیں پیڑم سا پڑدواں  
 وٹ وسیلائیں کھیٹ پر خاکی بندگان  
 شرنظر دارے کھایاں گوں بھیری ڈبراں

ترجمہ :-

( ہر صبح خداوند ستار تیرا نام لیتا ہوں۔ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یاد ہے۔ اولیاء کی عزت برقرار ہے )  
 ( خود نبی کریم صلعم وسیلہ ہیں، وسیلہ بن کر ہم خاکی بندوں کے لئے آتے ہیں۔ خوب غور سے دیکھو بڑی چٹانوں کے پاس بادل آتے ہیں )۔

شاہ گوں امزاراں بڑنھئی بڑزرا  
 چھی اڑڈاتانی درکھاری  
 اوز گور لعل پتھر دارمی

ترجمہ :-

( ہمارے نبی کریم صلعم کو کمال ناز و نیاز کے ساتھ اوپر لے گئے (شب معراج) حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دربار سے رحمتیں لائے اور ان کا سفر عرش پر اللہ ذات پاک کے قرب میں جا کر ختم ہوا )

اُمت والی محمد پاکئیں  
 ابلیس آر جھیٹو جھاکیں  
 پھاغ محمد آر مُبارکیں

ترجمہ :-

( تمام اُمت کے والی محمد پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ ابلیس کے

ورثہ میں جنگ وجدل وجود میں آئی۔ تاج یعنی سرداری محمد پاک صلی  
اللہ علیہ وسلم کو مبارک ہو)

منزل جوانیں بودتے اشیں  
اشی مئے درین واژہیں مسانین

ترجمہ :-

(منزل اچھی ہے یعنی سرزمین حجاز رہنے کے قابل ہے۔ یہاں ہمارے  
دردانہ مالک (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) مقیم ہیں)  
ملا عمر مری کا کلام بلوچی کے علاوہ فارسی اور اردو بھی موجود ہے۔  
اس نے حمد، مدح اور مولود بھی کہے ہیں۔ سندھی شاعری میں مولود  
ایک صنف ہے۔ جس میں حضور صلعم کی ثنا اور صفت ہوتی ہے۔ یہ صنف  
سندھی سے بلوچی میں آئی ہے۔

جوانسال<sup>۱</sup> دورِ متوسط کے شعرا کی آخری کڑی ہے۔ اصل نام محمد ابراہیم  
تخلص جوانسال، قبیلہ بگٹی سے تعلق تھا۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں طویل عمر پا کر وفات  
پائی۔ ڈیرہ بگٹی میں کھٹن کے مقام پر دفن ہے۔ جوانسال کے ہاں نعت اردو  
فارسی شاعری کی روایات کے عین مطابق ہے۔

محمد بیَا رسول اللہ شفاعت بی پرے گلّے  
محمد مئے سروغانیں جہاں بخت و مزن شانیں  
قدیمی درّ دیوانیس کھتوری واس تنی گلّے

ترجمہ :-

(محمد رسول اللہ ہمارے دستگیری فرما اور ہم سب کے شفیع ہو)

۱۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند چودھویں جلد (جلد دوم) ص ۳۹۷۔

۲۔ نغمہ کہسار، ص ۲۱۷۔

( محمدؐ ہمارے رہنما ہیں ہم کتنے خوش قسمت اور ذی شان ہیں )

( وہ گوہر گراں مایہ ، وہ ایک عطر بیز پھول ہیں )

سر معراج تھئی تختیں مے اُمت و بختیں

بیا تھئی ضامنی و ختیں گشی پاکیں کلام اللہ

ترجمہ ۲۔

( معراج مبارک میں تخت پر آپ جلوہ گر ہیں۔ یہ ہماری اُمت کی خوش نصیبی ہے )

( وہ ضمانت کے موقع پر دستگیر ہوں گے۔ قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے )

ہمودءِ روش دنت تابیہ محمدؐ مصطفیٰ بسایہ

کناں وتی چادرءِ سایہ وتی پوشید عنین مجلّء

ترجمہ ۲۔

( جب سورج اُگ اُگلتا ہوگا تو محمدؐ مصطفیٰ تشریف لائیں گے )  
( ہم پر اپنی چادر رحمت کا سایہ فرمائیں گے۔ اپنے ملبوس سے ہم پر عنایت فرمائیں گے )

پاکیں خُداؤ پیغمبر،

منظور کننیں تھئی دین و در

شافی بیت خیر و البشر،

محکم کھتہ بستہ کُر

دت پہ سرارنداں فسر،

سوہنڑاں بہشتی باغِ بر

ہور سنہڑاں شہد و شکر

یک مومن و حورانت ستر

جو انسال تھرا باتاں اجسہ  
جی کلموہ و شین جسر

ترجمہ :-

(خداوند پاک اور اس کے پیغمبر نے تیرے لیے دین کا راستہ متعین  
کر دیا ہے)

(خیر البشر سب (مسلمانوں) کی شفاعت کریں گے۔ ہم تیار اور  
کمر بستہ ہیں۔ وہ سب کے راہبر سب سے آگے ہیں اور پیچھے  
مومنوں کا انبوه ہے۔ بہشت کے باغوں کے میوے پک گئے ہیں۔

وہاں آپ کو تر ہے، شہد اور شکر ہے)

(ایک مومن اور اس کی ستر خدمتگار حوریں، اے جو انسال! خدا  
کرے کہ تجھے اجرِ عظیم ملے)

(کلمہ پاک کے الفاظ کتنے اچھے اور شیریں ہیں)

جو انسال کو دور متوسط کا آخری شاعر کہا جاتا ہے۔ مگر انکی وفات

سے بہت پہلے جدید شاعری کا مکتب فکر موض وجود میں آچکا تھا۔ یہ دعویٰ

کرنا بہت مشکل ہے کہ اس کی ابتدا ملا مزار بنگلزی سے ہوئی یا درخانی

مکتبہ فکر کے قادر الکلام شاعر حضرت میاں حضور بخش جتوئی سے۔ اس کا

سبب یہ ہے کہ دونوں ہم عصر تھے۔ البتہ اول الذکر کا رجحان سیاسی اور مؤرخ

الذکر کا غالباً دینی تھا۔ ملا مزار کی ایک ہی نظم دستیاب ہے۔ جسے ”لاٹ“

بگھی و شیر“ سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ انگریز ریڈیڈنٹ کی بگھی کو سرداروں

کے ذریعے کھنچوانے پر ان کے خلاف ملامت کا اظہار ہے۔ یہ نظم اردو،

فارسی، سندھی، براہوئی اور بلوچی میں ہے۔ اس میں نعت کے جو اشعار

ہیں وہ بلوچی شاعری کی روایت کے مطابق ہیں۔ ملا مزار گویا

ہوتے ہیں۔



سوالکھ نبی انت اندر شمار  
محمد نبی انت وہم تاجدار

ترجمہ :-

(اگرچہ سوالکھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شمار کیے جاتے ہیں۔  
(تاہم) محمد کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نبی بھی ہیں اور تاجدار بھی)  
میاں حضور بخش جتوئی<sup>۱</sup> حضرت مولانا محمد فاضل<sup>۲</sup> درخانی کے مدرسہ  
درخاں سے فیض یاب ہو کر علاقہ سنی (ضلع کچھی) کے ایک چھوٹے سے  
گاؤں ”تائب“ میں ایک دینی مدرس کی حیثیت سے رہنے لگے۔

ابتدائی حالات اس طرح ہیں کہ حضرت مولانا محمد فاضل<sup>۲</sup> درخانی جب  
تبلیغ کے باعث اس بے نام قصبہ ”تائب“ میں آئے تو یہاں کے لوگ  
دینی اعتبار سے قطعی نابلد تھے۔ مولانا موصوف<sup>۳</sup> نے یہاں تبلیغ کی اور ان کے  
متاثر کن وعظ کے نتیجے میں قصبہ کے لوگوں کی ایک بڑی اکثریت نے نصیحت  
حاصل کی اور اپنی بد اعمالیوں سے تائب ہوئے چنانچہ مولانا صاحب<sup>۴</sup> نے  
اسی نسبت سے اس قصبے کا نام ”تائب“ رکھا اور میاں حضور بخش کو مدرس  
مقرر کیا۔ جنہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ علاقہ بھر کے  
لوگ ان سے مستفیض ہوئے۔

مشنریوں کے خلاف مولانا محمد فاضل<sup>۲</sup> درخانی کے مشن کو آگے بڑھانے  
اور بلوچ حلقوں تک پہنچانے میں آپ کا بہت اہم کردار ہے۔ مولانا حضور  
بخش<sup>۵</sup> کی شاعری سے متعلق مولوی عبدالباقی درخانی نبیرہ حضرت محمد فاضل<sup>۲</sup>  
درخانی سے روایت ہے کہ جب قصبہ ”تائب“ کے باشندے دیندار بن گئے  
تو قرب و جوار کے لوگوں نے ان پر طنزیہ اشعار کہے اور ہر محفل میں طنزیہ

اشعار کے ذریعے انہیں رسوا کرنے لگے۔ اہل تائب اس صورتِ حال سے بہت سرگرداں ہوئے۔ مولانا حضور بخشؒ نے ایک ملاقات میں مولانا محمد فاضل سے اسکا تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ انکے طنزیہ اشعار کا جواب آپ بھی اشعار میں دیں۔ مولانا جتوئی نے عرض کیا کہ مجھ میں شاعری کی صلاحیت نہیں اگر ایسا ہوتا تو یقیناً میں ان کا جواب دیتا۔ چنانچہ اس موقع پر مولانا فاضلؒ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ دُعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہوئی۔ اگلے روز مولانا جتوئی اشعار کہنے لگے۔ اور جب مخالفین سے آنا سامنا ہوا تو وہ مات کھا گئے۔ اور بعد میں اس حد تک خائف ہوئے کہ ہمیشہ کے لیے خاموشی اختیار کر لی۔

بعد ازاں مولانا حضور بخشؒ نے اس جذبہ کو تصنیف و تالیف کے اصلاحی کام پر لگا دیا۔ چنانچہ ان کی تصانیف میں اکثریت منظوم تراجم کی ہے۔ ایک قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے انہوں نے بعض دینی کتب کا بلوچی میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ انہوں نے ترجمے کا حق ادا کیا ہے۔ بلوچی زبان میں دینی کتب کی بہت کمی تھی جسے مولانا جتوئی کی کتب نے پورا کر دیا۔ مولانا حضور بخشؒ جتوئی کا عظیم ترین کارنامہ قرآن مجید کا صاف و شستہ بلوچی میں ترجمہ ہے جو ابھی تک متداول ہے۔

مولانا موصوف نے مشہور درسی کتاب قدوری کا عربی سے بلوچی میں ترجمہ کیا۔ شمائل شریف جو عربی میں ہے اس کا بلوچی میں منظوم ترجمہ کیا۔ اسی طرح 'خلاصہ کیدانی، منیۃ المصلیٰ، روضۃ الاحباب اور حکایت الصادقین جو عربی زبان کی مستند درسی کتب ہیں۔ مولانا موصوف نے انہیں بلوچی میں ترجمہ کیا۔ حکایات عجیبہ، خاک ساری فریب، ہدایت ابدی اور اصول الصلوٰۃ آپ کی منظوم تصانیف میں سے ہیں۔

- مولانا جتوئیؒ کی شاعری غالباً دینی اور مذہبی شاعری ہے۔ ان کے موضوعات دینی امور یا اہلیات تھے۔ شاعری میں شیرینی، روانی اور خلوص بدرجہ اتم موجود ہے۔ بلوچ عوام میں اسے مقبولیت حاصل ہے ان کی کتب آج بھی ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔

آپ نے ۱۹۴۸ء میں سنی میں وفات پائی اور اپنے آبائی قصبے "تاش" میں دفن ہوئے۔ نعتیہ کلام: پیش خدمت ہے:-

محمدؐ آتک اچ اللہ طرف  
 فقط گوں مرسلی میں شان و شرف  
 پر اسی آتک جوان گوں قاصدی  
 نہ خلقت دشمنی پر حاسدی  
 حکم او عالم آڑتسی خدائی  
 امر منیغ عابدی و عدائی  
 چو ظاہر بیتہ گوں پاکیں وجود  
 کتسی عالم جتا اچ دمنزدوت  
 الاهی بی نگہباں پر غلام  
 حضور بخش چہ شیطانے ملام  
 کنی داخل نہ درگاہ و تی  
 بڑی گوں دین حضرت بیرومی

ترجمہ:-

(محمد اللہ کی طرف سے تشریف لائے۔ اور مرسلانہ شان و اہتمام

سے)

(کہ صداقت کی پیغامبری کے شایاں ہو۔ لوگوں کی دشمنی اور حسد کے

لئے نہیں)

(آپ خدا کا حکم لوگوں کے لیے لائے۔ اور مناہی سے ان کو باز

رکھا)

(آپ جب اپنے وجود پاک کے ساتھ تشریف لائے تو دنیا کو

ظلمتوں سے پاک فرمایا)

(خداوند! تو اس فلام کا نگہبان ہو۔ حضور بخش کو شیطانی ملامتوں

سے باز رکھ)

(اُسے اپنی درگاہ میں داخل فرما۔ اور حضرت رسول پاک کی پیروی کی

استعداد بخش دے)

اصول الصلوٰۃ (بزبان بلوچی، بارششم، ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء کل صفحات

۱۲۴۔ ناشر مولوی عبدالغفور درخانی ڈاکخانہ ڈھاڈر۔ مطبوعہ قلات پریس

کوئٹہ) میں مولانا حضور بخش کی ایک اپنی یہ نعت درج ہے :-

صِفِّينِ نَبِيْنِ مُحَمَّدٍ مُصْطَفٰى لِّىْ

رَسُوْلِيْنَ قَاصِدِيْنَ پَاكِنِ اِلَّا هُوَ

مُحَمَّدٌ، سِتْنِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اِسْتِنِ شَافِعِ مُحَمَّدِ اُمَّتِيْ

مُحَمَّدٌ مِنْ بَيَانِ تَبِيْ نَامِ قُرْبَانِ

مَنْىِ چَمَّانِيْ رَاخِنِ مُصْطَفٰى حَبَّانِ

بَيَانِ قُرْبَانِ تَبِيْ جَوَانِ عَادَتَانِيْ

وَلِيْ دَا سِتْنِ مُسْلِمَانِ مُنَّانِيْ

مُحَمَّدٌ رَحْمَتِ زَانِتِ مُسْلِمَانِ

شَمَّاهِ اَوْ مُؤْمِنِيْنَ دِيْنْدَارِنِ شَخَّصَانِ

مُحَمَّدِ اُمَّتِيْ پُشْتِ پَنَّا هِنِ

تَمَامِيْ خَلْقِيْ سُوْنَهْ شِپَا هِنِ،

محمدٌ صَوْرَتُهُ مِثْلُ مَا حَا  
 كَتَبَتْهُ بِأَمْنِي پَاكِنِ إِلَّا هَا  
 مَا مَهْرٌ دُنْ دِينِ دُنْيَا رَشْنَائِي  
 كَتَبْتِي چَار كُنْمَرِ چَوْدَا رَا شَعَائِي  
 مَوَانَانِ اَوْسَدَا صَلْوَةِ حَسْرَقَانِ  
 كَنَانِ رَا مِي سَلَامَانِ كُنْ دُرُودَانِ

ترجمہ ۲۔

(یہ محمد مصطفیٰ کی صفت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں،

قاصد ہیں)

(محمد اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں۔ حضور صلعم اپنی اُمت کی شفاعت

کرنے والے ہیں)

(اے محمد میں آپ کے نام پر قربان ہو جاؤں۔ اے مصطفیٰ جان

میری آنکھوں کے آپ تارے ہیں)

(میں آپ کی اچھی عادتوں کے قربان جاؤں۔ آپ کا مسلمانوں پر

شفقت کا ہاتھ ہے)

(محمد مسلمانوں کے لئے باعثِ رحمت ہیں۔ تمہارے اور دوسرے

دیندار شخصوں کے لئے)

(محمد اپنی اُمت کے پشت و پناہ ہیں۔ تمام مخلوق کے محافظ

ہیں)۔

(اے محمد! آپ کا چہرہ مبارک چاند کی مانند ہے۔ پاک

پروردگار نے ہی خوبصورت بنایا ہے)

(ہمارے دونوں دین اور دنیا کی روشنائی آپ ہیں۔ آپ کی

وجہ سے چاروں طرف روشنائی ہے)

( ہم ہر وقت اپنے لبوں پر یہ دُعا لیتے ہوئے ہیں۔ میں آپ پر سلام  
اور دُرود بھیجوں )

مولانا حضور بخش جتوئی کے چند مزید اشعار ملاحظہ فرمائیے :

اللہ لُت اَمْرٌ بِغَيْبِ اَزَا

کہ ہر چند پُل کُش ہر مِشْرِ کَا رَا

مِرچی مُلکِ حَاکِمِ کُلِّ قَسْرَانَتِ

پَدْرِی مُسکِرَانِ لِحَبْلَتِ نَدَا رَسْتِ

کَفَارِ وَہِی زَوَاجَانِ گَسْ اَوَا رِنَتِ

مُکْرَاحِ دِیْنِ اِسْلَامًا فِرَارِنَتِ

رَوَاجِ وُوسِ کہ زُر نَفْسِ کَفَارِی

کُتِیْشِ ہَم دَوْرِ خِی طَرَفِ اِتِیَارِی

پِدِ اَیْحِ مِرغِی کہ اِتِکِیْشِ پَرِ قِیَامَتِ

بِیْنَتِ نَوْنِ بِنِی دِمَا خِی اَلتِ

حَضُورِ بَخْشِ مُصَنَّفِ اِکْتِبَانِی

چہ تَر سَخِ نِیْنِ خِیَالِی ہر حِجَابِی

یہ حَقِّ کَشِغِ مَنَآہِ اِیْحِ مُنْکَرِیَا

سَفَرِ ہَمِ اِرْنِی دَسْتِی تَرِیَا

اِسْتِ دَتِ قَوْمِ گُنْ زَانَا حَسْتِی

طَاقَتِ قَدْرِ اِنْحَتِ کَشْغَا چہ گَشْتِی

ترجمہ :-

(خدا تعالیٰ نے نبی کریم کو حکم دیا تھا۔ کہ مشرک جہاں بھی ملیں انہیں

قتل کرو، مگر)

(آج کل کے مسلمان حاکم خاموش ہیں۔ اور مسکریں سے میل ملاپ

(میں مصروف!)

(بلکہ آج تو خود مسلمانوں نے دین اسلام سے فرار کی راہ اختیار

کی ہے!)

(اور انہوں نے کفار کے طور و طریق اپنائے۔ اس طرح مسلمانوں نے

بھی اپنے واسطے دوزخ کا سامان تیار کر لیا ہے)

(بالآخر وہ حضور کے سامنے قیامت کے روز نجل ہوں گے)

(اس کتاب کا مصنف حضور بخش ہر خوف اور حجاب سے بالاتر

رہ کر صحیح باتیں بیان کرتا ہے)

(اور اس کے لئے وہ سر ہتھیلی پر رکھ کر سب کہہ گزرنے کے لئے

تیار ہے تاکہ)

(اُسے خدا اور رسول کی رضا حاصل ہو، اور وہ جنت کی زندگی

سے نوازا جائے)

مذکورہ بالا شعراء کے بعد بلوچی شاعری اور ادب پر کچھ عرصہ جمود کا سا عالم رہا۔ اس وقفے اور خاموشی کے بعد بلوچی ادب میں تغیر رونما ہوا۔ اور نئے شعرا نئے انداز سے جلوہ گر ہوئے۔ ان کا انداز اپنے سابقین سے متعلق مختلف تھا، ان کے پیش رو رزمیہ اور دینی افکار کے حامل تھے مگر نئے شعرا انگریزوں سے آزادی کے لئے برسر پیکار نسل کے نمائندہ ہونے کے ناطے سے غلامی اور نیکبت قومی کے خلاف صف آرا ہوئے۔ ان میں میر عیسیٰ قومی، گل خاں نصیر، سید ظہور شاہ ہاشمی، میر محمد حسین عنقا، قاسم ہوت اور بہت سے دوسرے شامل ہیں۔ میر عیسیٰ خان قومی کی نعت کے چند بند پیش کیے جاتے ہیں۔

ناک عیسیٰ میر اور خان القاب، قومی تخلص، آپ، ۱۹۰۹ میں پیدا ہوئے۔

بلوچستان، حصہ دوم، ص ۲۷۶ تا ۲۷۷۔

آپ وادی پکچ کے رہنے والے ہیں۔ آبائی وطن تربت ہے۔ والد کا نام میر دوستیں ہے۔ جن کا شمار مکران کے معززین میں ہوتا تھا۔ آپ رئیس موسیٰ زئی خانوادے کے تہنا چشم و چراغ ہیں۔ جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے نجیب الطرفین ہیں۔

آپ اردو، فارسی اور عربی میں بھی دستگاہ رکھتے ہیں پہلے مختلف پارٹیوں میں رہے پھر ۱۹۳۵ء میں مستعفی ہو کر تحریک پاکستان کے حامی بن گئے اور مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ پہلی پاکستان بھارت جنگ کے دوران 'خبرنامہ مکران' کا اجرا کیا اور ایک سائیکلو اسٹائل ہفت روزہ جاری کیا۔ چونکہ مکران میں طباعت کی سہولت مہیا نہ تھی اور نہ کوئی پریس تھا۔ اس لئے دوران جنگ اس خبرنامے نے نہایت اہم خدمات انجام دیں اور بعد میں بھی نکلتا رہا۔ گویا ہوتے ہیں:-

اُمّت تئی گناہگاریں یا شاہِ مدینہ

درگاہِ اُمیت داریں یا شاہِ مدینہ

فریادِ برس میگا مرچی تو بگر دستِ

شرمندہ آل تئی دیا شاہِ مدینہ

در بارِ رسیت قومی تئی دعا ماں سحر گاہی

ناں خالقِ در بارِ یاد شاہِ مدینہ

ترجمہ :-

( تیری اُمّت کے گناہگاروں کو شاہِ مدینہ تیرا ہی سہارا ہے۔ تیری

درگاہ ہی کے امیدوار ہیں )

( ہماری فریاد پر دستگیری فرما اور ہمیں مزید شرمسار نہ کر )

( قومی تیری دعا سحر گاہی ضرور مقبول ہوگی۔ اور خدا و رسول کے

در بار سے مدد ملے گی )



حضرت مولانا محمد فاضل درخانی کے بغیرہ میں سے عبدالباقی درخانی اور عبدالغفور درخانی نغزگو شعرا ہیں۔ ان کی نعتیں علی الترتیب حاضر ہیں۔

### عبدالباقی درخانی

اولانی اولیں ہستے محمد مصطفیٰ  
 آخرانی آخریں ہستے محمد مصطفیٰ  
 بادشاہ دین اور دین ہستے محمد مصطفیٰ  
 واجہہ فخرز میں ہستے محمد مصطفیٰ

ترجمہ ۱۔

(آپ اولین سے بھی اول ہیں اے محمد مصطفیٰ۔ اور آپ ہی آخرین سے آخر ہیں اے محمد مصطفیٰ)

(آپ شاہ دین بھی ہیں اور دین بھی۔ آپ ہی زمین کے لئے باعث افتخار ہیں اے محمد مصطفیٰ)

### عبدالغفور درخانی

کل بنیاں چہ بلندیں شان اے ختم النبیین  
 کل گشت محبوب رب العالمین صدم۔ با  
 قبر و قیامت پل صراط سکرآت مشکل منزلت  
 بیوسیں عبدالغفوریں دل جنزیں صدمرجبا

ترجمہ ۲۔

(سارے انبیاء سے آپ کا مرتبہ اے ختم المرسل بلند ہے۔ سب آپ کو محبوب رب العالمین کہتے ہیں)

(قبر و قیامت، پل صراط اور عالم سکرآت بہت ہی مشکل مرحلے ہیں۔ بیچارے عبدالغفور کو آپ ہی کی آکس

ہے)۔

حاجی محمود مومن بنمردار ڈیرہ غازی خاں میں بھارتی کے مقام کے  
باسی ہیں۔ آپ کا پیشہ درس و تدریس ہے۔ نعت بہت اچھی کہتے ہیں!

گناہوں باز، حشراناں

دل میں مونجھا، پریشانان

یہ تئی نام و پڑھغ زاناں

محمد یار رسول اللہ

اے مومن باز ڈکھی نہیں

وتی جسرماں وت سئی اس

دلاسا، ٹیک یک تھئی نہیں

محمد یار رسول اللہ

ترجمہ ۱۔

( گناہ بے شمار ہیں، حیراں ہوں۔ دل مغموم اور میں پریشان

ہوں۔ صرف تیرے نام کا ورد آتا ہے، محمد یار رسول اللہ)

( مومن بہت ہی غمزدہ ہے۔ اپنے گناہوں سے خود آگاہ ہے۔

سہارا صرف آپ ہی کا ہے۔ محمد یار رسول اللہ

محمد حسین عاجز

منی دل بہ بیتیں فدائے محمد

سرد داراں ہر دم حوائے محمد

تمنا ہمیش انت در دل خدایا

کناں ورد ہر دم شنائے محمد

ترجمہ ۲۔

( میرا دل محمد کے نام پر فدا ہو۔ میرے دل میں صرف محمد ہی

کی آرزو ہے)

(اے خدا میرے دل کی تمنا پوری فرما۔ میں ہر دم محمدؐ ہی کی ثنا کا

درد کروں)

عبدالحکیم حق گو ۱۹۱۴ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ سندھ کے مختلف مدارس میں زیر تعلیم رہے۔ اور ”ملا“ کا امتحان پاس کرنے کے بعد ”مدرسہ احرار الاسلام“ کراچی میں درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ ۱۹۴۲ء میں کراچی میں وفات پائی۔  
حق گو عربی و فارسی اور اردو میں تبحر رکھتے تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر سے شعر گوئی شروع کی۔ پہلے اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے پھر حب ریڈیو پاکستان (کراچی) سے بلوچی پروگرام شروع ہوا تو انہوں نے بلوچی کی جانب توجہ کی۔ صف اول کے بلوچی شعرا میں شمار کیئے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں:-

دردِ بوانتِ تمام ہر بر صلوٰۃ ربی علی محمدؐ  
پہ نامِ کل کائناتِ رہبر صلوٰۃ ربی علی محمدؐ  
حبیب خالق، خدائے اکبر محمدؐ ہی ہیستے درور  
مدام پہ نامے درود در بر صلوٰۃ ربی علی محمدؐ

ترجمہ:-

(درود مل کر پڑھیں ہر دم درود پڑھتا ہے رب محمدؐ پر۔ وہ تمام کائنات کا رہنما ہے درود اس پر رب کی طرف سے)  
(وہ خالق، خدائے اکبر کا حبیب ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اسی کا نام یاد رکھیے اور درود پڑھیے۔ درود پڑھتا ہے رب خود ان کا)

عبدالمجید سوزانی

آیۃ و الشمس نشان تہی چہرہ  
سورۃ و اللیل دلیل تہی چوٹو

لہ مہمات بلوچستان، حصہ دوم، ص ۴۷۲۔

فدا یہ تئی دریں گالاں یا نبیؐ  
شک تئی شرقا متیں قدء نبیؐ

ترجمہ ۲۔

( آیہ وَالشَّمْسُ بِآيَاتِهَا تُعَلِّمُونَ الْبَشَرَ لَآئِن كَانُوا يَلْقَوْنَ رَبَّهُمْ فَقَدْ أَعْلَمُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَآئِن كَانُوا هَادِينَ ) اور سورہ وَاللَّيْلُ

آپ کے گیسوؤں کی تعبیر)

( قربان اس دُر گفاری پر اے نبیؐ۔ فدا جاؤں تیرے قامتِ زیبا

پر اے نبیؐ )

عطا سنا ت تربت ( مکران ) میں ” سنگانی سر ” موضع میں پیدا ہوا۔

سن پیدائش ۱۹۳۸ء رہے۔ تربت سے میٹرک اور کوئٹہ سے بی۔ اے کیا۔

۱۹۶۵ء میں ریڈیو سے وابستہ ہوا۔ پھر انفارمیشن آفیسر اور ڈائریکٹر

اطلاعات بنا۔ اور اب پاکستان آرٹس کونسل بلوچستان کارڈینیشن ڈائریکٹر

ہے۔ اردو بلوچی کے سربر آوردہ شعرا میں سے ہے۔ کہتا ہے۔

دل آیاں من کہ تئی مہرہ نظر بیت

گناہگار اں گناہگارہ گزر بیت

عطا اے دل کہ راہ انت تہترینہ

بہشتہ منزلہ لویت کہ سر بیت

ترجمہ ۲۔

( تیری اک نگہ کرم کو ترس رہا ہوں۔ گناہگاروں اور چاہتا ہوں

کہ گناہگار بخشا جائے )

( عطا یہ دل جو پاتاں کی راہ ہے۔ چاہتا ہے کہ بہشت اس کے

منزل بنے )

بر محمد مصطفیٰ ء صد درود و صد سلام  
 تاجدار ء انبیاء ء صد درود و صد سلام  
 صد درود و سلام پہ راہ حق راہ نشان  
 راہ حق ء رہ نشان ء صد درود و صد سلام  
 شکر و مغرب تھی مہرانی منت و ازنی  
 دو جہان ء بادشاہ ء صد درود و صد سلام  
 نیک نیت نیک دل شرباطن و شرکردکار  
 رحمت ء مہر ء دریا ء صد درود و صد سلام  
 بے کسانئی دست گیر و بے وسائی خیر لوٹ  
 ہر کے درد ء دوا یا صد درود و صد سلام

ترجمہ :-

( محمد مصطفیٰ پر صد درود و صد سلام - نبیوں کے تاجدار پر  
 صد درود و صد سلام )

( صد درود اور صد سلام حق کا راستہ دکھانے والے پر -  
 راہ حق کے راستہ کی جانب رہنمائی کرنے والے پر صد درود  
 اور صد سلام )

( مشرق و مغرب تیرے مرہونِ منت ہیں - دو جہاں کے بادشاہ  
 پر صد درود و صد سلام )

( نیک نیت ، نیک دل ، صاف باطن اور بہترین کام کے دھنی  
 مہر و رحمت کے سمندر پر صد درود اور صد سلام )

( لاوارثوں کے ہاتھ تھامنے والے اور بے بسوں کی خیر چاہنے  
 والے - ہر ایک کے درد کی دوا پر صد درود و صد

سلام )

انور صاحب خان چلم زئی بلوچ بمقام پسنی ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوا۔  
میر صاحب خان مرحوم کا صاحبزادہ ہے۔ خوش فکر و خوش گلو شاعر ہے۔  
آواز آتی ہے۔

بدے منا عشق محمدی بدے،

منی دلء نورانی نورے بدے

کدی بی بہاراں مدینہ بہاراں

ہماچار یارانی جہاں و دواراں

ترجمہ:-

(مجھے عشق محمدی سے سرشار فرما۔ میرے دل کو نور سے منور

کر دے)

(وہ گھڑی آجائے جب مدینہ کے بہاروں کی زیارت ہو۔ خلفائے

راشدین کے منازل دیکھنے کو ملیں)

عبدالغنی پرواز تمپ مکران کا باسی ہے۔ آجکل کوئٹہ میں کچی بیگ

اسکول میں درس و تدریس میں مشغول ہے۔ ایم۔ اے، بلوچی فاضل،

بی ایڈ تک تعلیم ہے۔ سبڈ ہاشمی مرحوم کے مکتبہ فکر سے تعلق ہے۔

کہتا ہے:-

بیت انت امرہ لسنجیں شپاں چتو ماھکاں

بیت انت چتو روڑنا روچاں درہیں جہاں

تئی برکت ہر راہی انت منزلء جہاں

تئی منت انت سر جہیں دگنیاء زندماں

استار و ماہ و روچ تئی زیب و درو شتم انت

ترجمہ ۲۔

( تجھ ہی سے ہمیشہ اندھیری راتوں میں چاندنی ہے۔

تجھ ہی سے اس جہان کا ہر گوشہ روشن ہے۔

تیری ہی برکت سے ہر راہی منزل آشنا ہوتا ہے۔

دنیا کی ہر بہت و بود تیری رحمتوں کی رہین منت ہے۔

سودج چہار ستاروں کے حسن کا تو ہی منبع ہے )

فضل حسین پنجگوری

بیابیا تو منی واجہ سردار مدینہ بیبا

دلگیر کتہ واجہ سردار مدینہ بیبا

ہردم من درود واناں تئی عشق جن بریاں

شیدا گنواں من بیبا شاہ مدینہ بیبا

ترجمہ ۲۔

(اے ہمارے آقا اے سردار مدینہ جلوہ فرما۔ ہم تیرے لئے دلگیر

ہیں اے سردار مدینہ جلوہ فرما)

( ہم ہمیشہ تجھ پر درود بھیجتے ہیں تیرے لئے بریاں ہیں۔ شیدا

اور دیوانے ہیں یا شاہ مدینہ جلوہ فرما ہو)

حاجی فقیر محمد عنبر بلوچ پشور پرنسپل علاقہ گرمکان ضلع پنجگور

(مکران) میں ۸ فروری ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم چنگان

پنجگور میں حاصل کی۔ آپ بعض ممالک جیسے سعودی عرب، کویت، عراق،

ایران، افغانستان وغیرہ کے دورے کر چکے ہیں۔ بلوچی کے علاوہ آپ دیگر

سات زبانیں بول سکتے ہیں۔ جن میں براہوئی، اُردو، فارسی اور انگریزی

لے مشرق، کوئٹہ، ۱۹ جولائی ۱۹۸۰ء۔

شامل ہیں۔ نیز بلوچی، براہوئی، اُردو، فارسی اور انگریزی لکھ پڑھ بھی سکتے ہیں۔ وہ زندگی بھر علم و ادب کی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں:-

سرورے ہر دوسرا پاکیں رسولؐ  
شافی تے روزے جزا پاکیں رسولؐ  
یونگ ات پیداچہ کلاں پیئرا  
بوت ختم الالبیاء پاکیں رسولؐ

ترجمہ:-

( دونوں جہانوں کا سرور رسولِ پاکؐ ہے۔ شافع روزِ جزا رسولِ پاکؐ ہے)

( آپؐ کا نور اگرچہ ابتدائے ہستی سے ظہور پذیر ہوا۔ لیکن رسالت

کا خاتمہ بھی آپؐ پر ہی ہوتا ہے)

غوث بخش صابر کو ۱۹۵۷ء سے بلوچی نشر و نظم سے سروکار ہے۔ قومی موضوعات پر زیادہ لکھا، قومی نغمے زیادہ کہے مگر نعت لکھنے میں بھی زہمہ سنج رہا۔ فارسی، بلوچی، فاضل ہونے کے ساتھ ہی۔ اے کی ڈگری حاصل کر چکا ہے۔ گویا ہیں:-

تو منی جاں منی ایمان ۽ رسولِ عربیؐ

بندہ گوں تو منی درمان ۽ رسولِ عربیؐ

لائق ۽ حمد و ثناء کہ خدا نازینتہ

عرش و کرسی ۽ تو سلطان ۽ رسولِ عربیؐ

تسی اخلاق ۽ ستائیں کہ نگواہی درور

شاہد اخلاق ۽ تسی قرآن رسولِ عربیؐ



ترجمہ :-

(تو مری جان میرا ایساں بے رسولِ عربیؐ - میں ہوں عاجز میسرؐ

درماں ہے رسولِ عربیؐ)

(آپ ہیں لائقِ مدحت کہ کمرے مدحِ خدا - عرش کے تخت کا

سلطان ہے رسولِ عربیؐ)

(خلق ایسا کہ ملی ہے نہ ملے اُس کی نظر - شاید اخلاق پہ قرآن ہے

رسولِ عربیؐ)

خدا نے رحیم حکیم پسر وزیر محمد قبیلہ مینگل ذکر شاخ سے تعلق رکھتے

ہیں۔ اور پیشہ حکمت سے منسلک ہونے کی وجہ سے حکیم تخلص استعمال

کرتے ہیں۔ آپ ۱۹۲۴ء میں نوشکی ضلع چاغی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی

تعلیم دینی مدارس میں حاصل کی۔ اور قرآن مجید کے علاوہ احمد وال میں

مولوی پیر محمد صاحب سے مروجہ تعلیم حاصل کی۔ پھر نوشکی جا کر مزید دینی تعلیم

کے سلسلے میں استاد العلماء علامہ مولوی غلام حیدر نوشکوی کے سامنے

زانوئے تلمذ طے کیا۔ مختلف حکماء سے مختلف مقامات پر علم طب سیکھا۔

مئی ۱۹۴۰ء سے کوٹہ میں مسکانی شفاخانے کے ناک سے غریب عوام کی خدمت

میں معروف ہیں۔ زمانہ طالب علمی (۱۹۳۱ء) میں شاعری کا شوق اپنے ایک

استاد چودھری محمود صاحب کی محبت سے پیدا ہوا۔ اردو کے علاوہ

بلوچی اور براہوئی شاعری کی جانب توجہ دی۔ نظم اور نثر دونوں اصناف

میں محنتیہ اور نعتیہ پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔

براہوئی شاعری میں ”مدینہ مدینہ“ اور بلوچی میں ”خیالِ حکیم“ ان کی

کتابیں بالکل تیار ہیں۔ آپ مولانا حضور بخش جتوئی سے بہت متاثر ہیں۔

لہ روزنامہ مشرق، کوٹہ، ۵ جولائی ۱۹۸۰ء حال ہی میں آپ اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں

کہتے ہیں :-

زبان ء محمد دلائیں محمد  
 منی ورد دور ء دوائیں محمد  
 منی سر پہ نام ء فدائیں محمد  
 نہ منو کیں ایمان خطائیں محمد

ترجمہ :-

( میری زبان پر نہ صرف محمدؐ کا مبارک نام ہے بلکہ دل میں بھی یہی نام ہے۔ میرے درد کی دوا بھی مبارک نام ہے )

( میرا سرا اس نام پر سو بار فدا ہو۔ جو نہ ماننا ہو اس کا ایمان کمزور ہے۔ )

آزاد جمالدینی کی شاعری سادگی اور سچائی سے بھرپور ہے۔ وہ ہلکی بھروں اور عام فہم زبان میں اپنے ماحول کی نہایت چابک دستی سے عکاسی کرتا چلا جاتا ہے۔ اور سچائی اور توانائی سے ایک ایسی منزل کا پتہ دیتا ہے جہاں دائمی اور عالمگیر محبت ہے۔

آزاد تکنیک اور موضوع کی ہم آہنگی سے ایک ایسا گہرا تاثر پیدا کرتا ہے کہ شعر سننے والے کا دل اور دماغ متحرک ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نے پابند شاعری بھی کی ہے اور آزاد بھی۔ اس کی بیشتر نظمیں کلاسیکل آہنگ والہان کی ہیں۔ اس کے کلام کا ایک مجموعہ مست پر توار (لکار) کے نام سے اردو ترجمہ از انجم قزلباش کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ غزل کا ایک شعر

لے تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، چودھویں جلد، جلد دوم، ص ۲۰۲۔

بلوچستان میں اردو، ص ۲۲۰۔

امروز، لاہور، ۱۸ ستمبر ۱۹۵۳ء۔

یہ ہے:-

سنگتاں اے وتی دیوان آء مروک ۽ آج ۽  
اُن کنت روک ۽ کنت گس گس ۽ خندان ۽ بروت

ترجمہ:-

(ساتھیو! اپنی محفل کی بجھی ہوئی شمع کو روشن کر دو۔ تاکہ اس کی  
روشنی مسکراتی ہوئی گھر گھر پہنچ سکے)  
نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:-

مبات پُج درجہ چو شیش آدمی ذات  
کہ اللہ ۽ وتی دوست ۽ را بخشات  
کمال ۽ واجہ تال عرش ۽ شرف ذات  
بلغ العلیٰ بکمالہ  
وتی گوں رنگ و سکہ و جمال ۽  
اے تہار یکیں جہان ۽ پہ کمال ۽  
شپ را روح کت روشن خیال ۽  
کشف الدجیٰ بجمالہ

ترجمہ:-

(کسی بشر میں یہ غلط نہیں، جو اللہ نے اپنے محبوب کو بخشی۔ حجاب  
کمال کی عرش پر تعظیم کی۔ بلغ العلیٰ بکمالہ)  
(اپنے رنگ و حسن و جمال سے، اس تاریک جہان کو منور فرمایا۔ رات  
کو اپنے پاکیزہ خیالوں سے دن میں بدل ڈالا۔ کشف الدجیٰ بجمالہ)  
ملک محمد رمضان بلوچ لہڑی کے رہنے والے ہیں اور ڈومکی قبیلہ کی

لہ بلوچستان میں اُردو، ص ۲۹۳، ۲۹۴۔

ایم مستونگ، ۱۷ اگست ۱۹۶۶ء ص ۲۷۔

بالاچھانی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ والد کا نام بارج خاں تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قصبہ لہڑی کے پرائمری سکول میں پائی۔ بعد میں دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ سن پیدائش ۱۹۲۲ء ہے۔ آپ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۶ء تک سابقہ ریاست قلات کی ملازمت میں رہے۔ ”ریاست قلات میں اصلاحات کے لئے بے چینی“ کے عنوان سے ۱۹۴۶ء میں ایک پمفلٹ شائع کیا، جس میں مقامی سیاست پر تنقید کے بعد مطالبہ پاکستان کی مکمل حمایت کی گئی تھی۔

ملک صاحب قلات میں ملازمت کے دوران ابتدائی ایام میں انجمن اسلامیہ مستونگ کے سیکرٹری رہے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد ہفت روزہ ”الحق“ سٹی کی ادارت میں آئے۔ انہی دنوں آپ نے پاکستان کی پُر زور حمایت کی۔ بعد ازاں ماہنامہ ”معلم“ سرپاب کوئٹہ اور ہفت روزہ ”تنظیم“ کوئٹہ کی ادارت سے منسلک رہے۔ آپ نے ۱۹۵۲ء میں اپنا اخبار ”ساربان“ مستونگ سے جاری کیا۔ جو اب تک باقاعدگی سے منظر عام پر آرہا ہے۔ آپ اُس میں موقع و محل کے مطابق آنحضرت صلعم کی سیرت طیبہ سے متعلق مضامین اور نظمیں شائع کرتے رہتے ہیں۔ اسی موضوع پر عام جلسوں میں بڑی شہستہ اُردو میں تقریریں کرتے ہیں۔ آپ نے علامہ اقبال کی معروف تصنیف ”بال جبریل“ کا بھی منظوم بلوچی ترجمہ کیا ہے۔ آپ کا ایک قطعہ ہے

طوفان کی موجوں سے گزرنا سیکھو + اسلام کے ناموس پہ مرنا سیکھو  
ہر سبیلِ حوادث سے ملاؤ پنجہ + خورشید کی مانند ابھرنا سیکھو

۱۔ ساربان، ۲۱ نومبر ۱۹۷۴ء کے شمارہ میں شاہ انصار اللہ آبادی کی نعت ”رجح ہے پہلا اور آخری شہزادہ“

دوری مدینہ سے وہ جاں پہن آئی ہے + بے زندگی جیتا ہوں! سرکار دہائی ہے

اللہ سے رنگینی نعت شہ والا کی + مدحت کے بہانے سے جنت اتر آئی ہے

## نعتیہ اشعار ۲۔

نام تھئی جہ اسم اعظم کم نہ این  
 درد دوروخ ۽ دوائیں یا رسولؐ  
 ماگنہ گاروں شہ حدء گو سنگیں  
 مارا تھئی حیل و طمائیں یا رسولؐ

ترجمہ ۲۔

(آپ کا نام مبارک اسم اعظم سے کم نہیں۔ جو ہر دکھ درد کی دوا  
 ہے اے ہمارے آقا)

(ہم گناہگار ہیں اور حد سے گئے گزرے۔ ہمیں آپ ہی کا آسرا ہے

یا رسولؐ)

قاضی عبدالرحیم صابر خلیف الرشید قاضی دین محمد، پسینی بندر (مکران) میں  
 پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم پسینی میں ہی پائی۔ بعد میں کراچی پہنچے۔ مزید تعلیم  
 کے بعد وہیں مدرسہ اختیاری کی۔ اردو شاعری کی ابتدا ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔  
 ۱۹۳۸ء سے بلوچی اور فارسی میں بھی شعر کہنے لگے۔ ۱۹۳۹ء سے اردو میں  
 لکھنا شروع کیا اور تصنیف و تالیف کا آغاز ۱۹۵۹ء میں ہوا۔  
 آپ نے متعدد تعلیمی سندات حاصل کیں۔ جن میں اسلامیات کی سند  
 بالخصوص قابل ذکر ہے۔ نظامتِ تعلیمات کراچی نے مصر کے ایک استاد  
 کو بامور کیا تھا۔ جس نے اسلامیات کا درس دیکر وقت مقررہ پر امتحان  
 لئے اور سند عطا کی۔

تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، چودھویں جلد، جلد دوم، ص ۲۰۲۔

بلوچستان میں اردو، ص ص ۱۵۳ تا ۱۵۶۔

بہات بلوچستان، حصہ دوم ص ص ۵۰۵ تا ۵۰۷۔

صابر صاحب اب تک مصروفِ عمل ہیں۔ ”بلوچی ادبی بورڈ“ کراچی جو کہ ایک رجسٹرڈ ادارہ ہے۔ اس کے آپ جنرل سیکرٹری ہیں اور پندرہ روز ”صدائے بلوچ“ جو کہ بورڈ کے زیرِ اہتمام جاری ہے، کے نگران ہیں۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ بلوچستان کی وادیوں میں (اُردو) بلوچی رومانوی اور تاریخی داستانوں پر مشتمل۔ ۱۹۵۹ء — ۱۹۷۴ء۔

۲۔ سیر مکران، حصہ اول (اُردو) سفرنامہ (چشم دید حالات) پر مشتمل کتابچہ

۳۔ بلوچستان کے جانباز (اُردو) بلوچوں کے بعض تاریخی کارنامے ۱۹۶۰ء

۴۔ دو جہان و سردار (بلوچی) سیرتِ پاک — ۱۹۶۶ء۔

۵۔ صابر و گفتار (بلوچی) بلوچی اشعار کا مجموعہ اُردو ترجمہ کے

ساتھ — ۱۹۶۶ء۔

۶۔ سیر مکران حصہ دوم (اُردو) سفرنامہ (کتابچہ)۔

۷۔ مکران تاریخ کے آئینے میں (اُردو) ضلع مکران سے متعلق نوادر اور تاریخی

دستاویزات — ۱۹۶۷ء۔

۸۔ دو دوست یک منزل (بلوچی) پاک و ایران دوستی پر مبنی ایک با تصویر

مجموعہ (فارسی چاشنی کے ساتھ)

صابر صاحب بلوچوں کے ایک ممتاز اور نامور ادیب، شاعر اور مُصنّف

ہیں۔ قدیم رنگ میں شعر کہتے ہیں لیکن انفرادیت پھر بھی قائم رہتی ہے۔

حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہو چکے ہیں۔

آپ کی ایک زیادہ ہی اہم تصنیف دو جہان و سردار (بلوچی نثر) سیرتِ

پاک سے متعلق ہے۔ سن اشاعت ۱۹۶۶ء صفحات ۱۹۲۔ ہدیہ اڑھائی روپے

شائع کردہ قاضی عبدالرحیم صابر ریکسر لائن لیباری کوارٹرز

کراچی۔

اس کتاب میں حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم کی حیاتِ طیبہ، تعلیمات، اخلاق اور کردار کو پیش کیا گیا ہے۔ اندازِ بیان دکش، شگفتہ اور توانا ہے۔ افادیت اظہر من الشمس ہے۔ کتاب کی چھپائی آفسٹ پر ہوئی ہے کتابت مناسب ہے۔

سیرتِ طیبہ پر بلوچی نثر میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ جو سرمایہ بھی موجود ہے۔ اُس میں اس کتاب کی حیثیت منفرد ہے۔ ویسے یہ سیرتِ رسولؐ پر بلوچی زبان میں پہلی تالیف ہے۔

صابرؓ گنار میں سے ایک دو شعر ملاحظہ ہوں۔  
 پہ تئی محبوبؓ ء صابر بات و قربان  
 گوں تو رب ء منی یکین سوال انت

ترجمہ ۱۔

(تیرے محبوب، سرکارِ دو عالم پر صابرِ قربان ہو جائے۔ اے رب! تجھ سے بس ایک ہی سوال ہے)

محبت چدو دیم ء صابر نہ بیت انت  
 کہ من سجدہ ء بے ریا لوٹگایاں!

ترجمہ ۲۔

(اس سے بڑھ کر صابرِ محبت اور کیا ہوگی کہ میں سجدہ بے ریا

مانگ رہا ہوں)

نعتیہ اشعار خوب ہیں ملاحظہ کیجئے۔

زبانِ سرائیں مدینہ مدینہ

خیالِ تہائیں مدینہ مدینہ

تسلی دے بیقراریں دلائن ء

دعا و شفائیں مدینہ مدینہ

بگینداں میں صابر دیار حبیبؐ  
گوں ربِّ دُعائیں مدینہ مدینہ

ترجمہ :-

(ورد زباں ہے مدینہ مدینہ - خیالوں کی جاں ہے مدینہ  
مدینہ)

(قرار آئے جس سے دل مضطرب کو - دُعا و شفا ہے مدینہ  
مدینہ)

(یہ حسرت ہے صابر کہ دیکھوں حرم کو - خُدا سے دُعا ہے  
مدینہ مدینہ)

پہ دریں مدینہ یا سک بے قراراں  
ثلثت اس چمانی من نشستہ چاراں  
ہم سبز و بے دروین گنبدِ رَا  
بگنداں مدینہ ۽ باغ و بہاراں  
وگہ پچ علاج ۽ ضرورت من ۽ نیست  
اگرچہ جہاں ۽ نماں بڈو باراں  
منی آرزو، خواہش و مدعا انت  
حضور ۽ در ۽ خاکاں چماں بداراں  
مدینہ یا جاگہ بدہ صابر ۽ رَا  
چشیں مہربانی کنگ تو ہزاراں

ترجمہ :-

(مدینہ منورہ کے لیے بہت بے چین ہوں - آنکھوں سے آنسو جاری  
ہیں اور میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں)



(وہ سبز اور بے مثال گنبد - کاش میں مدینہ کے باغ و بہار  
دیکھ لوں)

(مجھے کسی عیان و معجزے کی قدرت نہیں ہے۔ اگرچہ دنیاوی غموں کا  
کافی بوجھ مجھ پر ہے)

(میری خواہش اور آرزو بس یہی ہے۔ کہ حضور کے روضہ پر نور  
کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنا لوں)  
(خدا یا مدینہ میں صابر کو جگہ دیجئے۔ کیونکہ ایسی مہربانیاں تو نے  
بہت کی ہیں)

مروت پر بندیت و شرافت ناز پہ تو کنت  
رسول و پاک و اللہ اے رسالت ناز پہ تو کنت  
فقیرانی شہنشاہ نبیانی امام و تو  
غلام تھی صاحب و شان انت امامت ناز پہ تو کنت  
ترا اللہ و پاک و رحمۃ للعالمین کر تک  
خداوت شاہد انت اقا کہ رحمت ناز پہ تو کنت  
چہ تھی لطف و عنایت و غلاماں کت جہا نبانی  
ترازیب انت جہا نبانی حکومت ناز پہ تو کنت  
خدا و چند و فرمان انت کہ دنیا پہ تو جوڑ پنتگ  
نتی شان و خداوت زانت مشیت ناز پہ تو کنت  
ملاقات و شب حاصل کتہ تو بخشش و وعدہ  
شفیع المذنبین و تو شفاعت ناز پہ تو کنت  
چہ آپا کیس در و صابر نہ روت پچ بر کس خالی  
حبیب و خالق و اکبر سخاوت ناز پہ تو کنت

منظوم اردو ترجمہ از صابر۔

(مروت فخر کرتی ہے شرافت تم پہ نازاں ہے رسوں پاک والہدیہ

رسالت تم پہ نازاں ہے)

(فقیروں کے شہنشاہ ہو امام الانبیاء ہو تم۔ تیرے ندیم ذیشان ہیں

امامت تم پہ نازاں ہے)

(لقب ہے رحمۃ للعالمین اللہ کی جانب سے۔ خدائے پاک شاہد

ہے کہ رحمت تم پہ نازاں ہے)

(تیرے الطاف سے کی ہے غلاموں نے جہان بنانی۔ تمہیں شایاں جہان بنانی

حکومت تم پہ نازاں ہے)

(خدائے صاف فرمایا تیری خاطر بنی دنیا۔ تیرا درجہ وہی جانے مشیت

تم پہ نازاں ہے)

(شبِ معراج حاصل ہو گئی ہے وعدہ بخشش۔ شفیع المذنبین ہو تم

شفاعت تم پہ نازاں ہے)

(نہ جائے گا کوئی صابر در سرکار سے خالی۔ حبیبِ خالق اکبر سخاوت

تم پہ نازاں ہے)

قاضی عبدالرحیم صابر اردو میں بھی گویا ہوتے ہیں:-

وہی سارے نبیوں کے سر تاج ہیں

وہی صاحبِ تاج و معراج ہیں

شفاعت کی سب ان کے محتاج ہیں

چمکتا رہے گا سدا ان کا نام

پڑھوان پہ لاکھوں درود و سلام

پیر محمد زبیرانی خلیف الرشید لعل محمد ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ بمقام دشت

عمر ڈھور (ضلع قلات) میں پیدا ہوئے۔ آبائی پیشہ زمینداری تھا۔ نانہ بدوشانہ

زندگی کے مطابق چھ ماہ اسی دشت میں گزارتے اور چھ ماہ ایری نامی بستی (ضلع کچھی) میں قیام پذیر ہوتے۔ ناظرہ قرآن پاک پڑھنے کے بعد بلوچستان کے مدرسوں میں مروجہ فارسی کی درسی کتابیں کریمائے سعدی سے لے کر بہار دانش تک پڑھیں۔ بعد ازاں مولوی عبدالحلیم سے فن کتابت سیکھا اور ۱۹۴۶ء میں عزیزیہ پریس کوئٹہ میں کاتب کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی۔ کچھ عرصہ کراچی میں بھی گزارا۔ ۱۹۵۰ء سے کوئٹہ کے مختلف پریسوں اور جریدوں میں کتابت کر رہے ہیں۔

۱۹۵۵ء سے شعروادب کے میدان میں خاصا کام کیا ہے۔ ریڈیو سے بھی ان کے اشعار وغیرہ نشر ہوتے رہتے ہیں۔ براہوئی اردو آسان گرامر، گلہ سترہ غوثیہ وغیرہ (سوانح غوث الاعظم) اور کریمائے سعدی بلوچی میں تنگیں لال (دو کتابیں قدیم بلوچی اشعار پر مشتمل۔ مطبوعہ بلوچی اکیڈمی کوئٹہ) چھپ چکی ہیں۔ کئی کتابوں (ارمغانِ حجاز کا منظوم براہوئی ترجمہ براہوئی ضرب الامثال اور محاورے۔ خالص براہوئی الفاظ کا مجموعہ۔ بلوچی براہوئی مشترکہ الفاظ کا مجموعہ۔ بلوچی، براہوئی کلام کے مجموعے وغیرہ) کے مسودے طباعت کے منتظر ہیں۔ آپ کو نعت گوئی سے خصوصی شغف ہے۔ بلوچی اور براہوئی کا نعتیہ کلام ملاحظہ کیجئے :

تئی نام پاکیں ذکری زوان  
آرام جانیں دل ناتوان  
در در کفو کاں کو کاں کنو خاں  
شف روچ زاری کنو خاں

لہ پیر محمد زبیرانی کا ایک ترجمہ کردہ کتابچہ 'براہوئی گچین' (کلام اقبال) حکومت پاکستان بارڈر پبلسٹی آرگنائزیشن کوئٹہ نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا تھا۔ ضخامت ۸۰ صفحات اس میں علامہ اقبال کی پانچ نعتوں کا براہوئی میں ترجمہ موجود ہے۔

اشکن محمد اشکن محمد

ترجمہ ۱۔

(تیرا مہر و طہیت نام وردِ زباں ہے۔ یہی دل ناتواں کے لئے

آرام و راحت ہے۔ میں دردِ جبین سائی کرتا فریاد کر رہا ہوں۔ یہی

صبح و شام میری عاجزانہ صدا ہے۔ محمد پیارے سن بہت چاری

درخواست)

بیاں قربان من پر تئی پہ نام ء

ہمانام ء پہ قربان صد براما

قرآن ء زب و زینت نام تئی سن

شنا تئی سن من اے پاکیں کلام ء

نبی آئی سرور محمد

محمد بہت اللہ ء کلام ء

من ایذا کیشگان درداں من ناراں

بدئے راہی بہن ہر ء سلام ء

من ء نیادیں وتی پاکیں گلئی ء

کہ بندہ مس وتی اود ء کتتام ء

مناں چاری ہماروش ء محمد

بگواریں مٹی سر اہر ء رگام ء

شہ و ابا و پتگہیناں سار داتہ ء

ہمادم تو کہ جت دین ء دمام ء

من ء درکار واجہ کنت روشے

مدائی دل سے استن کلاما

بگینتہ پیرل آءِ بے واگ پیری  
محمدیل مدئے ہنچو گلام آء

ترجمہ :-

( میں تیرے نام پر قربان جاؤں۔ اسی نام پر میں صد ہا بار  
قربان )

( نام و نامی آپ کا قرآن کی خوبصورتی ہے۔ آپ کی ثنا اسی  
پاک کلام میں ہے )

( نبیوں کے سرتاج ہیں محمد۔ نام محمد اللہ کے پاک  
کلام میں ہے )

( میں یہاں دردوں کی وجہ سے بڑا چلا رہا ہوں۔ میرے واسطے  
مہربانی کا پیغام بھیجئے )

( مجھے اپنے پاک آستانے پر بٹھائیئے۔ کہ میں وہاں پر اپنا آشیانہ  
بنالوں )

( میں اُس دن کا منتظر ہوں یا محمد۔ برسا دیجئے مجھ پر مہربانی  
کی بارش )

( خواب میں سوئے ہوؤں کو جگا دیا۔ جس وقت آپ نے دین  
کا ڈنکا بجایا )

( امید ہے کہ آقا مجھ پر نظرِ کرم فرمائیں گے۔ ہمیشہ دل اسی  
خوشی میں ہے )

( بیچارے پیرل کو پیری اور لہزداری نے ہیر سنا بنے اسے خستہ  
اپنے غلام کو یونہی مست بھیوڑے )

برایہوئی نعتیہ اشعار :-

مریو قربانِ پشّانِ نایا محمدؐ

بریو تمّو ڈر انا یا محمدؐ،

خنونا گنبدِ خُطرکانِ حُردے

مریو حُردے گُسرانا یا محمدؐ،

کرف دیدارِ تے نادا غلامِ

حُرک پاکِ قرآنِ یا محمدؐ

حوالِ اُمتیِ ناسرِبہ تینا

خرابِ حالِ دانا یا محمدؐ

حرا تمِ ناپنِ داخفکِ بنگر

صلاتِ ایتر پنا یا محمدؐ

ارے سختیِ دما دمِ ننگِ حُردے

بلاکِ اُمتاتا یا محمدؐ

ارے دا پیرلِ نئے پینِ وسیلہ

نے آلِ پینِ دیرِ دانا یا محمدؐ

ترجمہ :-

( میں قربان جاؤں تیرے نامِ گرامی پر یا محمدؐ - تیرے آستان

پر جیسے ساتھی کروں یا محمدؐ )

( تیرے سبز گنبد کو نزدیک سے روز دیکھا کروں - روز تیرے نزدیک

رہتا ہی رہوں یا محمدؐ )

( اپنا دیدار کراؤ اس غلام کو - قرآنِ عظیم الشان کا واسطہ ہے

تجھے یا محمدؐ )

( خبر گیری کر اپنی اُمت کی - بُری ہے حالت اس کی یا محمدؐ )

(جب بھی تیرے نام نامی کو یہ کان سن لیں۔ (تو اس وقت) صلوة و سلام  
آپ کے نام گرامی پر بھیجیں یا محمد)

(سختیاں ہیں ساعت در ساعت روز ہمارے لیئے۔ بلائیں ہیں  
تیری امت پر یا محمد)

(اس پیرل بیچارے کا کوئی وسیلہ ہی نہیں۔ تجھ بن اور کون ہے  
اس کا یا محمد)

عبدالرحمن غور سستی سے کوئی آٹھ میل دور ”کچھ ولہاری خاں“ میں  
منشی لال خاں بلوچ کے ہاں تولد ہوئے۔ بچپن ہی سے علم و ادب سے شغف  
تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں بمقام سستی ”ادارہ ادب بلوچستان“ کی بنا  
ڈالی گئی تو آپ نے اس میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ بعد میں اس ادارے کے  
زیر اہتمام آپ کی چند کتابیں شائع ہوئیں۔ آپ مختلف اوقات میں معلم،  
میتاق الحق، اتحاد، نعرہ حق، زمانہ، قاصد، ساربان، نوائے وطن اور  
صبح نو وغیرہ میں مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔ آج کل سستی کی پبلک  
لائبریری کے انچارج ہیں۔

غور کا پہلا مجموعہ کلام فروری ۱۹۲۹ء میں ”پھندے“ کے  
نام سے چھپا۔ دوسرا مجموعہ ”متاع بُردہ“ ۱۹۴۷ء میں طباعت کے  
زیور سے مزین ہوا۔ وہ ”نذرانہ عقیدت“ بارگاہ رسالت مآب میں کے  
تحت گویا ہوتے ہیں۔

مری حیات کا حاصل ہے دیدہ گریاں + حضور! آج ہی اشک بار لایا ہوں  
جہاں کا درد ہے سرمایہ حیات مرا + ستم زدہ ہوں، دل غمگسار لایا ہوں  
مجھے ملال ہے، میں باعث سکون نہ بنا + دل غریب کی غمگین پکار لایا ہوں

بلوچی میں کہتے ہیں :-

جو انہیں مقام انت شہہ انبیاء

ندسیہ دگہ کے رتبه رضاء

ہم انہی جمال جہان انت روشن

اے حق حدیقہ آں رحمت خدا

ترجمہ :-

(سب سے اول مقام مقامِ مُصطفیٰ ہے۔ کسی اور کو یہ رتبه رفا

نہیں ملا ہے)

(اُسی کے جمال سے جہاں منور ہے۔ وہ حق کا باغ وہ خدا کی

رحمت ہے)

مولانا عبدالغفور احسن غارانی بلوچ ولد مولوی شیر محمد کا مجموعہ کلام

”گلدستہ عبدالغفور“ بزبان بلوچی ۱۹۶۹ء / ۱۳۸۸ھ میں منظر عام پر

آیا۔ کل صفحات ۲۸ ہیں۔ چند نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

نُونِ کِنینِ تعریفِ احمدِ مُصطفیٰ مختارِ من

مُصطفیٰ و مُجتبَا و انبیاءِ سرکارِ من

گر مَبُونینِ مُصطفیٰ بیکِ نبوتِ اہلِ جہان

بُوآن تو قرآنِ سِیلِ کنِ دِیسْتِگنِ اظہارِ من

نامِ منِ عبدِ الغفورِ و ہمِ تخلصِ شدِ غفور

تیکہ داریں بر شفاعتِ شافعِ مُجَارِ من

ترجمہ :-

(تیری تعریف میں رطب اللسان ہوں میں۔ تم سردارِ انبیاء یا

محمدِ مُصطفیٰ)

(اگر محمدِ مُصطفیٰ نہ ہوتے تو یہ جہان بھی نہ ہوتا۔ یہی نقطہ مجھے



قرآن نے سمجھایا ہے)

( نام ہے عبدالغفور اور تخلص بھی غفور۔ تیرا ہی آسرا ہوشنا عت  
مصطفیٰ )

ایک اور مجموعہ کلام ”گفتارِ احسن“ بربان بلوچی قلات پریس کوئٹہ  
سے چھپا ہے۔ کل صفحات ۶۴ ہیں۔ مولانا عبدالغفور نے اپنا تخلص غفور

کی بجائے احسن رکھ لیا ہے۔ چند نعتیہ شعر یہ ہیں :-

آہبتگن من تی کہ شہرا یا محمد مصطفیٰ  
کبتگن من تی کنار ایا محمد مصطفیٰ  
پس بکرش من اطاعت نون پشیمان بوتگن  
سبل یکن بمن خدا را یا محمد مصطفیٰ  
زرنگن آہبتن گناہان من خطا وارن رسول  
رحمتے نون بیت اشارا یا محمد مصطفیٰ

ترجمہ :-

( میں تیرے شہر میں آیا ہوں یا محمد مصطفیٰ۔ اور تیرے ہی کنارے آ لگا  
ہوں یا محمد مصطفیٰ )

( تیری اطاعت نہیں کی اسپر پشیمان ہوں۔ ہو نگاہ لطف میری طرف یا محمد مصطفیٰ )

( میں گنا ہوں کے بوجھ سے پشت خمیدہ حاضر ہوا ہوں۔ لطف و

در گزر کا ہوا اشارا یا محمد مصطفیٰ )

میر عنایت اللہ قومی

چراغ و تودین و محمد تھی نام میں

تو قاصد خدایہ او ماتئی غلام میں

ہمودو بر تو وتی عاشق را

ادال قومی و زندگی تا تم میں

ترجمہ ۱۔

(آپ دین کے چراغ ہیں محمد آپ کا نام ہے۔ آپ خدا کے پیغمبر

ہیں اور ہم آپ کے غلام ہیں)

(ہمیں بھی اپنے عشاق کو وہیں لے جائیے۔ قومی یہاں ہماری

زندگیاں ناتما ہیں)

نصرت اللہ شیدا

رحمت اللعالمین صل علی

آسمان و آتال زمین صل علی

نور اللہ نور دنیا نور کل

تئی لقب نور خدا صل علی

ترجمہ ۲۔

(آپ جہانوں کے لئے رحمت ہیں صل علی۔ آسمان و زمین سب پر

احاطہ کیئے ہے صل علی)

(آپ خدا کے نور دنیا کے لئے نور اور کل کے لئے نور ہیں۔ نور خدا

آپ کا لقب ہے صل علی)

محمد اسحاق بُزدار

لائحیں صفتاں اول پاکیں خُدا

شو پدید آئے برزئی شانیں رسول

رحمت اللعالمین ایں تئی لقب

رحمتے پاک رحمتاں رسول

ترجمہ ۳۔

(لائق مدح سب سے پہلے حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ پھر سائنس کے

لائق ہیں رسول پاک)

(آپ کا لقب رحمت اللعالمین ہے۔ آپ کی شان یہ ہے کہ آپ  
خدا کی رحمت ہیں)

فیض بخشا پوری (جو غالب سندھ“ کہلاتے ہیں۔)  
محمد مصطفیٰ امین نور یزداں  
محمد کعبہ و قبلہ و ایماں  
محمد مصطفیٰ امین فیض رحمت  
محمد سرور و سرکار و سلطان

ترجمہ ۱۔

(محمد مصطفیٰ ہے نور یزداں۔ محمد کعبہ و قبلہ و ایماں)  
(محمد مصطفیٰ ہے فیض رحمت۔ محمد سرور و سرکار و  
سلطان)

### خدا رحیم بیتاب

اے شاہ عرب بشکن عرض انت بہ لبائِ تا  
اُمت اے تئی کشتی غرق بو تہ بہ عصیاں تا  
بیتاب گشیت ایماں لت حمد و ثنا بے تا  
مومن نہ پرخ زیاں قول انت و شران بے تا

ترجمہ ۲۔

(اے شاہ عرب ہمارے لبوں کی عرضداشت سن۔ اُمت کی کشتی  
غرق عصیاں ہو رہی ہے)  
(بیتاب آپ کی حمد و ثنا میں محو ہے۔ کیوں کہ مومن کی سعی قرآن  
کے مطابق غارت نہیں ہوتی)

ایشیر عبدالقادر شاہ ہوانی خلیف الرشید میاں خاں کلی حسنی، میاں غنڈی  
 تحصیل مستونگ (ڈوئین قلات) میں ۱۴ جون ۱۹۳۹ء کو پیدا ہوئے۔ ایم ایے  
 فاضل بلوچی ہے۔ چند سال سے بحیثیت ایڈیٹر اوس بلوچی اور احوال  
 براہوئی کام کر رہے ہیں۔ اُردو اور بلوچی میں چند کتابیں بھی لکھی ہیں۔ مختلف  
 رسائل و اخبارات میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ بلوچی اور براہوئی  
 میں نعتیہ کلام موجود ہے۔ مثلاً

سر زرتہ مہرے روشنی  
 شمال چاریں کسٹنی  
 کلاں شہ برز شان نی  
 عرشِ سراسر نام نی  
 صلِ علی صلِ علی

ترجمہ ۲۔

(مہر و محبت کی اُبھری ہے روشنی۔ چاروں سمت بھیلی ہے روشنی  
 سب سے اُونچی ہے شان اُس کی۔ عرش پر ہے اس کا نام نامی۔  
 صلِ علی صلِ علی)

سَلام اوڑا کہ او نورے خُدامس  
 سَلام اوڑا کہ او غمتاد و امس  
 سَلام اوڑا کہ دُنیا دا فدائے تن  
 درود اوڑا کہ او ننگن وسیلا مس  
 سَلام اوڑا کہ او خیر البشر مس  
 درود اوڑا کہ او ننگن شفا مس

ترجمہ ۳۔

(سَلام اس پر جو نورِ خُدا بن کر آیا۔ سَلام اس پر جو درد مندوں

کی دوا بن کر آیا)

(سلام اُس پر جس کے دنیا والے فدائی ہیں۔ درود اس پر جو ہمارا

وسیلہ بن کر آیا)

(سلام اُس پر جو خیر البشر بن کر آیا۔ درود اس پر جو ہماری شفا

بن کر آیا)

مشہور فنکار / گلوکار خمیسا خاں بلوچی کا شاعر بھی ہے۔ نعتیہ کلام

ملاحظہ کیجئے:-

ماگستاں چہ حقانِ آس کناں مومنان

لکھ سی قرآنِ ظاہر پہ عالمان

بے حرص و جو فواں اے دُنیا دروغنان

ماگستاں چہ حقانِ آس کناں شامومنان

ماکہ نور نبی شانِ تعریفنا کستاں

لکھ سی قرآنِ ظاہر پہ عالمان

خیرات دست خود رساں اے کلا جوانان

کل جمع بسیاں ہمودا قیامت سامان ہاں

ماگستاں چہ حقانِ آس کناں شامومنان

لکھ سی قرآنِ ظاہر پہ عالمان

حکم پاکِ خدائے چارچیسز ماہِ فرضِ نا

نماز۔ روشک۔ حج۔ زکا۔ اے چکا ما کہنے فرضِ نا

ماگستاں چہ حقانِ آس کناں مومنان

ماکہ نور نبی شانِ تعریفنا کستاں لکھ سی قرآنِ ظاہر پہ عالمان

مشرعہ اول اڑما پھول بی پھنڈرا نیک و بد

ترکڑی تول بی۔ ماگستاں چہ حقانِ آس کناں مومنان

بکھ سی قرآن ظاہر پہ عالمان  
 نام میں خمیا نور نبی نادمان قیامتوں میں کناں شفاع  
 گڈ تو میں فریادناں۔ ماگشاں چہ حقان۔ اش کناں مومناں  
 ظاہر پہ عالمان

ترجمہ ۲۔

(میں حقیقت کہہ رہا ہوں۔ سنو مومنو۔ قرآن شریف میں لکھا ہے  
 اور عالموں پر ظاہر ہے)

(حرص اور جوفے یعنی دنیاوی لالچ کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ جھوٹ  
 کا جہان ہے)

(میں حضور نبی کریم کی تعریف کرتا ہوں۔ کیونکہ قرآن شریف میں لکھی  
 ہے۔ جو عالموں پر ظاہر ہے)

(خیرات اپنے ہاتھ سے دینا سب سے بہتر ہے اور سب جمع ہوں  
 گے۔ اس جگہ اور قیامت کے دن میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔  
 سنو مومنو۔)

(اللہ تعالیٰ کے حکم پر چار چیزیں فرض ہوئیں۔ نماز روزہ حج  
 زکوٰۃ۔ یہ تمام چیزیں ہم پر فرض ہیں۔ اس لیے میں حقیقت بیان  
 کر رہا ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید میں لکھا ہے)

(محشر کے دن ہم سے پوچھا جائے گا۔ پھر نیکی و بدی ترازو میں  
 تولی جائے۔ قرآن پاک میں لکھا ہے۔ جو عالموں پر ظاہر  
 ہے)

(میں نام خمیا ہے۔ میں نور نبی کا خادم ہوں۔ تاکہ  
 قیامت کے دن میری شفاعت فرمادیں۔ میری ہی سے  
 فریاد ہے)

میر مٹھا خاں مری کا ہاٹ، علاقہ مری میں ۱۹۱۲ء میں بھاوانی زئی گزن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ پھر منسٹرل سروس سے وابستہ ہوئے اور بتدریج ترقی کرتے ہوئے سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں ریٹائر ہوئے۔ ان دنوں ایک کولمپنی سے وابستہ ہیں۔ علم و ادب اور خصوصاً شاعری سے شروع ہی سے شغف تھا۔ ریٹائر ہونے کے بعد ’بلوچی اکیڈمی‘ کوئٹہ سے وابستہ رہے۔ ان کی تصنیف ’مست توکلی‘ (بلوچی) ’بلوچی اکیڈمی‘ کوئٹہ نے شائع کی۔

میر مٹھا خاں مری نے ایک کتاب ’سیرت النبیؐ‘ (بلوچی) مرتب کی ہے۔

جو ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے حکومت پاکستان، وزارت اطلاعات و نشریات نظامت مطبوعات کوئٹہ نے جولائی ۱۹۸۱ء میں شائع کیا ہے۔

بلوچی نشر میں سیرت النبیؐ سے متعلق یہ دوسری کتاب ہے۔ پہلی قاضی عبدالرحیم صابر کی ’دو جہان و سردار‘ تھی۔ اس کا انداز بھی وہی ہے۔ جو غلام نبی راہی کے ’سیرت النبیؐ‘ کے ترجمے کا ہے۔ اس میں بھی مولانا شبلی علامہ سید سلیمان ندوی کی معرکہ الآرا ’سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘ سے مختلف عنوانات کے تحت بلوچی میں ترجمے کیے گئے ہیں۔ ترجمہ رواں دلپذیر اور متاثر کن ہے۔ اس سے صرف بلوچی جاننے والے قارئین پوری طرح مستفید ہو سکیں گے۔ بلوچیات میں یہ ایک قابل توصیف اضافہ ہے۔ افادیت کے اعتبار سے آخرت کا توشہ متصور ہوگا۔

۵۔ جامع فہرست مطبوعات پاکستان بلوچی، براہوئی مع تعارف مصنفین

## باب چہارم

## پشتوؤں کے نعت گو شعرا

پشتو زبان میں نعت گوئی کو اتنی ہی اہمیت حاصل ہے جتنی کہ عربی، فارسی یا اردو میں ہے۔ اور یہ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ پشتو میں نعت گوئی کی تاریخ قریب قریب مذہب اسلام کی تاریخ سے وابستہ ہے۔

تذکروں کے حوالے سے پشتو زبان میں جو پہلی حمد سامنے آتی ہے وہ ژوب کے بیٹ نیکہ کی ہے۔ (اُن کا ذکر اسی تذکرہ میں پہلے بھی آیا ہے اور وہیں حمدیہ اشعار بھی درج ہیں) بیٹ نیکہ کے ایک نامور بیٹے اسمعیل سٹرنی اور ایک نامور شاعر ملک یار غرشین کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور نمونہ کلام بھی پیش کیا گیا ہے۔

۱۔ ”رَفَعَا لَكَ ذِكْرَكَ“ پشتو نعت گوئی۔ ایک جائزہ، سید عابد شاہ عابد

(قلمی) (فیچر کی صورت میں ریڈیو پاکستان کوئٹہ سے نشر شدہ)

۲۔ بقول سید عابد شاہ عابد (ص ۱۲) پشتو شاعری میں نعت گوئی پشتون شعرا

کا خاصا راز ہے، لیکن بد قسمتی سے پشتو کی کلاسیکی شاعری میں نعت کا حصہ

بہت ہی کم ہم تک پہنچا ہے۔“



پیر محمد کاکڑ کا مولد کان مہترزئی تحصیل مسلم باغ ضلع ژوب لہ تھا۔  
 وادی ژوب کاکڑ قبیلہ کا مسکن ہے۔ تاریخ ولادت کا صحیح علم نہیں ہوتا  
 صرف اندازے سے ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۸ء متعین کر سکتے ہیں کیونکہ آپ احمد  
 شاہ بابا کے ہم عصر تھے اور اُس کے وقت میں شعر کہتے تھے۔ احمد شاہ  
 بابا کے بیٹے شہزادہ سلیمان کے استاد بھی مقرر ہوئے۔ احمد شاہ بابا  
 ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۷ء میں تخت نشین ہوئے۔ اُن دنوں آپ کی علمیت کا  
 خاصا شہرہ تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ اُس زمانے میں آپ کی عمر پالیس سال  
 کے لگ بھگ ہوگی اس لیے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۱۲۰ھ مقرر کی جا  
 سکتی ہے۔

عبدالصمد درانی لکھتے ہیں کہ اُسے (پیر محمد کاکڑ) ”کسے غر“ (ژوب)  
 کی سرزمین سے بے حد محبت تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک طرح کی پاکستانی  
 قومیت کا تصور پیر محمد کاکڑ کے کلام میں موجود ہے۔ وہ آج سے تقریباً  
 تین سو سال پہلے کشمیر اور لاہور کو اپنا وطن اور قندھار کو ”دبل  
 ھیواد“ (پرایا دیس) کا نام دیتا ہے۔ قندھار کے قیام کے  
 دنوں میں بارہا اُسے وطن کی یاد ستاتی ہے۔ اور وہ پُر نَم آنکھوں سے  
 ژوب کو یاد کر کے کہتا ہے :-

مونبز لہ هیوادہ تنھا را غلی یو  
 دبیر طوطیان یوپہ دام وتلی یو  
 غمازہ ظلم را باندی بس کرہ  
 دنو یار انوفراق ننتلی یو

۱۔ بلوچستان، ملک صالح محمد خاں لٹری، کوئٹہ ۱۹۵۵ء، ص ۵۶۔

۲۔ ثقافت اور ادب وادی بولان میں، کوئٹہ، ۱۹۶۶ء، ص ۲۰۔

ترجمہ ۲۔

(ہم اپنے وطن سے تہہ آئے ہیں۔ باغ کے طوطی ہیں جو دام میں

گرفتار ہوئے ہیں)

(اے غماز اپنا ظلم اب ختم کر۔ اچھے دوستوں کے فراق نے ہمیں

زخمی کیا ہے)

آپ ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۱ء تک زندہ رہے۔ ٹھیک تاریخ وفات کا علم

نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸ء سے پیشتر رحلت

فرمائی۔ کیونکہ اسی سال اُن کے شاگرد ابراہیم خان کاکڑ نے دیوان کو نقل

کیا۔ اور خاتمہ پر پیر محمد کو اس طرح یاد کیا ہے جس سے اُن کی وفات ظاہر

ہوتی ہے۔

پیر محمد کاکڑ خود اپنے پشتو دیوان کی تکمیل کی تاریخ کو یوں بیان

کرتے ہیں :-

زر سل شپنز توی کلونہ

دہجرت تیر شوی ودنہ

ما انشاء د عشق دیوان کمر

پہ پنبستومی بنہ بیان کمر

پہ دے طمع چہ یاد نکار شی

بیا منشور پہ مرد یار شی

ترجمہ ۳۔

(ہجرت کے گیارہ سو چھیانوے سال گزرے تھے)

(کہ میں نے عشق کے دیوان کی تحریر مکمل کر لی۔ اس دیوان کو میں نے

اچھی پشتو میں قلمبند کیا ہے)

(اور محض یہ خواہش دامنگیر تھی۔ کہ یہ ہر گھر میں پھیلے اور میسری

یادگار کے طور پر یاد رہے)

مولانا رومیؒ نے اپنی شہرہ آفاق مثنوی میں 'نے' کو جس پیرائے میں پیش کیا ہے۔ اُس کے اتباع میں پیر محمد نے اپنے فراق کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

جُدائی پہ غم شریک کرم دغمنو  
دھر چاہے غارہ ژارہ مر لکہ نئے

ترجمہ:-

۱) بھرو فراق نے مجھے ہر درد مند دل کا شریکِ غم بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں شخص کے ساتھ 'نے' کی طرح رو دیتا ہوں) جیسے "دامغانی" کے دیوان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اُس میں غم کا ایک بیت بھی نہیں ویسے ہی پیر محمد کے تمام شعروں میں خوشی اور سرور کا کوئی شعر مشکل سے ہی پایا جاتا ہے۔ اُن کے دیوان میں "یاروں کے فراق" کے تذکرے عام ہیں۔ اُن کا کلام جُدائی، فراق اور غم کا آئینہ دار ہے۔ بقول اُن کے "جب میں بھر میں غزل کہتا ہوں تو میرے آنسوؤں سے کاغذ گیلا ہو جاتا ہے اور قلم جل جاتا ہے۔"

وہ غم کو مستخر کرتے ہیں اور مختلف مقامات پر اخلاقی درس بھی دیتے ہیں جیسے وارث کے ہاتھ کی زیادہ خیرات سے اپنے ہاتھ کی تھوڑی خیرات بہتر ہے۔ محتاج ہو کر بھی انسان کو سجدہ مت کر، کیونکہ اس سے تیرے ایمان میں خلل پڑ جائے گا۔ ہاتھ کے کمائے ہوئے تھوڑے کھانے پر قناعت اچھی ہے۔ بے عذر گدائی سے تو خدا بچائے رکھے۔ پیر محمد کے شہتو اشعار سے اس وقت کے حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے جیسے

ہا ریک خط د بنگلی مخ پہ صنمہ زیب کا  
کاتب کبسنی پر کشمیری کاغذ مموار خط

ترجمہ :-

(گویا باریک خط خوبصورت چہرے کے صفحے پر ایسے زینت بخشا ہے۔ جیسے کاتب کشمیری کا غدر ہموار خط کھینچتا ہے۔ اس شعر سے

کشمیری کاغذ کی شہرت کا پتہ چلتا ہے) پیر محمد اپنے اصلی وطن (صوفیوں کے نزدیک روحانی عالم) کا ذکر ایسے کرتے ہیں: ”جب سے مجھے اس ملک کی عظمت کا علم ہوا ہے۔ میں ہر وقت اُس کی آرزو کرتا ہوں میں ایک قطرے کی مانند صاف و شفاف آیا تھا۔ اب سیلاب (دنیاوی آلائش) سے میرا چہرہ گرد و غبار سے پُربے۔ مجھے دریا (دریائے معرفت) سے نکالا گیا۔ اب مچھلی کی طرح خشکی پر تڑپ رہا ہوں۔ میں اپنے دوست سے آمنے سامنے راز کی باتیں کر رہا ہوں۔ مگر اس کو دیکھ نہیں سکتا، سورج کا نور میرے لیے بغیر حجاب کے حجاب بنا ہوا ہے۔“

میں میں کہنے کو مناسب نہیں سمجھتے، کہتے ہیں: اے پیر محمد! جب میں میں اپنے کو کہتا ہوں تو یہ کہنا عشق میں خطا وار خیال کرتا ہوں“ اپنی خودداری کا یوں اظہار کرتے ہیں ”نہ میں ایک مکھی ہوں کہ چھلکے پر چمٹوں اور نہ ہی میں کسی کی دعوت کا انتظار کرتا ہوں“ پیر محمد نے پشتو کے علاوہ فارسی میں بھی اپنے خیالات کو پیش کیا وہ پشتو میں بھی گاہے بگاہے فارسی اور عربی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ پشتو کے شاعر حمید بابا خالص پشتو کے الفاظ بروئے کار لاتے تھے اور کاظم شیدا عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ مگر پیر محمد درمیانی راہ پر گامزن نظر آتے ہیں۔

آپ کا پشتو زبان کی ترقی میں ممتاز حصہ ہے۔ یہ پہلے ادیب تھے۔  
 جنہوں نے پشتو زبان کی گرامر ”معرفت الافغانی“ کے نام سے تحریر کی۔  
 آپ نے احمد شاہ بابا کے ارشاد پر ایک تاریخ بھی پشتو میں رقم کی تھی جس  
 کا ایک نسخہ امیر عبدالرحمن کے دربار میں موجود تھا مگر بعد میں وہ محفوظ  
 نہ رہ سکا۔

پیر محمد کاکڑ اساتذہ میں رحمن بابا کے سوفیانہ اور انسانیت دوست  
 کلام سے بے حد متاثر تھے۔ پیشتر ازیں پیر محمد کے جو اشعار پیش کیے جا چکے  
 ہیں۔ اُن سے اس امر کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔ بہر حال پیر محمد  
 کاکڑ اپنے کلام کی ندرت کے باعث پہچانے جاتے ہیں۔ پیر محمد کاکڑ کے  
 مجموعہ کلام میں جو نعت شامل ہے اُس کے چند شعر یہ ہیں:-

اول نور کہ در رسول نہ وائے پیدا  
 روشنائی بہ پیدانہ نہ وہ پر دُنیا  
 پہ ظاہر محمد ختم النبیین دی  
 پہ معنی ثی مقدم دی تر ہر چا  
 محمد دی شیر یار ددوا سرو کونو  
 بے لہ خدا یہ محتاج نہ دی دھپچا  
 کوم عاصی بہ وی نو مید لہ مغفرتہ  
 چہ شفیع لری ہم وہ غوندی پیشوا  
 کہ ہر خو پہ عصیان دوب زہ پیر محمدیم  
 لہ نبی د اشفاعت کرم تمنا

ترجمہ :-

(اگر محمد کا نور پیدانہ ہوتا۔ تو اس دُنیا پر اللہ روشنی نہ

کرتا)

(ظاہر میں محمد ختم النبیین ہیں۔ اور معنی میں سب سے مقدم ہیں)

(محمد دونوں جہانوں کے شہریار ہیں۔ وہ سولے اللہ کے اور کسی

کے محتاج نہیں)

(کوئی بھی گنہگار ان کی رحمت سے ناامید نہیں۔ کہ محمد شافع بھی ہیں

اور پیشوا بھی)

(میں جتنا بھی غرقِ عصیاں ہوں۔ پیر محمد مجھے نبی کی شفاعت

کی تمنا ہے)

اسی دور کے شاعر احمد شاہ ابدالی بھی ہیں جو صاحبِ دیوان شاعر

ہیں۔ اُن کی نعت کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

پہ رسول می زیرہ ناز بیزیؐ

کل اُمتؐ پر صو سبیزیؐ

چہ پہ موزبہؐ ورحمیبہؐ

فزیاد رسؐ یا مصطفیٰؐ

ترجمہ :-

(میرادل رسول پر نازاں ہے۔ اور تمام اُمت اُنہی پر فخر

کرتی ہے)

(وہ ہم پر مہربان ہوگا۔ یا مصطفیٰؐ فزیادری کر)

اسی زمانے میں کسے غر (ثوب) کے علاقے کے ایک قادر الکلام شاعر

شمس الدین کاکڑ ہو گزرے ہیں۔ اُن کے چند نعتیہ شعر یہ ہیں :-

کہ مطلب دے دی وصال د محمدؐ

تل پہ زرہ کئے سرہ خیال د محمدؐ

آئینہ کمرہ ذرہ شرعیہ دو تہ کورہ  
 قور بہ اووینے ہر حال محمد  
 ذہر عمل حسن بہ ستاد شرعیہ خارشہ  
 کہ دئے ولیدئے جمال ذ محمد  
 سر درود محمد طلب ذ عدد مکہ  
 ژ بہ وجہ کمرہ پہ سوال ذ محمد  
 چہ سیوز مئیئے دانلیدہ دہ د حسن  
 لمہ پہ حسن کلہ سیال ذ محمد  
 سہ کوشرہ می روان کمرہ تشنہ لبہ  
 نو نصیب بی کمرہ زلال ذ محمد  
 خدائے رانجہ ذ شمس الدین نمرہ نفع فاؤں  
 ترقدم چہ وی پائسا ام ذ محمد

ترجمہ ۲-

(اگر تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب چاہتا ہے۔ تو ہمیشہ  
 انہی کا خیال دل میں جاگزیں رکھ)

(دل کی آنکھ کو آئینہ بنا کر دیکھ تو تجھے، یقیناً محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے جلوے نظر آئیں گے)

(اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دیکھ لے۔ تو دوسرے  
 تمام پھولوں کا حسن تیری آنکھ کا کاشا بن جائے گا) (تجھے  
 کھٹکے گا)

(تو درود پڑھ کر اور حساب لگا کر دُعا میں مت مانگ۔ بلکہ محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ورد کرتے ہوئے اپنی زبان خشک کر لے  
 (سکھادے))

(چاند جس سورج کے حُسن اور تابانی کا حاشیہ بردار ہے۔ وہ

سُورج بھی حضرت محمد صلعم کے سامنے پُرخ ہے)

(تو مجھے آپ کوثر سے بے شک پیاسا ہی لوٹا دے۔ لیکن محمد

کی قدم بوسی مجھے ضرور نصیب ہو)

(خدا نے شمس الدین کی آنکھوں کے لیے وہ خاک بھی سُرمہ بنا

دی۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تدموں تلے پاٹماں ہوئی)

مُلا جان محمد کاکر ضلع ژوب کے رہنے والے تھے۔ شاہ شجاع کے

زمانے میں یہ قادر الکلام صوفی شاعر تحصیل علم کی خاطر بنوں صوبہ سرحد

گئے تھے۔ اور وہاں انہوں نے حضرت میاں محمد عمر چکنی کی مریدی اختیار

کی تھی۔ اس کا ذکر انہوں نے اپنے اس قلمی دیوان میں کیا ہے جو حافظ

خان محمد کے کُتب خانہ میں تھا وہ خود لکھتے ہیں:

تحت بعون اللہ تعالیٰ فی یوم النخیس وقت منیٰ من ید جان محمد نسخہ هذا ۱۲۱۵ھ

ق فی شہر ربیع الاول فی فصل نور روز تصنیف و کتابت از دست جان محمد

شفاعت خواہ محمد و تعالیٰ احد در زمانہ شاہ شجاع در جماعت اخوندزادہ

شیر محمد اوستاد نادر ملک بنوں ایام طالب علمی شاگرد او بودم در

آں جا حضرت شیخ سلیمان سنگڑے ما و مذہب من حنفی و از نسل کاکر و

ملک من ژوب۔

۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۹ء میں انہوں نے اپنی غزلیات کا مجموعہ "حلبدین"

کے نام ردیف وار مرتب کیا تھا۔ ملا جان محمد کے اس ۳۵۸ صفحات اور

تقریباً چار ہزار اشعار پر مشتمل قلمی دیوان کی ابتدا اس شعر سے ہوتی

ہے :-

۱۔ تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ۷۲، ۷۳۔



ابتدا و انتہا دئی رب زما،  
آفرین دھر پیدا دئی رب زما

ترجمہ ۱۔

(ابتدا و انتہا مرے رب کے لئے ہے، ہر شے کی آفرینش مرے  
خدا نے کی ہے)

جلیدین ابھی تک دیکھنے میں نہیں آیا البتہ اس مجموعے کے بارے میں  
نور انہوں نے ۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰ء کے دیوان میں یہ اشعار کہے ہیں :-  
ماچہ دا دیوان تصنیف بعون اللہ کر  
یولیابل پہ جلیدین دئی مسما  
جلیدین پہ یو کال پس و وتر دا ورا ندی  
پہ تاریخ دفیٹر نکلیٹا نو و عنزا

ترجمہ ۲۔

( میں نے بعون اللہ یہ دیوان لکھا۔ اس کے علاوہ میرا ایک اور  
دیوان بھی ہے جو جلیدین سے مسما ہے )  
(جلیدین، انگریزوں سے جہاد کے دوران اس تصنیف سے ایک  
سال قبل مرتب ہوا)

گمان اغلب ہے کہ وہ تحصیل علم کے بعد اپنے دین مبین اسلام کی  
تعلیمات کی تبلیغ کے لئے واپس ژوب آگئے ہوں گے۔ بلوچستان میں ان  
قلمی نسخوں کا وجود اس گمان کی بین دلیل ہے۔

نعت شریف جان محمد اکرم حرم

۱۔ کہ قدم نہ دئے وُحلے پیشوا زما۔ پہ دنیا نہ دے راغئے پیشوا زما

۲۔ دجہان بوئی بہ بیجانہ و ولیدے۔ کہ چانہ دئے لیدے پیشوا زما

- ۳۔ دُلولاک تاج مے پہ سرباند و رکنیوٹ۔ پہ نہ ناز باندے ناز و پیشوا زما
  - ۴۔ پھنچ زوئی درہ ترخایہ نہ ریسری۔ ہنچ کائے چہ و نیوٹے پیشوا زما
  - ۵۔ پھنچ جوتن حطرہ مے نستہ پہ عقی کنبے۔ حقعہ چاہہ منسی پیشوا زما
  - ۶۔ کہ حوک وائی ترنا غلیو پہ دنیا کنبے۔ ترنا غلوے بنا غلے پیشوا زما
- ترجمہ ۱۔

(اگر میرے پیشوا (محمدؐ) دنیا میں تشریف نہ لاتے۔ یا اگر اس دنیا میں میرے پیشوا نہ آتے)

(اس دنیاں کوئی چیز بھی کوئی نہ دیکھتا۔ اگر کسی نے میرے پیشوا (محمدؐ) کو دیکھا سوتا)

(لولاک کا تاج ان کے سر پر رکھ کر۔) (ندانے) میرے پیشوا کی خوب ناز برداری کی!

(کوئی بھی شخص اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو مقام میرے آقا کو حاصل ہے)

(اس شخص کو عقی (آخرت) کا کوئی اندیشہ نہیں۔ جس نے میرے آقا کو تسلیم کر لیا!)

(اگر کوئی دنیا میں کسی معتبر کی بات کرتا ہے۔ تو میرے پیشوا (آقا) سے زیادہ پیشوا دنیا میں کوئی نہیں)

علامہ عبدالعلیٰ اخوندزادہ، ملا عبدالخالق اخوندزادہ کے صاحبزادے تھے۔ اُن کے دادا ملا عبدالرحمن اخوندزادہ اپنے وقت کے مہر عالم تھے آپ ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں پشین کے خانوزئی نامی گاؤں میں پیدا ہوئے

علامہ عبدالعلیٰ، حافظ خان محمد، گلستان کوئٹہ جنوری ۱۹۵۷ء ص ۱۲۔

یہ گاؤں کوٹہ سے مسلم باغ جاتے ہوئے سڑک کے بائیں جانب پڑتا ہے  
گاؤں کے لوگ بڑے باہمت اور علم دوست واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے  
برسوں پہلے بنڈات تعمیر کر کے اپنے گاؤں کو وہ سرسبزی اور شادابی بخشی ہے  
جو آج اس دیہہ کو میسر ہے۔

اُن کا تعلق کاٹھ قبیلہ سے تھا۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ خود کہتے

ہیں :-

”میں ابھی بچہ ہی تھا کہ والد محترم نے داعی اجل کو لبیک کہی۔ میں نے  
اپنے چچا ملا عبدالقادر اخوندزادہ سے تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ کچھ عرصہ  
بعد ملا عبدالقادر اخوندزادہ ترکستان چلے گئے۔ جاتے وقت انہوں نے  
مجھے مشورہ دیا کہ تم قندھار جا کر حصول علم کی سعی کرو۔“

آپ مزید تعلیم کے لئے عازم قندھار ہوئے۔ جو اُس زمانے میں علماء  
اور شعرا کا مرکز تھا۔ آپ نے کچھ عرصہ تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ مگر تکمیل علم  
سے قبل ہی وطن واپس لوٹ آئے۔

عبدالحمی حبیبی لکھتا ہے: ”یہ نوجوان کاٹھ قبیلے کے حساس دلوں کا  
نمائندہ تھا۔ جوانی کے ایام ”کسے غر“ کی شاداب وادیوں میں بسر کیے  
تھے۔ کوڑک کی پہاڑیوں کی زندگی بخش فضا میں سانس لی تھی۔ اور  
پشین کے حسین و جمیل خطے میں سن شعور کو پہنچا تھا۔“

اسی زمانے میں بوستان کے رہنے والے جید علماء (مولوی محمد صدیق  
اور مولوی دوست محمد) دیوبند سے اپنے گاؤں واپس آئے تھے۔ اور متعدد  
طلبہ اُن کے حلقہ تلمذ میں شامل تھے لہذا اخوندزادہ عبدالعلی نے بھی اُن  
کے سامنے زانوئے تلمذتہ کئے اور دستار فضیلت کے مستحق گردانے گئے۔  
آپ کے اساتذہ آپ کی ذہانت اور لیاقت کے مداح تھے۔ حافظ خان محمد  
نے لکھا ہے کہ ایک بار میں نے اُن کے حافظے کے متعلق دریافت کیا تھا۔

تو انہوں نے جواب دیا کہ عالم شباب میں امام صاحب جب فجر کی نماز میں طویل سورت پڑھتے تھے تو وہ سورت مجھے فوراً ہی یاد ہو جاتی " اور یوں قریباً سارا قرآن پاک انہیں حفظ تھا۔

حافظ خان محمد نے اس خطے کی ادبی تاریخ قلمبند کی ہے جو "دلے غر کھلان" (کسے غر کے پھول) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے علامہ عبدالعلی مرحوم کے بارے میں لکھا ہے کہ:-

"ایک دن علامہ عبدالعلی میری دکان میں بیٹھے تھے۔ اور اردو شعرا کے کلام کے مطالعے میں مصروف تھے۔ اسی دوران قدیم شعرا کے کلام پر رائے زنی اور تنقید شروع ہوئی، ایک شاعر کے ہاتھ میں مرزا عبدالقادر بیدل کا دیوان تھا، اُس نے غالب کے حوالے سے بتایا کہ بیدل بہت ہی مشکل پسند شاعر تھے۔ مگر میرے خیال میں بیدل مشکل پسند شاعر نہ تھے۔ اس پر علامہ عبدالعلی نے بیدل کا ایک شعر پڑھا اور پھر ایسے دلچسپ انداز میں اُس کی تشریح کی کہ اہل محفل عیش عیش کر اُٹھے اور سب لوگ لاجواب ہو گئے۔"

آپ عربی فارسی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ پشتو آپ کی مادری زبان تھی۔ آپ کا دیوان شباب کی یادگار ہے۔ حافظ خان محمد نے آپ کے کلام کا انتخاب ۱۹۵۵ء میں "شاخ گل" کے نام سے چھپوایا تھا۔ عبدالصمد درانی لکھتے ہیں کہ "شاخ گل" کی طباعت و اشاعت پشتو ادب کے جدید دور میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس مختصر سے مجموعے کے مطالعے نے مقامی نوجوانوں کو اپنی مادری زبان میں شعر کہنے اور نثری ادب تخلیق کرنے کی ترغیب دی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج کوئٹہ ڈویژن کے

چپے چپے میں جتنے نوجوان شاعر نظر آتے ہیں وہ علامہ موصوف کے خوشنہ  
چینیوں میں نظر آتے ہیں۔

علامہ صاحب نے نوجوان جذبے کی عکاسی ان الفاظ میں کی ہے

حائے پہ داسی شان گلزار کمری

چہ بہشت ورتہ حیران

ناشت پہ صسی شان مکان کنے

چہ جنت ورتہ نخل دی

ترجمہ ۱۔

(یعنی جوانی وہ کہ جہاں پہنچے وہی جگہ ایسی گلزار بنے کہ جنت

اسے دیکھ کر حیران ہو۔ اور جوانی جس مقام پر مکیں ہو اُس کے

سامنے جنت بھی نخل ہو)

محبوب کے ہونٹوں کو کوثر کے جام سے تشبیہ دیتے ہیں :-

سرے شوندری دی جدا کمرے د عبد العلی ذلیو

بے نیازہ جام دی نوی کمر و د کوثر ولی لہ ما

ترجمہ ۲۔

(اے بے نیاز محبوب تم نے عبد العلی کو اپنے سُرخ ہونٹوں سے

محروم کر کے ایسا تم ڈھایا گویا کوثر سے لبریز جام خاک پر

انڈیل دیا ہو)

علامہ عبد العلی کے پاس نزد ود سے علماء آتے رہتے تھے۔ اور

یوں علمی گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا۔ بلوچستان کے نواب اور سردار اپنے

علاج کیلئے یا کسی پیچیدہ گتھی کو سلجھانے کیلئے علامہ عبد العلی کے پاس آتے تھے۔

۱۳۲۹ھ (۱۹۳۰ء) کے لگ بھگ خانِ قلات نے آپ کو ریاست کا

وزیر معارف اور قاضی القضاة مقرر کیا۔ آپ نے دو تین سال تک اپنے فرائض

بطریقِ احسن سرانجام دیئے۔ بعد میں خانگی امور کے پیش نظر مستعفی ہو کر اپنے پیشہ طب اور زمینداری کی جانب متوجہ ہوئے۔

علامہ عبدالعلی کا عظیم کارنامہ معاشرے کی اصلاح تھا۔ انہوں نے بُری رسوم اور قبیح عادات کے خلاف تقاریر کیں اور مباحثے کیئے۔ اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے۔

علامہ عبدالعلی نے عملی طور پر تحریکِ پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ قاضی محمد عیسیٰ اپنی تقریر ”تحریکِ آزادی بلوچستان“ میں کہتے ہیں ”یہاں بے جا نہ ہو گا اگر یہ کہا جائے کہ میرے ہاتھوں پہلا شخص جس نے بلوچستان میں مسلم لیگ کی ممبری قبول کی وہ مرحوم اخوندزادہ عبدالعلی تھے۔ علاوہ ازیں جدوجہد میں جو دورہ میں نے مسلم لیگ کے قیام کے لئے کیا مرحوم اخوندزادہ نے میرا ساتھ دیا۔“

جون ۱۹۴۳ء میں قائد اعظم پہلی بار بلوچستان میں تشریف لائے تھے۔ تو اس موقع پر سب سے پہلے جس شخصیت نے قائد اعظم کو محبت کے گہرے جذبات کے ساتھ خوش آمدید کہتے ہوئے ہاتھ ملایا وہ علامہ عبدالعلی اخوندزادہ تھے۔ علامہ موصوف نے اس موقع پر قائد اعظم کی خدمت میں چند شعر بھی پیش کیئے تھے۔ مگر افسوس کہ وہ اشعار دستیاب نہیں ہو سکے۔ ان کے ایک اور شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

”میرے وطن کا ہر کانٹا میرے لئے پھول کی طرح نرم و نازک ہے۔ لیکن اس کا ہر پھول وطن دشمنوں کے لئے خارزار کی مانند ہے۔“

۱۔ آہنگ، کراچی، ستمبر ۱۹۷۱ء، ص ۱۸۔

۲۔ گلزمین، سید عابد رضوی، کوئٹہ، ۱۹۷۸ء، ص ۱۷، ۱۸۔

قائد اعظمؒ کی قیادت میں جب برصغیر کے مسلمانوں کی فعال ترین سیاسی تنظیم مسلم لیگ جدوجہد آزادی کے لئے سرگرم عمل تھی تو برصغیر کے ہر حصے کے مسلمانوں کے لئے یہ جماعت وطن دوستی اور اُمتِ مسلمہ کی آزادی کی علامت کے طور پر ہر دل میں گھر چکی تھی چنانچہ اُس زمانے میں علامہ عبد العلی نے اس تنظیم کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:-

”مسلم لیگ اتفاق و اتحاد کی علامت ہے اور اس لحاظ سے یہ جماعت ہمارا دین اور ہمارا ایمان ہے“

آپ نے ۱۶ شوال ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۴ء) کو عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ حاجی مولوی عبدالقدوس گویا ہیں:-

شیخ ما عبد العلی از خا نزلئی + وصیتش این بود قرآن خوان نزلئی  
آن کہ گریان از غم ایام بود + آنکہ نور دیدہ اش اسلام بود  
آنکہ می دانست نورا از کہن + آنکہ می دانست انداز سخن  
مُلا صالح محمد جو سورۃ الیسین کے منظوم فارسی ترجمے کے مُصنّف ہیں  
وہ عبد العلی کے متعلق کہتے ہیں:-

آخرہ زمانہ سوہ ہر سہائے کرمی شاعری  
کامل یونہ و نیم مکر یو عبد العلی

ترجمہ ۲-

(کیا یہ قیامت کے قرب کی وجہ ہے کہ جس کو دیکھو وہ شاعر بنا  
ہوا ہے۔ مگر ان میں ایک بھی کامل شاعر نہیں سوائے عبد العلی کے)  
مُلا عبد السلام مُصنّف ”سوسن چمن“ اپنے دیوان میں کہتے  
ہیں

خوشحال خان پہ تول تر تولہ خٹک ڈروندی  
ہم عبدالعلی پہ واسرہ کا کرمی بس

ترجمہ ۱۔

(خوشحال خان خٹک اپنے وزن (مراد بہادری، تدبر اور لیاقت) کے اعتبار سے تمام خٹک قوم پر بھاری ہے اور عبدالعلی تمام کا کڑوں کے لئے کافی ہے گویا ان کی موجودگی میں کا کڑوں کو کوئی غم نہیں) علامہ عبدالعلی کے ذاتی کتب خانہ میں بہت سے قلمی نوادرات تھے۔ ان میں سے ایک کتاب پتہ خزانہ (پوشیدہ خزانہ) بھی تھی جو عبدالحی حبیبی نے شائع کرائی۔ آپ نے فارسی زبان میں بیدل کے دیوان کی شرح بھی لکھی جو غیر مطبوعہ رہی۔ علاوہ ازیں آپ نے عربی اور فارسی میں کئی مقالے بھی لکھے۔ جو مذہبی، ادبی اور نفسیاتی امور کے بارے میں تھے۔ وہ بھی شائع نہ ہوئے۔

حافظ آدم خان مرحوم نے علامہ عبدالعلی کی زیر سرمدگی ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں پشتو کی ایک مفصل نعت ترتیب دینی شروع کی تھی۔ اس کام میں دس عالموں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ خاصا کام کیا گیا لیکن منصوبہ پھر بھی تشنہ تکمیل ہی رہا۔

’بلوچستان‘ میں مندرج ہے ”آپ نے شاعری میں شیریں بیانی میں ایک جدت پیدا کر کے فارسی اور پشتو پر بڑا احسان کیا ہے۔ آپ کے کلام میں معرفت و عرفان الہی کے نئے نئے باب کھلتے تھے۔ اور پند و نصائح میں سعدی اور حافظ شیرازی کا تتبع پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کے کلام پر ان ہر دو کی شاعری کا گمان ہوتا ہے۔“

لہ۔ ’بلوچستان‘ ص ۵۵



عبدالصمد درانی کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پُر درد دل اور روشن دماغ کے ساتھ پُر سوز آواز بھی عطا کی تھی۔ چنانچہ جب وہ خوش الحانی سے اپنے اشعار پڑھتے۔ تو ان شعروں کے سوز و گداز سے سینوں میں دل تڑپ تڑپ اٹھتے۔ اکثر آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔“

علامہ عبدالعلی اخوندزادہ کے چند نعتیہ اشعار یہ ہیں:-

صفہ شوک چہ شفیع و محشر دی  
 پرے سلام و درود اکبر دی  
 چہ امت ددہ خیر الامم دی  
 خدائے بللے دی خیر البشر دی  
 و عبدالعلی لاس ستاگر یوان دی  
 بے توشے و پنخوا سخت سفر دی

ترجمہ:-

( وہ ذات جو شفیع محشر ہے۔ اُس پر بہت بہت درود و سلام )  
 ( اُس کی امت بہترین امت ہے۔ اور اُسے خدائے عظیم نے خیر البشر  
 کا نام دیا ہے )

( عبدالعلی کے ہاتھ آپ کے دامن میں ( امداد کے لیے ) پر نالے  
 ہوئے ہیں )

چودھویں صدی ہجری پشتو شاعری کی تابندہ صدی کے طور سے  
 اپنی شناخت کراتی ہے۔ اس دور میں شروع سے لے کر اب تک پشتو  
 زبان نے شاعری کے زمرے میں جس انداز سے ترقی کی ہے، وہ اپنی مثال

لے ثقافت اور ادب وادی بولان میں، ص ۳۲

لے۔ ”رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ (پشتون نعت گوئی، ایک جائزہ) سید عابد شاہ عابد (کلمی) ص ۳۳، ۳۴

آپ ہے۔

جہاں شاعری کی دوسرے اصناف کو اس دور میں ترقی نصیب ہوئی ہے وہاں نعت گوئی بھی قابل ذکر ہے۔ اور پھر آج کے زمانہ میں پشتو شاعری پر جدت کا جو اثر غالب ہے وہ شاعری کی ہر صنف میں آشکارا ہے۔ گرچہ ہر شاعر اپنا اپنا اندازِ بیاں رکھتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کی نظر اپنے تمام ماحول کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

نعت گوئی کے حوالے سے اس دور میں ایسا کوئی شاعر تو سامنے نہیں آتا جو مکمل طور پر نعت گو شاعر ہو لیکن اپنے طور پر نعت گوئی کا حق تقریباً ہر ایک نے ادا کیا ہے۔

سید محمد رسول فریادی<sup>۱</sup> تحصیل پشین کے علاقہ گانگلزئی کے سادات میں سے ہیں۔ ان کے والد سید شربت شاہ ہیں۔ زیادہ تر تعلیم اپنے گاؤں میں پائی۔ اچھے شعر کہتے ہیں اور ترنم سے پڑھتے ہیں۔ ان کا کلام بہت مقبول ہے فریادی اکثر و بیشتر مشاعروں اور ریڈیو پر اپنا کلام سناتے ہیں۔ کئی مقامی رسالوں میں بھی ان کی بہت سی چیزیں چھپی ہیں۔

والہرمانہ انداز میں نعت کہتے ہیں۔ اور خوب کہتے ہیں۔  
”تحفہ درود و سلام“ ملاحظہ کیجئے :-

### تحفہ درود و سلام

پرتا درود و سلام وایم ہزار وارہ نبی  
خیرالابرارہ نبی

۱۔ ثقافت اور ادب وادی بولان میں، ص ۳۵۔

۲۔ اولس پشتو کوٹہ، جولائی ۱۹۶۶ء۔

داستا پہ روی سرہ خالق لمولہ دنیا کمرہ پیدا  
 تہ خوب باعث و کائنات سوے حبیب خدا  
 اللہ خدائی کمرہ بنکارہ داستا دپارہ نبی  
 خیر الابرارہ نبی

تہ چہ پیدا سوے نو تیارہ دجہالت و رکہ سوہ  
 امن و آمان سو سلسلہ و ہلاکت و رکہ سوہ  
 د مساوات دیوہ دی بلہ کمرہ سردارہ نبی  
 خیر الابرارہ نبی

تہ یہ قرآن کبنے پہ طاہا او پہ یاسین یادینہرے  
 محبوب د رب جئے رحمۃ اللعالمین یادینہرے  
 خلق عظیم باری در کمرے ری مختیارہ نبی  
 خیر الابرارہ نبی

تہ منتخب کمرے پہ خیل فضل سرہ رب الودود  
 خاصہ رتبہ د شفاعت دی سوہ مقام محمود  
 بیشکہ فخر موجودات سوے ناز بردارہ نبی  
 خیر الابرارہ نبی

پہر تا ویلے رب پہ خیلہ دی درود و سلام  
 تہ سوے پہ حقہ پہ اقصیٰ کبنے دنبیا نو امام  
 دانبیا و مقدا سوے رازدارہ نبی  
 خیر الابرارہ نبی

پہ ہفتہ شپہ سوے د معراج پہ راز و نیاز مشرف  
 دمر جانارے و ہلے فرشتو ہر طرف

تر منتمی دی جبرائیل و جلوہ دارہ نبیؐ،

خیرالابرارہ نبیؐ

اعلیٰ نسب فخر عرب طاہا لقب رسولؐ

دوار و کو نو شہنشاہ محبوب درج رسولؐ

ختم پرتا سورسالت نور الانوارہ نبیؐ،

خیرالابرارہ نبیؐ

زہ فریدی بہ در بیزم تحفہ درود و سلام

دشاعت امید بر مہ ستاد دریم غلام

تہ شیعہ المذنبین ز منبر غمخوارہ نبیؐ

خیرالابرارہ نبیؐ

ترجمہ :-

(نبی خیرالابرار آپ پر ہزار درود و سلام بھیجتا ہوں)

(اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل اس دنیا کو وجود بخشا، بلکہ ساری کائنات

کے وجود کا باعث آپ ہیں اے خدا کے حبیب!۔ (دراصل اللہ نے

اپنی خدائی آپ کے وجود کے ذریعے ظاہر کر دی ہے)

(جب آپ کا ظہور ہوا تو جہالت کے اندھیرے ختم ہوئے۔ امن اور سلامتی

کا دور شروع ہوا اور ہلاکت آفرینی کا دور تمام ہوا۔ آپ نے مساوات

کا چراغ جلایا۔ اے ہمارے سردار آپ بہترین خلائق میں ہیں)

(آپ کو قرآن نے طاہا اور یاسین کے پاک ناموں سے یاد کیا۔

آپ اللہ کے حبیب اور تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت ہیں۔ پروردگار

نے آپ کو خلق عظیم پر پیدا کیا۔ اے ہمارے با اختیار پیغمبر آپ اللہ کی

بہترین تخلیق ہیں)

(آپ کو رب الودود نے اپنے فضل سے منتخب کیا۔ آپ کو اللہ نے

مقام محمود عطا فرمایا اور شافع اُمت کا رتبہ بچسنا۔ آپ تمام عالم موجودات کے لئے باعثِ فخر ہیں۔ اللہ خود آپ کا ناز بردار ہے اور آپ اچھی ہستیوں میں بہترین (تخلیقِ خدا) ہیں۔

(خداوند کریم نے خود آپ پر درود و سلام بھیجا ہے۔ آپ کو مسجد اقصیٰ میں انبیائے کرام کی امامت کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ اللہ کے راز دار ہیں اور آپ اللہ کی بہترین خلایق میں سے ہیں)

(اُس شب (یعنی معراج) آپ اللہ کے راز و نیاز سے مشرف ہوئے۔ ملائک ہر سو مرجا (درود) کے ترانے گا رہے تھے۔ جبریل امین کو منتہیٰ تک آپ کے ساتھ ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔ یا نبی آپ اللہ کی بہترین مخلوق ہیں)

(اے عالی نسب، فخر عرب، طاہا لقب پیغمبر، آپ دونوں جہانوں کے بادشاہ ہیں۔ اور اللہ کے محبوب بھی۔ آپ پر رسالت کا سلسلہ ختم ہوا۔ آپ نور الانوار ہیں)

(میں فریادی درود و سلام کا تحفہ بھیج رہا ہوں۔ آپ کے در کا یہ غلام شفاعت کا امیدوار ہے۔ آپ ہمارے غمخوار اور گناہگاروں کے شفاعت کنندہ ہیں۔ آپ اللہ کی بہترین مخلوق میں سے بہترین ہیں) (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

سلطان محمد صابر<sup>لہ</sup> ۱۹۲۵ء میں کوئٹہ کے قریبی گاؤں نیچاری میں پیدا ہوئے۔ اور کوئٹہ شہر میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے آباؤ اجداد غزنی کے مشہور علم دوست خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ گھرانہ امیر عبدالرحمن خاں کے عہد میں افغانستان چھوڑ کر پاکستان میں آباد ہوا۔ تعلیم سے فراغت کے

لہ۔ ثقافت و ادب وادی بولان میں، ص ۳۶ تا ۳۸۔

بعد آپ بہت عرصے تک محکمہ نشر و اشاعت کے مقامی دفتر میں اُرو و ٹائپسٹ اور مقالہ نویس رہے۔ تیس بتیس سال سے علمی و ادبی کاموں میں مصروف ہیں آپ کے کلام کا ابتدائی حصہ کوئٹہ کے رسالہ ”پشتو“ میں چھپتا رہا ہے۔ آپ ”ھیواد“ کے مدیر ہیں۔ صابر نے ہر موضوع پر شعر کہے ہیں۔ آپ کے کلام کی سب سے بڑی خوبی سادگی اور روانی ہے۔ آپ کے چند نعتیہ شعر یہ ہیں:-

نوم دے نتم اختئے زہ لہ اوبہ  
 ذکر ستاپہ کائنات کنبے پس لہ ربہ  
 نہ ہر حیتہ و ورنہ بہ ٹوک و و پیداسوئے  
 کہ تہ نہ وائے پاس پہ عرش باندے کو کبہ  
 لکہ شتم پہ لامکان کنبے جلوہ ٹرے  
 معطر پہ تاجہان دئے بوالعجب  
 کہ از لہ لاترا دسہ دے مد ہوشہ  
 پاچی حنبلی دی شراب ستالہ مشربہ  
 ہمرہ پلاچہ توبہ دکا زم شی مساتہ  
 پہ حہ ستر ٹو باندے درسم تر پیشربہ  
 سرتا پایہ دکناہ پہ سیند کنبے دوبیم  
 تہ حی خلاص کہ لہ دے قہرہ او غضبہ  
 صابر ستاپہ شفاعت دہ تکیہ کیرے  
 یا شفیع المذنبین عالی نسبہ

ترجمہ ۵:-

( میں از روئے ادب آپ کا نام نہیں لے سکتا۔ بجز اس کے کہ کائنات

میں خدا کے بعد آپ کا ہی نام آتا ہے )

(کچھ بھی موجود نہ ہوتا اور کوئی بھی ہوتا۔ اگر اے کوکب ستارے،  
عرش پر آپ کا ظہور نہ ہوتا)

(آپ لامکان میں خوشبو کی طرح جلوہ گر ہیں۔ آپ کی خوشبو سے تمام  
جہان اس طرح معطر ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے)  
(جس کسی نے آپ کے مشرب سے شراب پی۔ وہ ازل سے ابھی تک  
مدہوش ہے)

(میں جب بھی توبہ کرتا ہوں تو وہ ٹوٹ جاتی ہے۔ ایسی حالت میں  
میں یشراب تک کس منہ سے آؤں)

(میں سر سے پاؤں تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں۔ تو مجھے اس  
قہر اور غضب سے نجات دلا)

(اے شفیع المذنبین اور عالی نسب! صابر صرف تیری شفاعت پر  
ہی تکیہ کیئے ہوئے ہے)

### نعت شریف سرور سودائی

نہ می ویرہ لہ دوزخ سئی، نہ لہ اورہ، لہ سکرو دتو،  
توہ بہ تہ راتہ جنت کرے، لے شہ زورہ، لہ سکرو دتو  
کوندے میرا دے منخ می ستورشی دا کلاب غوندے لہ خونده  
لہرمی خان تہ در نتر دے کبرہ، نورمی گورہ لہ سکرو دتو،  
لامی تہ خاورے ایرے کمرہ یہ وجود کہنے می مہ پلورہ  
لامی بت کمرہ یہ لاسو کینے منخ می زغورہ لہ سکرو دتو،  
تو غسہ نہ پشیمانی میں ستا تر در دہ رسیدے  
یہ آمان باندے ساتھ تہ داسر تورہ لہ سکرو دتو  
دجواز خاورہ رانجہ کمرہ تہ زما دہند و ستر کو،  
بیامی راولہ یہ خوا کنبے تہ تر کورہ لہ سکرو دتو

دَ حَازِدَ بَادَارِ يَبُونَهْ بِهْ نَطْرَسَاتَهْ سِرْوَرَهْ  
دَتَّهْ بَهْ تَنَاسَاتِيْ بَاوَرَكَمَهْ زَمَاوَرَوَرَهْ لَهْ سَكْرَوَتَوَهْ

ترجمہ ۲۔

( نہ تو مجھے دوزخ کا ڈر ہے، نہ آگ اور نہ کسی انگارے کا۔ کیوں کہ  
تو شہ زور ہے اور میرے لئے تو انگاروں سے بھی جنت بنا دے گا )  
( مجھے انگاروں سے بچا کر اپنے قریب کر لے، ممکن ہے اس طرح تیرے  
وصال سے میرا پتہ مردہ چہرہ گلاب کی طرح کھل پڑے )  
( یا تو تو مجھے میرے جسم کی دھنکی میں مزید دھن اور مجھے خود ہی خاک  
میں ملا کر خاک کر دے اور یا مجھے اپنے ہاتھوں میں چھپالے اور میرے  
چہرے کو انگاروں سے بچالے )

( میری پریشان حال پشیمانی تو سے در تک پہنچ گئی ہے۔ اب تو  
اسے اپنی امان میں رکھ اور اس بے چاری کو انگاروں (آگ) سے  
بچائے رکھ )

( تو میری اندھی آنکھوں کے لئے حجاز کی تھاک سُرْمہ بنا دے اور پھر مجھے  
پہلو میں پکڑ انگاروں سے بچا کر میرے گھڑنگ چھوڑ جا )  
( اے سرور تو حجاز کے آقا کے قدموں کے نشان نظریں رکھ اور  
میرے بھائی یقین رکھ کہ وہ بھی تجھے انگاروں (آگ اور دوزخ) سے  
محفوظ رکھے گا )

سرور سودائی

—•—

دیزاند غولی دگرے کہنہ ولو کنبے گورہ گُر حُم۔  
لٹے لپنے یم راوتلے، پہ اغزو کنبے گورہ گُر حُم۔  
سرتا پایہ دَ پنبیانہ، دَ پنبیانہ بے وسہ اونیکہ  
ستا پہ پلو بہ کلہ لویبزم پہ نبسرو کنبے گورہ گُر حُم



مناصر در بہ کلمہ رسم، سلامت زہ مقتدرہ  
 پہ باہم خو کنبے کلمہ ورک سم پہ کنبو کنبے کورہ کرم  
 ہرہ پنبہ می حی بے حایہ، اے درو پرا حنبہ واورہ  
 ما بے لارے اوس پہ لارکہ زہ تیار و کنبے کورہ کرم۔  
 لار او کیلہ پیر لاس واکہ ڈرو تہون پہ سمندر کنبے۔  
 قطرے غوندے بے وزلہ پہ جیو کنبے کورہ کرم۔  
 لکہ واورہ ہیکے خو کے زما تا دلویئے کہ بادارہ  
 دا او بو پہ خیر تہہ پرم پہ شیلو کنبے کورہ کرم

ترجمہ ۲۔

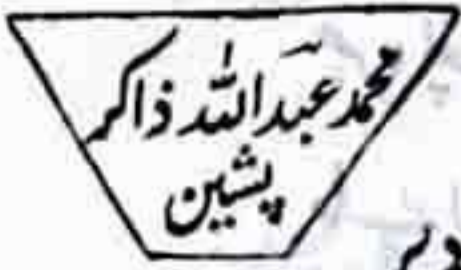
( میں اُجاڑ گھر کا فرد کھنڈروں میں بھٹک رہا ہوں۔ اور دیکھ میں  
 گھر سے ننگے پیر نکل کر آیا ہوں اور کانٹوں میں پھر رہا ہوں )  
 ( میں سر تا پا پشیمان حال پشیمانی کا بے بس آنسو ہوں اور دیکھ  
 اس اُمید پر پلکوں پر اٹکا ہوا ہوں کہ تم سے قدموں کے نشان پر  
 کب گروں گا )

( میں کبھی خوبصورت چہروں اور کبھی زلفوں کی لٹوں میں الجھا ہوا،  
 سوچتا ہوں کہ اے آقا میں ان چیزوں سے سلامت نکل کر تیرے در  
 تک کب پہنچوں گا )

( اے روشنی کے مالک سُن، میرا ہر قدم راستے سے دور پڑ رہا ہے  
 دیکھ میں اندھیروں میں بھٹک رہا ہوں تو مجھے راہِ راست پر لے آ۔  
 ( ہدایت عطا فرما )۔

( زندگی کے اتنے بڑے سمندر میں تو مجھے صبحِ راستہ بتا دے دیکھ میں  
 ایک بے بس قطرے کی طرح بڑی بڑی موجوں میں بھٹک رہا ہوں )  
 ( اے آقا۔ برف کی طرح اُونچے پہاڑوں کی چھوٹیاں میرا مسکن

بنادے۔ دیکھ میں وادیوں میں بہنے والے پانی کی طرح پتھروں سے  
اپنا سرمایہ راہوں)



خوک بہ کمری در پیش دعقیدت بشکلی مکلونہ دیر  
ستاد در پہ خاور و خو قربان شولو سرونہ دیر  
ستالہ بشکلی محہ پاک اللہ دنیا آبادہ کمرہ  
ہسے پہ جہان کبن پیدا شوی صورتونہ دیر  
یوستاپہ نامہ ہے دایمان دُنیا آبادہ وہ  
نہ منم کہ پیش کمری واعظان راتہ نومونہ دیر  
ستاد رہ پہ پرے نہ بزدم کہ شتہ من میبہ کہ خوار میہ  
ماد حاسدانو قبول کمری پلینخورونہ دیر  
لافہ منافق ہم بری دینے خویے پیرنے  
چاچہ پہ مینہ باند خو پنی دی زخمونہ دیر  
یاردے کہ اغیار دے خود عوی دلاس نیوے کوی  
شپہ اوورے وی پور تہ ستاد بار دتہ لاسونہ دیر  
ستادور پہ خادرو کبن کہ پروت میہ نو خو بتن بیٹہ  
نمیے دی پکار کہ بے لہ تادی جنتونہ دیر  
بے ستالہ محفلہ پہ جہان کبن محفل نہ وینم  
ہسے وای خلق چہ نور ہم شتہ محفلونہ دیر  
صح عمل زہ نہ لرم خوشتاپہ مینہ پائے  
ستاد مینے اور بہ راستی کمری دوزخونہ دیر  
اے درب جیبہ پہ در بار کبن مے قبول کہہ خیل  
ماپہ دغہ باب کبن ہمیشہ کمری موالونہ دیر

ہے چہ ستاد میںے یو دار و تھنی نوبے خودہ شی  
 تہ کاندہ چہ بیابہ شوک طلب کا شرابونہ دیر  
 دغہ یو حکمت دے بس چہ ستا پہ لاروان دی شوک  
 نشتہ پہ جہان کبن کہ شوک وائی حکمتونہ دیر  
 دغہ یو خراب دے چہ پہ مینہ ستا قربان شی سر  
 مے بہ لتوں کمری کہ شوک غواہی خواہونہ دیر  
 سر تہ بہ بنکاری وینی کہ ستا کتاب ترلا سہ کمری  
 یحیح بہ معلوم نہ کمری کہ شوک کوری کتابونہ دیر  
 سر جہان یے خیل دے کہ پہ دغہ راز خبر شی شوک  
 ستا تر ہر قدم لاند آباد دی جہانونہ دیر  
 ستاد فکر باغ دے صفہ باغ چہ خزان نہ لری،  
 مے خوبوہ کمری فلسفیانودی باغونہ دیر  
 سینہ در رسول مینہ دغلیے دہ کہ پوجہری شوک  
 دغہ دے یوراز پہ دین کبن نشتہ دے رازونہ دیر  
 دایوہے ارمان دے چہ پہ خوب کبن دے دیدار و کرم  
 نشتہ پہ دے روند کبن ہے رسولہ ارمانونہ دیر  
 چاچہ دار تلے انسان بیابا و عرش تہ پورتہ کہ  
 تل دوی ذاکرہ پہ ہفتے مے سلامونہ دیر

ترجمہ ۲۔

(حضور! کون آپ کے حضور عقیدتوں کے پھول پیش کرنے کی جسارت  
 کر سکتا ہے جب کہ (وہاں تو معیار یہ ہے کہ) لوگ وہاں (بارگاہِ رسالت)  
 کی مٹی کے عوض اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی روایات قائم کر  
 چکے ہیں)

( اس دُنیا میں اور بھی ہستیاں پیدا ہوئی ہیں۔ مگر صرف آپ کے سپرہ  
 انور کے طفیل خداوند جہاں نے اس خرابے کو رونق بخشی ہے )  
 ( آپ کا اسم گرامی میرے لئے باعث دولت ایماں ہے۔ واعظ اگس  
 تیرے نام کے علاوہ کوئی اور نام پیش کرنے کی حماقت کرتا ہے تو میں اُسے  
 کب مانتا ہوں )

( آپ کے در مبارک کو (ہستی اور نیستی) کسی بھی حالت میں نہ چھوڑو  
 گا، میں نے اس سلسلے میں حاسدوں کی طرف سے ہر طرح طنز و تشنیع کو  
 قبول کرنے کا فیصلہ کیا ہے )

( منافق بھی حضور کی محبت کا مدعی بنا پھرتا ہے مگر حضور پر یہ بات  
 عیاں ہے کہ راہ محبت میں سینوں پر کس نے زخم کھائے ہیں )  
 ( اپنے اور پرانے سب آنجناب کی طرف (پیروی کے لئے) ہاتھ اٹھانے  
 کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ (میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ) دن اور رات  
 لاتعداد دست سوال دراز ہوتے ہیں تو صرف اور صرف آپ کے  
 دربار میں )

( اگر میں در محترم کی مٹی بن جاؤں تو اسے سعادت (و فلاح) دو جہاں  
 سمجھوں۔ تیرے بغیر میں جنت میں رہنے کا بھی تصور نہیں کر سکتا )  
 ( محفل (معرفت) اگر دُنیا میں کوئی ہے بھی تو ہم اسے کہاں مانتے  
 ہیں۔ لوگوں کا یہ دعویٰ فضول ہے کہ اور بھی محفلیں موجود ہو سکتی  
 ہیں )

( اپنے عمل کے لحاظ سے میں کسی سرخروئی کا مستحق نہیں۔ ہاں حضور کی  
 محبت کے بہارے زندہ ہوں۔ اور اگر یہی گرمی آپ کے طفیل برقرار  
 رہی تو (محبت کی یہ حرارت) کئی دوزخوں کو جلا کر راکھ کر دے گی )  
 ( حضور ایک طویل مدت سے دربار رسالت میں شرف باریابی کے

اجازت کا معنی ہوں کاش آپ کی ذات گرامی اسے شرفِ قبولیت بخش دے)

(آپ کی محبت کی شراب پینے والا دونوں جہانوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔  
ظاہر ہے کہ اس بے خودی کے بعد کوئی اور شراب پینے کی کیا  
ضرورت ہے)

(”دانائی“ آپ کی پیروی اختیار کرنے کا نام ہے۔ اسکے علاوہ اور ”حکمتیں“  
تلاش کرنا دانائی کے خلاف ہے)

(آپ کی محبت میں جان کا نذرانہ پیش کرنا واحد ثواب کا کام ہے۔  
اس سے بڑھ کر ثواب تلاش کرنے والا انجام کار نامراد رہے گا)  
(آپ کی کتاب مبارک جس کے ہاتھ آئے وہی ”عالم“ کہلاتا ہے۔  
اس کتاب کو چھوڑ کر ڈھیروں کتابیں چاٹنے والا بھی جاہل ہی رہتا ہے)  
(ہر ایک عالم اس شخص کا اپنا ہے جو اس حقیقت سے واقف ہو جائے  
کہ قدم مبارک کے نیچے لاتعداد جہاں آباد ہیں)

(جو فکر (دین) آپ نے پیش کیا ہے صرف وہی لازوال ہے (خزاں  
اُس پر کبھی نہیں آسکتی)۔ فلسفیوں نے بھی بزعم خود خوشنما باغ تعمیر  
کئے ہیں (لیکن وہ سراب کے سوا کچھ نہیں)

(سمجھنے کی بات یہ ہے کہ رسول کی محبت دراصل خدا کی محبت ہے۔  
دین (اسلام) میں راز کی بات یہی ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی راز دین  
میں نہیں)

(حضور کیا ہی اچھا ہو کہ (عالم خواب میں ہی سہی) مشرف بہ زیارت  
ہو جاؤں۔ (آپ جانتے ہیں) اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور ارمان  
نہیں رکھتا)

(جس ہستی مبارک کی وجہ سے یہ معزول شدہ (جس کی سرزنش کی گئی

نھی) انسان دوبارہ عرش معلیٰ تک رسائی حاصل کر سکا ہے میں (ذاکر)  
اس پر ہمیشہ درود و سلام بھیجتا رہوں گا)

عبدالباری اسیر

محمد علیہ السلام ستا قربان سمہ

در لبیزم درود و سلام ستا قربان سمہ

جہالت و ظلمت و لادوستی پہ نور سرہ

ستا احسان پر خاص و عام ستا قربان سمہ

انس و جن و ملائک دی پہ عظمت قابل

یا دوئم دیپہ ہر کامہ ستا قربان سمہ

شرمندہ نمرو سپوز می ستا در خسارہ خہ

حسن دارہ یے کلغامہ ستا قربان سمہ

ستابے ذکرہ ہر یونمورخ دامتیا نوستا ،

کامل نہ دی ستابے نامہ ستا قربان سمہ

زہ اسیردی نعت خوان پہ روز و شب ہمہ

ہمہ ستا دور غلامہ ستا قربان سمہ

سپید اچہ شوے پر نورہ شغلہ دارے محمدؐ - غم خور زمونہ بنی کل دکھزارے محمدؐ  
ثانی دتر مشرقہ او مغربہ نہ وینم - شافع بہ شے پر سختہ چی تاجدارے محمدؐ  
دپاک اللہ معشوق اعلیٰ نسبت اللہ کران - دہر پہ شان ہر جائے نہ معلوم دارے محمدؐ  
پیدا شو ستا پہ روی سرہ زمین و آسمان قلعہ - دلوی خدائے پہ دربار کنبے ناز بردارے محمدؐ  
پہ زمکہ محمدؐ پہ آسمان کنبے احمدؐ - پہ جم دانبیا و کنبے سالارے محمدؐ  
پہ نہ نیوی نو موسرہ خالق کرے مشرف - عرب دی کہ عجم تے سردارے محمدؐ

عبدالباری اسیروائی اوصاف دی بی شمار  
تر واہو خوب رو یا نوحسن دارئے محمدؐ

(۱)

ترجمہ ۱۔

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تیرے در پر قربان ہو جاؤں۔ میں اپنا سلام  
اور درود پیش کرتا ہوں)

(آپ کے نور مبین کے طفیل جہالت اور ظلمت کا دور ختم ہو گیا۔ آپ کا  
احسان ہر خاص و عام پر ہے میں آپ پر قربان ہو جاؤں)  
(انسان، جنات اور فرشتے سب آپ کی عظمت کے قائل ہیں۔ میں ہر لمحہ  
آپ کو یاد کرتا ہوں۔ میں حضور کے قربان ہو جاؤں)

(آپ کے رُبح انور کے سامنے چاند۔ سورج کی کوئی حیثیت نہیں۔ پھولوں  
جیسی لطافت رکھنے والے حسین اور منور رخ مبارک۔ میں آپ کے قربان  
ہو جاؤں)

(اُمتِ مسلمہ کی ہر نماز آپ کے ذکر مبارک کے بغیر مکمل نہیں۔ میں آپ کے  
قربان ہو جاؤں)

(میں اسیر روز و شب حضور کی تعریف کرتا ہوں۔ میں آپ کے در کا  
غلام ہوں۔ میں آپ کے قربان ہو جاؤں)

(۲)

ترجمہ ۲۔

(آپ کی پیدائش دُنیا کے لئے باعثِ نور ہے۔ آپ ہمیشہ اُمت کے  
غمنخوار رہے ہیں۔ اور انسانیت کے باغ کے گل سرسبد ہیں)

(مشرق اور مغرب میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ ہی حشر کے پرہیزگار  
مقام پر ہماری سفارش کریں گے کیوں کہ آپ کو اس کا اختیار دیا  
گیا ہے)

(آپ اللہ کے حبیب ہیں۔ عالی نسب اور اللہ کے ہاں محترم ہیں۔

سورج کی طرح آپ ہر مقام پر نور افشاں ہیں)  
 (آپ کی ذات کے طفیل زمین و آسمان کو وجود بخشا گیا۔ خداوند کریم کے  
 ہاں آپ سے بڑھ کر کوئی حیثیت کا مالک نہیں)  
 (زمین پر آپ محمد ہیں اور آسمانوں میں احمد۔ انبیاء کے قافلے کے آپ سالار ہیں)  
 (اللہ نے آپ کو ننانوے ناموں کا شرف بخشا ہے۔ آپ عرب اور  
 عجم دونوں کے لئے سردار بنائے گئے ہیں)

(باری اسیر کہتا ہے کہ آپ بے شمار اوصاف کے مالک ہیں۔ تمام  
 حُسن و خوبی کے مدعی آپ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے)  
 عبید اللہ درویش درانی

کھپدلی چہ و رباندی یخ شمال ستار بھار دئی  
 کہ اغزیئے دی اغزیئے نہ دئی پہ کلو نو کنبے شمار دئی  
 دیپوزئی پہ شہر بہ مومی دتیار و پہ منج کنبے لارہ  
 پروت دکوم سہری پر مخ چہ ستاد پاک غولی غبار دئی  
 زما و ستار منج خالقا! ثومرہ بکلے شان رشتہ وہ  
 محمد ستا ہم دلدارئی محمد زما ہم دلدار دئی  
 چہ دز و نو پر آسمان یئے ستار مینی لمر خلیزی  
 ستاد نوم پہ او بو باندی خیل ایمان تہ مخ و مدینجی  
 درویش دغہ دستور دئی درویش دغہ روز کائی  
 پر صغو باندی شپہ لسنہ پر صغو مدام سحر دئی

ترجمہ ۱۔

(تیری طرف سے آنے والی سرد اور خوشبودار ہوا کے جھونکے نے  
 اگر کسی کانٹے کو بھی چھوا ہے تو وہ کانٹا نہیں رہا بلکہ پھول بن گیا ہے)  
 (وہ شخص چاند کی طرح تاریکیوں میں اپنا راستہ بنا سکتا ہے۔ جس شخص کے



پہرے پر ترے درِ پاک کا غبار پڑ جائے)

(اے خالق کائنات! تیرے اور میرے درمیان کتنا خوبصورت رشتہ

قائم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ترا بھی محبوب ہے اور میرا بھی محبوب

ہے)

(جن لوگوں کے دلوں کے آسمان پر تیری محبت کے سورج کی شعاعیں

پڑتی ہیں ان پر رات کبھی نہیں آتی اور ان پر ہمیشہ دن رہتا ہے)

(درویش کا یہی دستور اور یہی روزگار ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ایمان

کا چہرہ تیرے نام کے پانی سے دھوتا ہے)

لَا وَالْخَيْرِ حَلَّانِدْ

—•—

تہ قرآنئے محمدؐ ہم قرآن تہ

لہ خدائی و رستہ یبے سارئے پرفران تہ

انس و جن کبن دی ثانی نشہ حبیبہ!

ملائیگی ہم حیرانی دی ستاشان تہ

ستاد در پہ غلامی کبن برے پٹ دئے

ترجبت دئے غورہ ستاد مسلمان تہ

کمرہ نولہ ریزائے تارہیکو کبن

دامل دین دیر تفسیرئے ترجمان تہ

سینہ لار دہدایت داستاروندونجے

چہ شوک و لامہ پر دغہ لارولئے رضوان تہ

ستا بنولے لار تہ اردئے انسان اردئے

پہ رفعت کہ ہر شو و خیزی آسمان تہ

دھا چاد پریشانی رحل استادین دئے

مریج ہر لقمان اردئے ستاد زمان دئے

خالق ہم داستا بیلتون کلائی نہ سسو،  
 محکے وغوبنتے پہ شپہ دمعرج خان تہ  
 برکت ستاد وجود دئے کندن بہ  
 ہم کعبہ کبن خلگ بنکور وایہ بتان تہ  
 کہ تہ نہ وائی مدینہ کبن خلگو شہ غوبنت  
 چہ بہ تلہ پہ مینہ میت عربستان تہ  
 دحلاند دینی شے درخواست قبول کرو  
 خدابہ مادر بار نہ بوزیے دجانان تہ

(۲)

کہ خدائی بودئے ورستہ ورائے عددنستہ  
 نوجو کہ ہم دنیا زمن محمدنستہ  
 ما کافر مہ گہری خلگو مسلمان نم،  
 فرق بے ”میمہ“ داعد و احمدنستہ  
 خالق خیلہ خدائی ستا پہ روئی بنکارہ کمرہ  
 تر لولاک پورتہ بالابنہ سندنستہ  
 چہ لہ ”قاب“ ولہ ”قوسینہ“ لاور تیرے  
 لتا پورتہ بختور و اسعدنستہ  
 داستا مینی می حائی و نیوی پہ زکبن،  
 درقیب و پارہ حائی دحدنستہ  
 چہ پہ صبح دھان خانمہ می تہ ہیر بگریے  
 ترما علتہ شوک محتاج دمہ دنستہ  
 سرخراند چہ خالی لاس در کمرہ درسم،  
 کرم غوارم دکرم خودی حدنستہ

داہد کچکول می واپوئے و شنگ نہ  
 داپہ دیے چہ دی سائل لره ردنستہ  
 داخوازہ خچلو ان می نہ پیشرفنی تبستی  
 دحلانڈ هلنہ بے تابل بلا نستہ

(۱)

ترجمہ :-

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی قرآن ہیں۔ اور خدا کے بعد  
 کائنات میں آپ کا ہمسر کوئی نہیں)  
 (انس و جن میں اے حبیب آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ اور فرشتے بھی  
 آپ کی شان دیکھ کر حیران ہیں)  
 (تیرے در کی غلامی میں ہی مرنا فضیلت ہے کیونکہ مسلمان کے لئے  
 تیرا در جنت سے بھی افضل ہے)  
 (مگر اہوں کے لئے آپ اندھیروں میں روشنی ہیں۔ آپ اپنے مکمل دین  
 کی آپ ہی تفسیر اور ترجمان ہیں)  
 (آپ کا اسوۂ حسنہ ہدایت کا روشن راستہ اور کھکشاں ہے۔ جو بھی  
 اس راستہ پر چلا وہ رضوان تک پہنچ گیا)  
 (انسان ہر زمانے میں تری راہ ہدایت کا محتاج ہے۔ خواہ وہ آسمان  
 کی رفعتوں تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے)  
 (ہر شخص کی پریشانی کا حل تیرا دین ہے۔ اور دنیا کا ہر مسیحا اور ہر  
 نعمان (حکیم) آپ ہی کے درمان کا محتاج ہے)  
 (خالق (خداے قدوس) بھی تیری جدائی برداشت نہ کر سکتا۔ اور اسی  
 لئے آپ کو اس نے معراج کی رات اپنے پاس بلوایا)  
 (یہ آپ ہی کی برکت ہے ورنہ آج بھی کعبہ میں لوگ اپنی بتوں کے  
 سامنے سجدہ ریز ہوتے)

(اگر آپ نہ ہوتے تو لوگ مدینہ منورہ جا کر کیا کرتے۔ اور اس طرح  
 آپ کی محبت میں سرشار کون عرب جاتا)  
 (اے خدا تو زلاند کی آدھی رات کی یہ دعا قبول فرما۔ اور اسے اپنے  
 محبوب کے دربار لے جا)

(۲)

ترجمہ ۲۔

(اگر خدا ایک ہے اور اُس کے ساتھ کوئی دوسرا نام نہیں ہے۔ تو پیارے  
 محمدؐ کا بھی کوئی ثانی نہیں ہے)  
 (اے لوگو مجھے کافر مت سمجھو میں مسلمان ہوں کیونکہ احد اور احمد  
 ”میم“ کے بغیر کوئی فرق نہیں)  
 (خالق کائنات نے تیری ہی بدولت اپنی خدائی کا اظہار کیا اور لولاک  
 (عرش) سے بہتر کوئی سند نہیں)  
 (تجھ سے زیادہ بخت والا اور اسعد کوئی نہیں کیونکہ تو معراج کی وقت  
 ”قاب“ اور ”قوسین“ سے بھی آگے گزر گیا تھا)  
 (جب آپؐ کی محبت میرے دل میں جاگزیں ہوگئی۔ تو اب رقیب کے  
 لئے میرے دل میں حسد کی کوئی جگہ نہیں)  
 (جس دن نفسا نفسی (آخرت) ہو تو اس دن آپؐ مجھے بھول مت  
 جانا کیونکہ مجھ سے زیادہ کوئی بھی آپؐ کی مدد کا محتاج نہیں ہے)  
 (جب میں سر جھکائے شرمندگی میں خالی ہاتھ آپؐ کے پاس آؤں۔ تو  
 آپؐ مجھ پر کرم کریں۔ کیونکہ آپؐ کے کرم کی کوئی حد ہی نہیں)  
 (میں نے امید کا کشکول (کاسہ گرائی) اپنے کندھے پر لٹکالیا ہے۔ کیونکہ  
 آپؐ کے در کے سوالی کا سوال رد نہیں ہوتا)  
 (یہ عزیز و اقارب انجان بن کر گزر رہے ہیں۔ اور زلاند کا وہاں آپؐ  
 کے سوا کوئی بھی شناسا نہیں ہے)

سہیل جعفر

ستار جھتو نہ بجی در یہ د زندگی د پاسر  
 زما د غجن زمرہ د قرار و خوشحال د پارہ  
 زہ پہ الفاظو ستا اوچت مقام تاکلی نشم  
 تہ د صفا تو یو دُنیا مال بونی د پارہ  
 پہ ما کرہ پوری یو محل صغہ اور د خلی مینی  
 چہ زہ لمبہ کرم ژوندون ستاد پیروی د پارہ  
 نہ می ملگری شوک و غم نہ می سکون پہ نصیب  
 زہ بز قرار غوارم لہ تانہ د خوانی د پارہ  
 زہ دا احساس پہ آئینہ کنبے ستا وجود لتوم  
 ستا تصور ہم ماتہ د بہر د تنہائی د پارہ

تکر جملہ ۲۔

( تیری رحمتیں زندگی کے لئے بے حد و حساب ہیں۔ اور اسی طرح میرے  
 رنجیدہ دل کی خوشی کے لئے بھی کافی ہیں )  
 ( میں الفاظ کے ذریعے ترے اعلیٰ مقام کا تعین نہیں کر سکتا۔ تو مجھ  
 پاگل کے لئے صفات کی ایک دنیا ہے )  
 ( اپنی محبت کی آگ میں ایک مرتبہ مجھے بھی جلا دو۔ تاکہ میں تیری  
 پیروی کے لئے اپنی زندگی راکھ کر دوں )  
 ( نہ تو کوئی میرا غم کا ساتھی ہے اور نہ ہی مجھے سکون نصیب ہوتا ہے  
 میں اپنی جوانی کے لئے تجھ سے تھوڑا سکون مانگتا ہوں )  
 ( میں اپنے احساس کے آئینے میں اپنا وجود تلاش کرتا ہوں۔  
 میری تنہائی میں تیرا تصور بھی میرے لئے بہت کافی ہے )

زہ گناہگار دخیل ژوندون دے سلسلے تہ حیران  
 دہشے یم ورخی تہ دورخی یم بیاشے تہ حیران  
 ستاد وصال پہ لائرا خندہ پاتے زما زندگی  
 زہ لہونئے داستا دیدے مرحلے تہ حیران  
 ستار حمتونہ بنجی دیرخوزما پہ برخہ سلکی  
 دخیل احساس داند ہسنبودے سلسلے تہ حیران  
 ستالہ عظمتہ صدقہ زہ یم ذرہ پہ کور کبے  
 دخطا کاناو کپرخ وھلی آئینے تہ حیران  
 ستا تصور ہمیشہ راکری مراوی ژوند تہ تسکین  
 دلسرلی باد وونن زما ذرہ غنچے تہ حیران  
 پہ خطا کاناو شرمندہ یم شہ وٹیلانی شہ  
 زہ گناہگار پہ آخرت یم بھانے تہ حیران  
 پہ ماسھیل ہم یو نظر ستاد بے کچہ مبینی  
 ترخوبہ یمہ زہ دینخت توری تبارے تہ حیران

ترجمہ ۲۔

(میں گناہگار اپنی زندگی کے اس سلسلے پہ حیران ہوں کہ میں دن کو  
 رات پر اور رات کو دن پر حیران ہوں)  
 (میری زندگی تیرے وصال کے راستے رکاوٹ ہے۔ اور میں پاگل تیری  
 دید کے اس مرحلے پہ بہت حیران ہوتا ہوں)  
 (تیری رحمتیں بہت زیادہ ہیں لیکن میرے حصہ میں صرف سسکیاں آئی  
 ہیں۔ میں اپنے احساس کے اندیشوں کے اس سلسلے پر بڑا حیران ہوں)  
 (تیری عظمتوں کے صدقہ۔ میں اپنے دل کے مکان میں خطاؤں کی گردے  
 زنگ آلود اور گرد آلود آئینہ دیکھ کر حیران ہوں)

( تیرے تصور سے میری پر مژدہ زندگی کو ہمیشہ سکون ملتا ہے۔ اور اسی کیفیت کے سبب آج کی بہار کی ہوا میرے دل کا غنچہ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی )

( میں اپنی خطاؤں پر بہت شرمندہ ہوں لیکن کچھ کہہ بھی نہیں سکتا میں  
خطا کار حیران ہوں کہ روزِ آخرت یہاں کیا کروں گا )  
( مجھ سہیل پر بھی تیری بے حد و حساب محبت کی ایک نظر رہے۔ میں  
کب تک یونہی اپنے بخت کی تاریکی پر حیران رہوں گا )

مقدس خان مصوم

اے ددو کونو سردارہ تانہ زار چشم  
ود قول امت غنوارہ تانہ زار ششم  
ولادت دیور حمت و محمدہ  
ور حمت و کردگارہ تانہ زار ششم  
ولادت د مبارک و چہ رنرا شوہ ،  
بہ ہرہ ، لب لہ ہر دیارہ تانہ زار ششم  
ناگہانہ دار ہنرا شنگلہ پیدا شوہ ،  
ہیشوک نہ و د جزدارہ تانہ زار ششم

راہبان و دنیا وارہ و و پریشانہ  
خبر نہ و د و اسرارہ تانہ زار ششم  
مال بے دولت و حلیمے چہ زیاتید لو  
مرتبہ دے شوہ آشکارہ تانہ زار ششم  
ہے اولوبہ تو د و شکو کبے پیداشوہ  
سرہ کلونہ سنا پہ لارہ تانہ زار ششم

دائیم بدینمبر و پاک اللہ وی  
 شوک خبر و مہ حسن دارہ تانہ زار ششم  
 صفہ بے آب و گیہ دشتونہ وارہ  
 شول پہ تا کل و کلزارہ تانہ زار ششم  
 ما معصوم باندے و رحم نظر او کرہ  
 ورنہ و زارہ قرارہ تانہ زار ششم

ترجمہ ۲۔

(اے دو جہان کے سردار میں تیرے قربان جاؤں۔ اے تمام امت  
 کے غمخوار میں تیرے قربان جاؤں)  
 (تری (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ولادت ایک رحمت تھی۔ اے  
 کردگار کی رحمت کے مظہر میں تیرے قربان جاؤں)  
 (تری ولادت مبارک تھی اس سے روشنی پھیل گئی۔ ہر سمت اور  
 ہر مقام پر، میں تیرے قربان جاؤں)  
 (ناگہاں یہ روشنی کیسے پیدا ہوئی۔ کسی کو بھی یہ معلوم نہ تھا، میں  
 تیرے قربان جاؤں)  
 (تمام دنیا کے راہب حیران و پریشان تھے۔ کیونکہ انہیں یہ اسرار معلوم  
 نہ تھے، میں تیرے قربان جاؤں)  
 (حضرت حلیمہ نبی بی کے مال و دولت میں اضافہ ہونے لگا۔ اور یوں  
 آپ کا مرتبہ ظاہر ہوا، میں تیرے قربان جاؤں)  
 (بغیر پانی کے پتے ریگستان میں کھل جاتے۔ پھول آپ کے راستے  
 میں، میں تیرے قربان جاؤں)  
 (یہ یتیم بھی اللہ کا پیغمبر ہوگا اے حسین و جمیل کس کو یہ معلوم تھا،  
 میں تیرے قربان جاؤں)



( وہ تم اے آبِ دگیاہ دشت اور صحرا۔ تیری وجہ سے گلشن میں بدل

گئے میں تیرے قربان جاؤں )

( مجھ معصوم پر رحم کی نظر کر۔ اے میرے دل کے قرار، میں ترے

قربان جاؤں )

کشکی عملی سی سیال کا کڑ

تنت و دلی پنی تہ رالینز پی خیل استاڑی

خوہراستازی راسی چی دخیل وقت دیوازی

ولوی حضرت نبودنی بہ جاری وی تل تر تلہ

ناپو بان در ناپنی دی چی نہ مینی دوی مازی

دایاوری شخصیت خوہ زہو کی عالی لہرینہ

چی تر شو پوری دنیا دہ دنیا بی یادوینہ

دحضرت مینوونی وردہ! خورادی پہ زہرہ پوری

مسکینی پی دخان فومینہ آوازہ پر ہر پوری

احادیث و نبی وارہ بہ سرور رزو پسولی

کتابو کی وایسی بنکاری بہ آسمان کی مکہ ستوی

تعلیمات می و محمد و ماسیال تہ رایہ یادسی

وام کشکی عملی سی چی زیرتی دھر چا بنا دسی

کاش اگر اس پر عمل کیا جائے

ترجمہ :-

( مالک نے ہمیشہ اس دنیا میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں۔ اور ہر پیغمبر

اپنے دور میں لاثانی ہوتا ہے )

( آنحضرت کی تعلیمات ہمیشہ جاری و ساری رہیں گی۔ اس دنیا کے وہ

لوگ نادان ہیں جو انہیں تسلیم نہیں کرتے )

(اُس عظیم شخصیت کا مقام تو دلوں میں ہے۔ جب تک دُنیا قائم ہے اُس  
 کا سکہ چلتا رہے گا)

(اے بھائی! آنحضرت کی تعلیمات بڑی دکش ہیں۔ انہیں اپنے لئے  
 غربت پسند تھی اور ان کا نام ہر سمت جاری تھا)

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارک۔ سنہری زیورات کی طرح  
 ہیں۔ جو کتابوں میں اس طرح نظر آتی ہیں جیسے آسمان پر ستارے)

(جب مسیال کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات یاد آتی ہیں۔ تو  
 وہ سوچتا ہے۔ کہ کاش ان تعلیمات پر عمل ہو اور ہر شخص کا دل

شاد ہو)

عبدالغفور پردیس

کلمہ می پر نامہ مسوہ داستا ورستہ۔ منتخب وہ کابینا تو بل شوک نسبتہ  
 برخانہ بہ بیت اللہ مسوہ مشرف۔ فوقیت دہرما فوق سوتر تاپستہ  
 بہ ہیبت دی دہ کسری ماتری کرے رنگی۔ سلطانان دہ جہانان ستا سوزیر دستہ  
 دہ توجید بہ تیغ دی وراں صفہ بتان کہو۔ چہ ہر چائے دغدائی ورق لوستہ  
 ستا بہ ہست سرہ پیدا وغہ ہستی وہ۔ پھر ہر پابندی احسان دی داستا ہستہ  
 چاچی نور ستادہ مشعل شہ وانخت۔ بہ تیار و کش لائر اوسہ دی پابستہ  
 دہ معراج بہ صلح شیا مشرف تنہ سوعے۔ دامقام کلمہ شیا تیزی و ہر کتہ  
 دہ انصاف معیار دی ہسی شان قائم کر۔ جی تسلیم دی فلسفیانہ کمر دانستہ  
 تا انسان انسانیت سرہ اشنا کی۔ وہ پردیس سرہ باید جی کہے مرستہ

ترجمہ ۲۔

(پورا کلمہ (طیبہ) آپ کے نام سے منسوب ہوا۔ کائنات میں تیرے سوا

کوئی دوسرا منتخب (خدا کا محبوب) نہیں ہے)

(بت نامہ بیت اللہ شریف میں بدل گیا۔ اور ہر بلند و ارفع کی فوقیت

ترے بعد شمار ہونے لگی (تیری ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے محلات لرزنے لگے۔ دُنیا کے تمام سلطان (بادشاہ) تیرے مطیع ہو گئے)۔  
 (توحید کے تیغ سے تو نے وہ نشان مٹا دیئے۔ جن کو لوگ خدا سمجھ کر اُن کی تسبیح و ثنا کرتے تھے)۔  
 (ترے ہی ہونے (ہستی) سے یہ سب کچھ موجود ہے۔ اور ہر موجود پر تیرا ہی احسان ہے (اُس کی ہستی یعنی وجود کے لیے)۔  
 (جن لوگوں نے تیرے چراغ سے روشنی حاصل نہیں کی۔ وہ لوگ ابھی تک اندھیروں میں اکیس ہیں)۔  
 (معراج کی جہانی کا شرف صرف تجھے ہی حاصل ہوا۔ یہ مقام ہر شخص کو کہاں نصیب ہوتا ہے)۔  
 (تو نے انصاف کا معیار کچھ اس طرح قائم کیا۔ کہ فلسفیوں نے تیری دانائی تسلیم کر لی)۔  
 (تو نے انسان کو انسانیت سے مشرف کیا۔ پردیس کو بھی خدا کرے تیری امداد، (کرم) میسر آئے)۔

درویش درانی

مسد غواری شہرے مینہ میر سہ غواری خوارہ مینہ  
 زمانہ باسی پہ زورہ نُن داستالہ بنا رہ مینہ  
 کومی تلی چہ زخمی سوے ستار مینی پہ منزل کبنی  
 دھغوسرہ جیبیہ! کومی ہرہ لارہ مینہ  
 رقیبان پہ دوارہ لاسہ باووی والحاد خاوری  
 خدائے دِنہ کادی پہ چنہ وازما امینداریہ مینہ

دنفرت دسوداگر وکالو بار تہ تاوان پنیں سو  
 دادے دنیا بازار تہ چہ تارا درہ یارہ مینہ  
 چہ نچیل کسی ئے ونجلی ستامخ پہ پلوشو دی  
 وجبریل سرہ لرمہ زہ پو وا دلدارہ امینہ

ترجمہ :-

(تھکی ماندی محبت مدد کی طلب گار ہے۔ غریب محبت امداد چاہتی  
 ہے۔ زمانہ آج تیرے شہر سے محبت کو زبردستی نکال رہا ہے)  
 (جو پاؤں تلوے) تیری محبت کی منزلوں میں زخم خوردہ ہیں۔  
 اے حبیب! تجھ سے تو راستے بھلی محبت کرتے ہیں)  
 (رقیب دونوں ہاتھوں سے الحاد کی خاک بکھیر رہے ہیں۔ خداتہ  
 کرے کہ میرا شیشہ محبت اس سے گرد آلود ہو)  
 (نفرت کے سوداگروں کے کاروبار کو اس وقت نقصان پہنچا۔  
 اے محبوب جب دنیا کے بازار میں تو مہر و محبت لے آیا)  
 (جس نے اپنی آنکھیں ترے چہرے کی کرنوں سے دھوئی ہیں۔ میں  
 اس جبریل سے اے محبوب اسی لئے محبت کرتا ہوں)

عمر گل عسکر۔

—•—

اویسبزی می پہ ذرہ، ذہن و وجدان کہنے محمد  
 زما پہ فکر، خیال او پہ بیان کہنے محمد  
 دستور و پہ حلا کہنے، د سپور نی پہ پلوشو کہنے  
 دے شان کہنے محمد ہم پہ آسان کہنے محمد  
 انجیل دے کہ زبور دے کہ تورات کہ صحیفے دی  
 دھر دین پہ کتاب کہنے پہ قرآن کہنے محمد

دسترگو پہ رپا کینے ہم دزر و نو پہ درزا کنبے  
 صفت دے بیانیبری پہ ہر آن کنبے محمد  
 آغاز دے ہم انجام دے، اولین ہم آخرین دے  
 سالار دے، دنبیانو پہ کاروان کنبے محمد  
 مختار دے شہنشاہ دے پہ ہر شیر باندے حاکم دے  
 عسکرہ، پہ مکان، ہم لامکان کنبے محمد

ترجمہ ۵۔

(میرے دل و دماغ اور وجدان میں محمد رہتے ہیں۔ اور میرے فکر،  
 خیال اور بیان میں بھی وہی جلوہ آفریں ہیں)  
 (ستاروں کی جھللاہٹ میں اور چاند کی کرنوں میں۔ اس صورت میں بھی  
 محمد ہیں اور اس صورت میں بھی محمد ہیں)  
 (خواہ انجیل ہو یا زبور، خواہ تورات ہو یا دوسرے صحیفے۔ ہر  
 مذہب میں اور قرآن میں محمد ہی ہیں)  
 (آنکھ کے چپکنے کے عمل اور دل کے دھڑکنے کے عمل میں۔ ہر لمحہ محمد کی  
 تعریف و توصیف کا بیان ہوتا ہے)  
 (آغاز بھی وہی ہیں اور انجام بھی وہی، اولین بھی وہی اور آخرین بھی  
 وہی۔ نبیوں کے کاروان کے سالار محمد ہی ہیں)  
 (وہ مختار اور بادشاہ ہیں اور ہر شے پر حاکم ہیں۔ اے عسکر، مکان اور  
 لامکان دونوں میں محمد ہیں)

سید محمد گل شاہ خوشی

نازیر دارہ ذالشدئے مبارکہ

دعالم دَرخِ رَدِیزائے مبارکہ

درود پرتا باندے لہجیلہ اللہ وائی  
 جسے رنگہ ائے اشنائے مبارکہ  
 لہ اللہ چہ پس دہمہ خدائی مختارئے  
 جسے رنگہ لوئے باچائے مبارکہ  
 ہر یو خیز اللہ پیدا کرہ ستاپہ وجہ لہجیلہ  
 تہ باعث ذکل اشیائے مبارکہ  
 عرش، کرسی، فلک، زمین دی پیدا شوی  
 ستالہ محفہ دلمہ بائے مبارکہ  
 نمر، سپوز مٹی، ستوری ردن بان دی ستالہ حسنہ  
 لائتانی سے ائے زیبائے مبارکہ  
 پہ صورت کہ آخرین ائے پیدا شوی  
 اولین خوبہ معنی ائے مبارکہ  
 دلولاک تاج او معراج دے نصیب شوی  
 نازولے دمولائے مبارکہ  
 ہر عمل ستاد قرآن پہ مطابق ووی  
 چہ ہادی برحق پیدائے مبارکہ  
 کہ نبی دے کہ ولی دے عالم دے  
 دہمہ وارد آقائے مبارکہ  
 کہ خاطر دے کہ عاصی دے کہ نسکے  
 منبہ غمخورتہ دھر چائے مبارکہ  
 ہم درمان مود در دے پہ نیا کہنے  
 ہم ملکر دے دعبقئے مبارکہ

چارہ کر دے چارہ وویئے رسولہ ۳

دور مندو زردو دوائے مبارکہ

ستاروں ندون زمونہ د پارہ نمونہ دہ

یو کو ہر بے بہائے مبارکہ

ستابہ مینہ بہ خدائے و بخنہی امت ستا

قدر من پہ کبریا ئے مبارکہ

ستابہ مینہ تم دوارہ جہانوںہ

ولے تہ زما پیشوائے مبارکہ

درحمت عنایت و کمرہ چہل باندے

تہ خوبجہر د عطائے مبارکہ

ترجمہ ۵۔

(آپ (مبارک) اللہ کے ناز بردار ہیں۔ اور آپ روئے زمین کے

روشنی ہیں)

(خدا خود آپ پر درود بھیجتا ہے۔ آپ (مبارک) خدا کے وہ دوست

ہیں)

(خدا کے بعد عام خدائی کے مختار ہیں۔ آپ وہ عظیم بادشاہ ہیں)

(دنیا کی ہر چیز خدا نے آپ کی وجہ سے پیدا کی۔ اور آپ ہی تمام اشیاء

کے باعث ہیں)

(عرش، کرسی، آسمان اور زمین۔ آپ ہی کے طفیل پیدا ہوئے

اے خدا کے محبوب (مبارک)

(سورج، چاند، ستارے آپ ہی کے حسن سے روشن ہیں۔ اور آپ

اپنے حسن میں لاثانی ہیں)

(آپ وجود (ظہور) کے لحاظ سے آخری (پیغمبر) ہیں۔ لیکن معنوی

لحاظ سے اولین ہیں) (لو لاک کا تاج اور معراج کی سعادت صرف آپ کو نصیب ہوئی ہے  
 کیونکہ آپ مولا (خدا) کے ناز بردار ہیں) (آپ کا ہر عمل قرآن کے مطابق تھا۔ کیونکہ آپ (مبارک) ہادی  
 برحق ہیں)

(خواہ نبی ہو خواہ ولی ہو یا عالم ہو۔ آپ ان سب کے آقا ہیں)  
 (کوئی خطا کار ہو یا عاصی راندہ درگاہ۔ آپ (مبارک) سب کے  
 غمخوار ہیں)

(آپ دنیا میں ہمارے تمام دکھوں کی دوا ہیں۔ اور عقبی میں آپ  
 ہمارے مددگار ہیں)

(اے رسول! آپ ناداروں کے چہارہ گر ہیں۔ اور دردمند دلوں کی  
 دوا ہیں) (آپ کی زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ اور آپ ایک گوہر  
 بے بہا ہیں)

(آپ کی محبت کی وجہ سے خدا آپ کی امت کو بخش دے گا۔ کیونکہ  
 آپ خدا کے پیارے ہیں) (میں آپ کی محبت میں دو جہان حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ آپ  
 (مبارک) ہی میرے پیشوا ہیں)

(محمد گل پر آپ رحمت کی عنایت کریں۔ کیونکہ آپ تو عطا کا بحر  
 بے کنار ہیں)

سعید گوہر

ساد وجود سرہ ہو دوسرہ عقیدت پایم  
 چہ کہ ستانہ یم نو عبث ہے بے ضرورت پایم



زہ دخطا پہ کبزد لارو، وارحظا لاروئے  
 ہنہ مومن یم جبہ صیلہ درحمت یم  
 زہ دکناہ یہ بنار یہ کہنے سرگردان مسافر  
 ثوبہ بے کورہ پہ کوخہ دہدایت یم  
 تہ یوسحار — دحلانہ نمر پہ پلو شو بانڈے دک  
 زہ یوخرارغ — دتوری شپے پہ طوالت یم  
 ستاد صورت و رعنائی و تازگی تہ بہ سوچ  
 مکہ ہیدارہ — لہ ازلہ بہ حیثرت یم  
 زہ یم دژمی سمرہ وریخ — وریخ ہم دواوری دیک  
 ستاد جمال دتا و دہ نمر بہ حرارت یم  
 تہ دخیوز منوزر و سکون یے دزیلوراحت  
 اوزہ کوھر — بہ ثومرہ کرب اذتیت یم

ترجمہ ۲۔

(میں ترے وجود (موجودگی) کے ساتھ اس عقیدت سے زندگی گزار  
 رہا ہوں۔ کہ اگر آپ کا نہ ہوں (نہ بنا) تو پھر عبث اور بے کار  
 زندگی گزار رہا ہوں)

(میں خطاؤں کی پڑیچ راہوں کا راہ گم کردہ مسافر ہوں۔ میں وہ  
 مومن ہوں جو آپ کی رحمت کی امید پر زندگی گزار رہا ہو)  
 (میں گناہوں کے شہر میں سرگردان و پریشان پھرنے والا مسافر  
 کب تک اپنے گھر سے بے گھر صرف ہدایت کے رستوں میں زندہ  
 رہوں گا)

(آپ تانباک سورج کی کرنوں سے معمور ایک صبح کی طرح ہیں۔  
 اور میں ایک چراغ کی طرح اندھیری رات کی طوالت میں زندہ

(ہوں)

(میں آپ کے چہرے کی رعنائی اور تازگی کے بارے میں سوچتے ہوئے)

آئینے کی طرح روز ازل سے حیرتوں میں زندہ ہوں)

(میں سرما کے تیخ بستہ دن، اور دن بھی کسی بر فیلی رات کی طرح)

آپ کے جال کی گرم دھوپ کی حرارت پر زندہ ہوں)

(آپ دکھی دلوں کے لیے سکون ہیں اور غم زدوں کے لیے راحت)

اور میں گوہر۔ کس کرب اور کس اذیت میں زندگی گزار رہا ہوں)

عبدالکریم بریائے

—●—

لے دُنیا بہ لاس بہ سرم، زہ بہ ستا دربارتہ درسم

د وصال ہفہ ساعت می مقدرے ستالہ رویہ

اے د دو کونو عظمت، ستا ذات لہ برکتہ

بریائے تر دیر و دیر و فن بہتر دے ستالہ رویہ

ترجمہ :-

(میں دُنیا کو ترک کر کے آپ کے دربار پر آ جاؤں گا۔ وصال کا

وہ لمحہ آپ کے طفیل میرا مقدر بن چکا ہے)

(اے دو جہانوں کی عظمت، تری ذات (ستی) کی برکت سے

بریائے آج تیرے طفیل بہت سے لوگوں سے بہت بہتر ہے)

عبدالکریم بریائے

—●—

دے تے تے تو لے شے پس روز سحرے ستالہ رویہ

بہ عالم چہ درجت نخلے لمرے ستالہ رویہ

دما بنام دار ایسے دے دجران مار را پسے دے

بہ دے لو بو جلو غرونو ما حیکر دے ستا د پارہ

کہ ذہر توره شبہ شمی کہ د بخت توره نیارہ شی،  
 جیہ درتہ دے کھوک پروت دے منورے ستالہ رویہ  
 زہ بہ رسم ۶ تر مقصدہ، محمدہ! محمدہ  
 کہکشان زما د فکر رگزرے ستالہ رویہ  
 زہ پہ خیلہ یو کھوٹے، رالیے ڈر وندون دو بے  
 زما وجود ہم تشنہ لبوتہ کوثر دے ستالہ رویہ

ترجمہ ۲۔

( اس اندھیری رات کے بعد تیرے ہی طفیل صبح کی روشنی ہے۔ کیونکہ  
 تری رحمت کا سورج ترے ہی باعث دنیا میں طلوع ہوا ہے )  
 ( شام کا خوف اور بھر کا وار ( موقع ) میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ ان  
 اونچے اونچے پہاڑوں پر عصر کا وقت آپ ہی کے طفیل ہے )  
 ( خواہ مگر کی کالی رات ہو یا بخت کی تاریکی ہو۔ لیکن جو شخص آپ کے  
 در تک پہنچ گیا وہ آپ کے طفیل منور ( روشن ضمیر ) ہو گیا )  
 ( اے محمد۔ میں ایک نہ ایک اپنی منزل ( آپ تک ) پہنچ جاؤں گا کیونکہ  
 ترے طفیل کہکشاں میری فکر کی رگزر رہے )  
 ( میں خود پہاڑی چٹانوں سے رسنے والا پانی ہوں لیکن زندگی کی  
 دھوپ ( گرمیوں کا موسم ) میرے تعاقب میں ہے۔ اور میرا وجود  
 پیاسے لوگوں کے لئے ترے طفیل آپ کوثر ہے )

سعید گوہر

منبہ پوہر م زہ مختوے امتحان یم ستاد پارہ  
 خو پدے دی ہم خبریے، پہ خدائے کران یم ستاد پارہ  
 د زیارت د دنلو غرونو بہ واور نیو شو کو باندے  
 خوزہ یارہ! سپینہ یارہ! راروان یم ستاد پارہ

زد گئے تاکے، کسی تاکی، احساس تاکے، پونڈی تاکی  
 مسافر، یہ لوی لارے دخیل خان، یم ستاد پارہ  
 خبر نہ یم اسلام شدے ہا خودے کنے کلام شدے؟  
 چہ یہ دے غرضی وخت کنے، مسلمان یم ستاد پارہ  
 ستاد پارہ زہ ویر غولے، بنتی در نہ حجرہ یم  
 راحہ! خلاصہ دروازہ دخیل مکان یم ستاد پارہ  
 یہ تاو یارم چہ ہر ختم، دجنت یہ کتہ نہ یم  
 خولہ می دکہ شہ بہ خاورو، کہ تاوان یم؛ ستاد پارہ  
 ستا بہ ہبلہ گناہ او کرم، زور زیاتے او خطا او کرم  
 زہ گوہر دومرہ سر کنبہ، نہ ایمان یم ستاد پارہ

ترجمہ :-

( میں روسیہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کے لئے امتحان ہوں۔  
 لیکن آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی وجہ سے میں خدا کا  
 پیارا ہوں )  
 ( میں زیارت کے اونچے پہاڑوں کی برفیلی چوٹیوں سے گزر کر اسے  
 پیارے دوست، خوبصورت دوست، آپ ہی کے لئے آ رہا ہوں )  
 ( دل پر آبلے، آنکھوں پر آبلے، احساس میں آبلے اور پیروں کے  
 تلووں پر آبلے۔ میں اپنے آپ کے طویل راستے پر سفر کے لئے مسافر  
 ( سفر میں ) ہوں )

( مجھے معلوم نہیں کہ اسلام کیا ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں  
 کہ میں خود غرضی کے اس قوم میں بھی صرف آپ کے لئے مسلمان ہوں )  
 ( آپ کے لئے میں کشادہ صحن ( مہمان نوازی کے لئے ) اور پشتونوں  
 کا باوقار حجرہ ( مہمان خانہ ) ہوں۔ آئیے میں آپ کے لئے اپنے

گھر کا کھلا دروازہ (منتظر ہوں)  
 (میں جو کچھ بھی ہوں لیکن پھر بھی آپ پر فخر کرتا ہوں۔ مجھے جنت کی  
 کوئی لالچ نہیں۔ میرے منہ میں خاک بھر جائے اگر میں آپ کیلئے  
 کبھی نقبان کا باعث بنوں)  
 (میں آپ کی رحمت) اُمید پر گناہ کرتا ہوں۔ زور زیادتی اور خطا  
 کرتا ہوں۔ میں گوہر ایمان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اتنا سرکش  
 صرف آپ کے طفیل ہوں)

## سَلام

نذر محمد نظر پائینزئی

وہان تیارولہ لمریے، تہ دامن رن سحریے، پہر سبتیا خیر البشریے  
 تاتہ زما سلام سلام دی  
 تہ رحمت العالمین یے، اولین ہم آخیرین یے، ہم صادق یے ہم آمین یے  
 تاتہ زما سلام سلام دی  
 ستاپنیام دی مینہ مینہ، ستادہ ہرہ خبرہ سپینہ، ہم ترقندو وہ شریہ  
 تاتہ زما سلام سلام دی  
 رنخور اتولہ درمل یے، غریبانو سرہ مل یے، تہ دینی بل مشل یے  
 تاتہ زما سلام سلام دی  
 پہیزی جی دی ظہور سو، بہ کسیرا باندی کور سور سو، دعبے بتان جور جور سو  
 تاتہ زما سلام سلام دی  
 تہ سرداریے دنبیانو، تہ خاتم در سولانو، تہ غنوار و اُمتیبانو  
 تاتہ زما سلام سلام دی  
 تہ ظالم لہرہ فنا یے، بل مظلوم لہرہ پناہ یے، دخورانو ہمیشوا یے  
 تاتہ زما سلام سلام دی

یو محبوب و کر دیکھا دیئے، بل ددو کو نو سرداریئے، زما روح لمرہ قراریئے  
تا تہ زما سلام سلام دی

ترجمہ ۲۔

(آپ دنیا کے اندھیروں کے لئے روشنی ہیں اور امن کی روشنی صبح

آپ سچے خیر البشر ہیں۔ آپ پر میرا سلام)

(آپ رحمتہ العالمین ہیں، اولین بھی اور آخرین بھی۔ آپ صادق بھی

ہیں اور امین بھی، آپ پر میرا سلام)

(آپ کا پیغام محبت ہے، اور آپ کی ہر بات سچی ہے اور قند سے

زیادہ شیریں بھی، آپ پر میرا سلام)

(آپ دکھی لوگوں کا مددگار اور غریبوں کے دوست ہیں۔ اور محبت

کی روشن شمع۔ آپ پر میرا سلام)

(جب دنیا میں آپ کا ظہور ہوا، تو کسری کے گھر صرف ماتم بچھ گئی۔

کعبے کے بت چور چور ہو گئے۔ آپ پر میرا سلام)

(آپ نبیوں کے سردار اور خاتم المرسلین ہیں۔ آپ اپنی امت کے

غمنوار ہیں، آپ پر میرا سلام)

(آپ ظالم کے لئے فنا اور مظلوم کے لئے پناہ ہیں۔ آپ نادار لوگوں

کے ہمنوا ہیں۔ آپ پر میرا سلام)

(آپ ایک طرف تو کردگار کے محبوب اور دوسری طرف کونین کے

سردار ہیں۔ میری روح کے لئے قرار ہیں۔ آپ پر میرا سلام)

سید محمد رسول فریادی

لیزمہ تا تہ اے محبوبہ زہ سلام دینے  
دخیال روئیارتہ و رکوم دغہ پیغام دینے

داچہ ژدندے پر دُنیا پائُم ستاؤ دیدہ طمعہ  
دیرد تہ نہ دے در معلوم داسے مقام دَمینے

پہ مینہ مینہ ور لیزم سحفہ د درود و سلام  
زہ فریادی غوارم ساقی جانہ پوجام دَمینے

ترجمہ ۲-

(اے محبوب میں تجھ پر محبت کا سلام بھیجتا ہوں۔ اور اپنے خیال  
کے قاصد کو یہ پیغام بڑی محبت سے دے رہا ہوں)۔

(میں تو اس دُنیا میں تمہاری دید کی اُمید پر زندہ ہوں۔ لیکن بہت  
سے لوگوں کو محبت کا مقام معلوم نہیں ہے)

(میں بڑی محبت سے درود اور سلام کی سوغات بھیج رہا ہوں۔  
لیکن اے ساقی میں فریادی محبت کے ایک جام کا طلب گار ہوں)



اے دِخدائی بہ در رویدارہ مبارکہ پس لہ خدا یہ کل اختیارہ مبارکہ  
اے تر تلو ناز و ردارہ مبارکہ اے زموزہ دزد و قرارہ مبارکہ  
اے تر تلو ناز و ردارہ مبارکہ

نور شہ نہ و تہ یو نور وے خلید لے

چہ تہ وے پر دُنیا و ظلم راج و دھر چاننگ و ناموس پکتی تاراج و  
انسانان بہے قتل و ددوی راج و و امراض و جہل و اسی لاعلاج و  
پہ خطرہ کی پہ رستیا انسانیت و

نہ بہ چاکی یو ذرہ صلاحیت و

حرف تہ تورہ شپہ وہ غورہ بیلے یوانسان بہ دبل وینی تو یہ وے  
اوژوندی بہے خلی لونی بنجولے ہم بہ غلو بہ سپینہ و راج لاری وے

ہر طرف جنگ و جدل شر و فساد و  
 چہرے بہ چاکوں پکھنی آزاد و  
 تہ چہرا غلے دکفار و غم بہ کورسو یہ کعبہ کئی بتان پر مخی نکورسو  
 اوچہ ستا مبارک نور پر چہان خپورسو فریادی ورک لہ جہانہ ظلم و زورسو  
 یو دامن گہوارہ دغہ دنیا سوہ  
 جہل ورک سو پر صرچا باندی رنزا سوہ

ترجمہ ۲۔

(اے خدا کے در پر سب سے معتبر (رسول) مبارک، خدا کے بعد  
 سب سے با اختیار (رسول مبارک)، اے سب کے زیادہ ناز بردار  
 (رسول مبارک) اور اے ہمارے دلوں کے قرار (رسول مبارک)  
 اے تمام ناز برداروں کے ناز بردار۔ کچھ بھی نہ تھا ایک آپ  
 ایک نور تھے اور روشن تھے)

(جب آپ نہیں تھے تو دنیا پر ظلم کا راج تھا۔ جس میں ہر شخص کا  
 ننگ و ناموس تاراج تھا۔ انسانوں کو قتل کرنا ان کا عام رواج تھا۔  
 اور جہل کا یہ مرض ان میں اتنا عام تھا کہ لاعلاج تھا۔ انسانیت  
 پچھلے خطرے میں تھی۔ نہ ہی کسی میں ایک ذرہ صلاحیت  
 تھی)

(ہر طرف کالی رات چھائی ہوئی تھی۔ ایک انسان دوسرے کا  
 خون بہا رہا تھا۔ وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اور  
 چور بھی دن دھاڑے راہزنی کرتے۔ ہر طرف جنگ و جدل  
 اور شر و فساد تھا۔ جو شخص جو چاہتا وہی کرتا (مادر پدر آزاد  
 تھا)  
 (جب آپ تشریف لائے تو کفار کے گھر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔)



کعبہ میں بت صر کے بل گر گئے۔ جب آپ کا مبارک نور دُنیا میں پھیلا  
تو فریادی دُنیا سے ظلم اور زیادتی ختم ہو گئی۔ یہ دُنیا امن کا ایک گہوارہ  
بن گئی۔ جہالت ختم ہو گئی اور شخصوں کو روشنی سے منور ہو گیا)

سید عابد شاہ عابد پشتو اور اُردو کے نامور ادیب و شاعر ہیں۔ ان دنوں  
بلوچستان یونیورسٹی کے شعبہ پاکستانیات سے وابستہ ہیں۔ آپ کا کلام معیاری  
رسائل و جرائد میں چھپتا رہتا ہے۔ آپ نے پشتو میں نعتیہ اشعار بھی کہے ہیں۔

صاحبزادہ حمید اللہ کا تعلق پشین کے معروف علمی و روحانی خاندان صاحبزادہ  
سے ہے۔ آپ کے جد امجد حضرت محمد عظیم صاحبزادہ اور والد بزرگوار علامہ صاحبزادہ  
عبدالرحمن (متوفی ۳ ستمبر ۱۹۶۹ء) کا شمار بلوچستان کے مشہور اہل حال اور اہل علم  
بزرگوں میں ہوتا ہے۔ حمید اللہ صاحب کئی کتابوں کے مصنف و مولف ہیں۔ آپ کی  
ذاتی لائبریری میں مطبوعہ کتب کے علاوہ عربی، فارسی اور پشتو کے مخطوطات موجود  
ہیں۔ جن کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے۔

آپ پشتو، اُردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں شعر کہتے ہیں۔ پشتو میں نعتیہ  
کلام موجود ہے۔ آجکل ایک کتاب بعنوان ”پشتو میں نعت گوئی“ مرتب کر رہے ہیں۔

## باب پنجم

## فارسی گو شعرا کا نعتیہ کلام

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا قاضی نور محمد گنج آبی میر نصیر خاں نوری (متوفی

۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۴ء) اور احمد شاہ ابدالی کے ہمراہ جہاد میں شریک رہے۔

وہ آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں یوں نیاز کیشی کے پھول لے پیش

کرتے ہیں۔

فضائل کہ بود انبیار تمام حمد مجتمع شد دراو والسلام

در گنج مستی ازو باز شد دلش مخزن گوهر راز شد

تن پاکش از ظلمت سایہ دور ز پیشانی ش نور حق در ظہور

چو ختم نبوت شدہ شان او بود ختم قرآن بر صان او

ملا محمد حسن قلات ڈوئین کے معروف قبیلہ بنگل زئی کی ایک شاخ بدوزئی

۱۔ قاضی صاحب نے ایک جید عالم، بے باک مورخ، قادر الکلام شاعر اور مجاہد کی حیثیت

سے شہرت پائی۔ وہ علاقہ کچھی میں ایک مقام پر کماندار کی صورت میں بیرونی حملہ آوروں کا

مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ بلوچستان میں فارسی شاعری ص ۵۲۔

۲۔ تحفۃ النصیر بلوچ (قلمی)۔

۳۔ تاریخ بلوچستان، ہتورام، لاہور، ۱۹۰۷ء ص ۳۰ تا ۳۰۲۔ (بقیہ حاشیہ ۲۵۷ پر)

سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے جدِ امجد علی خاں میر نصیر خان اول کے عہد میں اس کے ملازم تھے۔ جنہوں نے خان کے زمانہٴ اسیری میں بھی خلوص اور وفائیکشی کا ثبوت دیا۔ خان کی رہائی کے بعد یہ انعام و اکرام کے علاوہ ”آغا“ کے خطاب سے بھی نوازیے گئے۔ آغا علی کا بیٹا عبدالرحمن مدت تک کچھی کا نائب رہا۔ وہ علم کے زیور سے آراستہ تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے جو زیرک اور مدبر تھے۔ ان میں مُلّا محمد حسن نمایاں اور ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ مُلّا محمد حسن کو والیانِ ریاست کا قرب حاصل ہوا۔ وہ خان محراب خان (المتوفی ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء) کے وزیر تعینات ہوئے۔ اور سیاست و تدبیر کی بے پناہ صلاحیتوں کا ثبوت دیا۔ انہوں نے ساراوان اور جھالاوان کے سرداروں سے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کیں اور اس طرح ریاست میں خاصا اقتدار حاصل کر لیا۔ نصیر خان دوم (۱۲۵۶ھ — ۱۲۷۲ھ / ۱۸۳۰ء — ۱۲۷۲ء) ان کی بڑھتی ہوئی قوت اور ریاست سے خائف ہو گیا۔ چنانچہ اُس نے مُلّا محمد حسن کو قید میں ڈال دیا۔ اس قید میں انہوں نے اپنی جان ۵ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۵ء کو جان آفرین کے سپرد کی۔ مولاداد نے تاریخ وفات یوں بیان کی :

نوش فرمود جام سالامال از کف ساقی جنان حیدر  
 چون محمد حسن وراثت بُد نام شد حسن را غلام و ہم چاکر  
 بود تاریخ پنجم از رمضان در شب جمعہ بست رخت سفر  
 کرد افطار از نعیم جنان در صفت مقبلان پیغمبر  
 شد شہید آن اسیر شہد کلام رفت در خلد بر لب کوثر  
 سال ترحیل او چو مولاداد از خرد جست باد و دیدہ تر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۶ کا)۔ بلوچستان میں فارسی شاعری، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ، ۱۹۷۸ء، ص ۸۵

لہ دیوان مولاداد (قلمی) ص ۳۷۱، ۳۷۲۔

گفت با آہ نالہ درگوشش کہ دو صفت از غفور ساز پدر  
 ملا محمد حسن نے جہاں اپنی اعلیٰ انتظامی قابلیتوں کا لوہا منوایا۔ وہاں  
 علم و ادب اور شعر و سخن کی بزم آرائیوں کا سکہ بھی اپنے ہم عصروں کے دلوں  
 پر بٹھایا۔ خوانین قلات کے درباری وقائع نگار اخوند محمد صدیق نے جو ان  
 کا ہم عصر تھا۔ ان کے سیاسی جوڑ توڑ کی تفصیل کے پہلو بہ پہلو ان کی علمی اور  
 شاعرانہ عظمت کو بھی تسلیم کیا ہے۔

آپ بیک وقت بلوچی، براہوئی، فارسی اور اردو میں شعر گوئی کا ملکہ  
 رکھتے تھے۔ آپ کے پانچ قلمی دیوان دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں چار تو  
 فارسی زبان میں ہیں۔ پانچویں قلمی نسخے کے دو حصے ہیں پہلا حصہ فارسی میں  
 اور دوسرا حصہ اردو میں ہے۔ ہر دیوان میں نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ چند  
 ایک یہ ہیں :-

خلق و خالق ہمہ گویند ترا صلی اللہ  
 من ہمیگویت صبح و ما صلی اللہ  
 تو در آندم کہ بہنتم فلک و عرش شدی  
 جملہ گفتند ملائک کہ در آ صلی اللہ  
 من چہ گویم کہ بمدحت ہمہ جا میگویند  
 صت این غلغلہ در ارض و سما صلی اللہ  
 یاری ام کن بجهان وز حسودان برہان  
 ہم خلاصہ کن از روز جزا صلی اللہ  
 حسن آورده شیخ بردرت آن شاہ نجف  
 بخش اورا تو بان شیر خدا صلی اللہ

ایک دوسرے مقام پر شاہ لولاک کا ذکر مبارک یوں کیا ہے :-  
یا الہی بجاہ درویشان جادہم درپناہ درویشان  
ھر کہ منکر بر اہل فقر بود سوزد از دود آہ درویشان  
شاہ لولاک احمد برحق ہست او بادشاہ درویشان  
بادشاہی بدلق شان پنہان فقر فخری کلاہ درویشان  
سرفرازی بدہر اگر خواہی خاک شو خاک راہ درویشان  
یا الہی حسن ہی خواہد رہبرش شوبہ راہ درویشان  
ملا شیخ فاضل باروزئی خاندان کے امیروں اور حاکموں کے قاضی  
تھے۔ آپ نے ”جنگ نامہ منظوم باروزئی“ رقم فرمایا ہے۔ اُن دنوں باروزئی  
امیروں مسری خاں اور بختیار خاں کا زمانہ (اُنیسویں صدی کا قریباً نصف  
اول) تھا۔ اس جنگ نامہ کا خطی نسخہ سردار محمد خان باروزئی (قریباً کربک  
نزد سیوی (سبئی) کے پاس موجود ہے۔  
اس میں اللہ تعالیٰ کی ستائش، حضور پاکؐ سرور کائناتؐ  
آنحضرت صلعم پر درود کے بعد چار اولین خلفاء کا ذکر خیر ہے۔ چند شعر  
یہ ہیں :-

بنا خداوند ہر دو جہان کہ او پادشاہت و ماہندگان  
بنا مشکنم نیز شیرین زبان بذکرش دہم لذتی بر بیان  
اگر وصف او تا بہ یوم القیام نویسند ہرگز نگر دد تمام  
بیا فاضلا عجز در پیش آر بفضل الہی شو امید وار  
بگویم ہمہ وقت در صبح و شام بروح محمد کہ خیر الانام  
از آن پس کنم وصف آن چاریار کہ ہر یک پسندیدہ کردگار

۱۔ شعر فارسی در بلوچستان، دکن انعام الحق کوثر، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۳۹ تا ۴۱۔

علیم اللہ علیم ۴ ذی قعد ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء کو پٹنگ آباد نزد مستونگ  
 میں مُلا فقیر محمد ابن قاضی مُلا غلام محمد ترمینی کے گھر پیدا ہوئے۔ اور ۲۶  
 ربیع الاول ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء بمقام کانک اللہ کو پیارے ہوئے۔ پہلے  
 دیوان ”تحفہ شیرین“ میں ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء تک کلام درج  
 ہے۔ حمد کے بعد شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے اپنی محبت و  
 عقیدت کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

کی تو انم کرد و وصف مُصطفیٰ چونکہ باشد و اصف حسنش خدا  
 لیک بر اندازہ ادراک خود وصف گویم از رسول پاک خود  
 در ملاحظت با صباحت بدرقین جامع مردوشده آن شاہ دین  
 در نظر آمد مرا اندر کتاب معجزہ بسیار بودش بحساب  
 هیچگہ سایہ نبودش بر زمین نور را سایہ نباشد بالیقین  
 بعد ازاں آنحضرت صلعم کے دس معجزوں کو شعر کا جامہ اوڑھایا ہے۔

جو علیم کے الفاظ میں ”تحفہ روی مومناں و تعویز جان عاشقان“ ہے۔ علیم  
 نے اپنے بیٹے مُلا ابوبکر کوشال کوٹ (کوٹہ کا قدیم نام) ایک جید عالم مُلا  
 احمد کی خدمت میں حصولِ علم کی خاطر بھیجا۔ خطِ نظم میں تحریر کیا۔ اُس میں  
 سب سے پہلے باری تعالیٰ، نبی مکرم صلعم اور اصحاب کرام کا ذکر کیا ہے۔  
 علیم اپنے بارے میں کہتا ہے۔

ہلی من شاعر عاشق خدا را  
 شنا خوانم خدا و مُصطفیٰ را  
 دوسرا دیوان، ”دیوانِ علیم“ کے نام سے بلوچی اکیڈمی کوٹہ نے

۱۔ بلوچستان میں فارسی شاعری، ص ۱۱۹ تا ۱۲۸۔

۲۔ تحفہ شیرین، علیم اللہ علیم، (قلمی) ورق ۲ ب۔

جون ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ ۲۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں متعدد غزلوں میں ہادی اسلام آنحضرت صلعم کا ذکر مبارک پُر شکوہ انداز میں ملتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے:-

تو آن جیبی کہ دوست خواندت، خدای اکبر بعز و شانت  
بکرد پیدا جہاں برویت، بداد عزت بآں کلامت

دلم ز مہر محمد مدام در طلبی ست  
اگر طلب بکنم محض کفر و بی ادبی ست

بخواہ ز حضرت او بہر من سہ چیز ای شاہ!  
تن صحیح و گنہ بخش سوم ایمان ست

پیمبران دگر پاک و صاف، بچو صدف  
ترامیان صدف لولوی زلا لاکرد

بخشنده ام خداست دگر شافع ام رسول  
باشم اگر چه غرق گنہ پائی تابہ سر

ای دوستِ رب داد گرای تاجدار و تاجور  
جملہ جہان زیر و زبر باشند ترا چون خاکِ در

گفتش چو رب العالمین لولاک ختم المرسلین  
خادم و را روح الامین پیک صبا می زبیدش

تمام خلق درین حیرت اندویش در حرق  
 خدا ز نور ترا آفرید پاتا فرق  
 تراست نزد خدا قدر تا بان حدی  
 میان نام تو نام خداست میمی فرق

مشفق به حال اُمت و غم خواری عاصیان  
 مجرم علیم را نظر لطف کن بحال

ای دلبر شیرین کلام ، ای مه زنی بدر تمام  
 ای سید خیر الانام ، من عاشق روی تو ام

من ازان روزی که شد بر فرقی من فضلِ اله  
 از تضر بر سریرِ عرش می سائیم کلاه  
 اولینم این که بر اطوارِ انسان آفرید  
 داد ایمان ، داد قرآن ، پس بان نمود راه  
 بعد از آنم در شمر داز امتان آن رسول  
 کوست محبوبِ خدا و جمله عالم را پناه  
 وصف آن محبوب خاص داوری را گویت  
 جمله پیغمبران در پیش او همچون سپاه  
 فاطمه خاتونِ جنت نور چشمِ مصطفی  
 برگنا بان من بیچاره گردد عذر خواه



مرزا احمد علی احمد بن محمد حسین خاں کلاتی خُداداد خان کے دور  
( $\frac{۱۲۷۲}{۱۸۵۷}$  —  $\frac{۱۳۱۱}{۱۸۹۳}$ ء) میں پھولے پھلے۔ دربار میں مختلف اہم عہدوں  
(جیسے مدارالمہام سابقہ ریاست قلات) پر خدمات انجام دے کر  
اپنی لیاقت کا سکّہ خاص و عام کے دلوں پر بٹھایا۔ نہایت خلیق،  
لائق، ذی علم اور سخنور ہونے کے پہلو بہ پہلو سخنوری کے قدردان بھی  
تھے۔

آپ نے ۲ ذیقعد ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۴ء) کو وفات پائی اور کوئٹہ میں  
دفن ہوئے۔ احمد کے نعتیہ کلام میں سے چند شعر پیش خدمت ہیں :-

گلشن بغارت میدھدرنگ حنای پای تو  
آب از رخ گل میبرد رخسارہ زیبای تو  
گردرچمن گردی چمان ای شاہ خوبان جہان  
سرو افتد از پادر زمان پیش قدر عنای تو  
بی رویت ای آرام جان بود درد و عالم بی نشان  
شہ زینت کون و مکان حسن جہان آرای تو  
بر قامت موزون تو بر حسن روز افزون تو  
ارض و فلک مفتون تو جن و ملک شیدا ی تو  
تو جانی و مخلوق تن تو روحی و عالم بدن  
ای صد ہزار ان ہجومن قربان خاک پای تو

۱۔ تکملہ مقالات الشعراء ص ۲۲۔

ہسٹری آف بلوچ ریس اینڈ بلوچستان ص ۲۰۹۔

بلوچستان میں فارسی شاعری ص ۱۲۹، ۱۵۰۔

۲۔ کوہسار، کوئٹہ، ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء۔

چون بر فلک کردی گذرا ز غیر حق بستی نظر  
 حق گفت مازاغ البصر بر نرگس شملای تو  
 احمد بغیر از مدح تو دیگر ندارد گفتگو  
 شد زندگانی بخش او هر قدر بالای تو  
 مرزا احمد علی اور علیم اللہ کے مابین محبت و اُلفت کی پینگیں استوار تھیں  
 دونوں ایک دوسرے کو خط بھیجتے تھے۔ علیم نے اپنے دیوان ”تحفہ شیرین“ میں  
 اُن خطوں کو شامل کیا ہے۔ اور وہ غزلیں بھی موجود ہیں جو ایک دوسرے  
 کو ارسال کرتے تھے۔ نعتیہ غزلیں بھی بھیجتے رہے۔ اُن میں سے مرزا احمد علی  
 کے چند مزید نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ای شاہ پری رخاں چالاک و

وی ماہ سمنبران بی باک و

از رشک رخ تو گل بہ گلشن

بر خویش نمودہ پیرهن چاک و

بر قدر تو خلعت است زیبا

لولاک لما خلقت الافلاک و

در وصف توقا صرست واللہ

تقدیر زبان عقل و ادراک و

بنا رخ دکشا بہ احمد

ای صاحب تاج و تخت لولاک و

خون شد جگر از زلف تو مشک ختنی را

رشک از در دندان تو در عدنی را

لہ۔ شعر فارسی در بلوچستان ص ۷۱، ۷۲۔

تنہا نہ من از جرعه عشقت شدہ ام مست  
 این نشہ بسر آمدہ در ویش و غنی را  
 ای خسرو خوبان کہ ز عشق رُخ شیرینیت  
 فرہاد پذیرفت همان تیشہ زنی را  
 ای سرو چمان گر بکھی در چمنستان  
 از پا فگند رشک تو سرو چمنی را  
 گل چون نگشد نازکی و تازگی تو  
 هرگز نکند دعوی ناز کبکشدنی را  
 ای احمد اگر شعر شکر ریز تو ببیند  
 طوطی نکند دعوی شکر شکنی را

میر مولاداد خاں <sup>۱</sup>ملا محمد حسن براہوئی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ  
 ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ عام تعلیم اپنے والد بزرگوار سے  
 پائی۔ اور اپنے خاندان کی علمی و ادبی روایات سے متاثر ہوئے بغیر نہ  
 رہ سکے۔ آپ کے والد محترم اور نصیر خاں دوم کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی  
 تھی۔ جس کی وجہ سے وہ جیل میں ڈال دیئے گئے۔ اور وہیں فوت ہوئے۔  
 بعد میں مولاداد خاں اور اللہ داد خاں وغیرہ کو بھی خاصی مشکلات کا  
 سامنا کرنا پڑا۔ <sup>۲</sup>میر مولاداد خاں نے ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۴ء کو  
 وفات پائی۔ آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اُن کی یادگار صرف ایک دیوان  
 ہے۔ جو شائع ہو چکا ہے۔

میر مولاداد خاں آنحضرت صلعم کی بارگاہ میں مختلف مقامات پر

۱۔ بلوچستان میں فارسی شاعری ص ۱۵۹۔

۲۔ تاریخ بلوچستان، ہتورام، ص ۳۰۲۔

نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ چند اشعار یہ ہیں۔  
 شمس و قمر منور از انوار مصطفیٰ است  
 چرخ فلک معلق از اسرار مصطفیٰ است

چون بہ بینم روضہ پاک ترا یا سیداً؛  
 پس نمایم جان و دل را یا رسول اللہ فدا  
 قلب بی آرام مارا یا شفیع المذنبین،  
 مژدہ وصلت بہ بخشا تا شود تسکین مرا  
 کن تو روشن چشم از دیدار نور پاک خود،  
 این قدر مرگم امان بخشد کہ بینم مرترا  
 خوشتر آن روز یکہ بینم روضت با چشم دل  
 از بسی شادی و فرحت گویمت صد مرحبا  
 این قدر می خواهم از حق تا بہ بخشد زندگی،  
 کہ برای روضت جاروب سازم لمحیہ را  
 کن مس قلبم طلا یا سید از یک نظر،  
 خالق عالم نموده چون نگاهت کیمیا  
 این زبان نار سایم کیست تا وصفت کند  
 بس کہ در شان عظمت گفتہ یا سین کبریا  
 گرچہ بدکار و گنہ گارم ندارم باک ازان  
 یا محمد چون تو دارم در دو عالم پیشوا  
 کن بہ مولا داد مسکین یا رسول ہاشمی،

گنج حادہ زندگی ایمان کہ مرگش عطا  
 ایک غزل میں معشر ارج کے واقعہ کو یوں بیان کرتے

تعالی اللہ شب نور است امشب  
فلک را نوبت طور است امشب

پھر کہتے ہیں :-

شب معراج ختم المرسلین است بسا از گیسوی نور است امشب  
برای ما گنگاران اُمّت نیازش نطق منظور است امشب  
بحمد اللہ مولاداد عاجز ز جام مدح محمود است امشب  
مولاداد متعدد غزلوں میں حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم  
سے گہری انسیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک غزل میں گویا ہیں :-

مولا مرا بروضہ پاکش رسان کہ من

مداح عز و جاہ و جلال محمد

قصیدہ بہاریہ نعتیہ کا پہلا اور آخری بند ملاحظہ فرمائیے :-

رسید دوش بگوشم ندا بوقت سحر + کہ ای زبادہ عظمت نہفتہ در بستر  
کنون چو وقت مناجا و زاری و عجز است + تو خفتہ پیح نداری ز چرخ نیلی خبر  
ز کنج خانہ تاریک نہ قدم بیرون + نگر بصرع خداوند خالق اکبر

رسان بروضہ پاکت کہ تاکنم آنجا + طواف آن در پاک توجان دم بردر  
در آن زمان کہ شو جانم از جسد بیرون + بظلمت لحم با چراغ ایمان بر  
بحال خستہ و در بخور بندہ مولاداد + تو یک نظر زرہ لطف سید ابنگر  
چہل سلام سید المرسلین بہ تتبع مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا پہلا اور آخری  
شعر یہ ہے :-

السلام ای اختر برج نبوت راضیاء السلام ای گوہر درج شرافت راجلا  
من کی از امت نام لیک مولاداد نام با هزاران عجز نزدت آمدم بہر سلام

تقابل خوب ہے دیکھئے۔

اوج احمد بر سما و موج موسیٰ ۲ بر زمین

مرد و چون طور اندام این کجا و آن کجا

غوث بخش<sup>۱</sup> متخلص بہ 'خاکی' قلات کے مکین تھے۔ جب آباد میونسپلٹی میں میر منشی رہے۔ ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں عالم بقا کو سدھارے۔ بہائی نامی شاعر نے ان کی وفات پر ایک قطعہ کہا جس سے ان کے حالات کے سلسلہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاکی نے آنحضرت صلعم کی ذات مبارک سے اپنی عقیدت کے اظہار کی خاطر سوز و گداز سے لبریز نقیصہ لکھی ہیں۔ 'بہائی' کے اشعار پیش خدمت ہیں :-

شنا گوی پیغمبر پاک دین	فصح اللسان غوث بخش آنکہ بود
شب روز از شوق غلغل کنان	چو بلبل بارغ ثنا و درود
بنعت نبی عمر خود صرف کرد	جز آنش نمی بود گفت و شنود
سرش بود خاک در آبنجاب	تخلص از این وجہ "خاکیش" بود
بہائی نکو سال ایصال او	بہ "فارغ دلی" ہا نظم گفت زود

(۱۳۲۵ھ)

سید عظمت شاہ شاہد فرزند سید رستم شاہ ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء میں مستونگ میں پیدا ہوئے۔ حضرت محمد صدیق نقشبندی مستونگی سے فیضیاب ہوئے۔ تکمیل تعلیم کی خاطر افغانستان کا سفر بھی کیا۔ آخر کار ایک قاری، شاعر، خوشنویس اور حافظ قرآن کی حیثیت سے شہرت پائی۔ مجاہدانہ شان کے مالک تھے۔ انگریزوں کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے۔ ایک

۱۔ مکملہ مقالات الشعراء، ص ۳۰۲۔

۲۔ شعر فارسی در بلوچستان، ص ۱۰۲۔

دفعہ مستونگ میں انگریزوں کے نمائندہ سے جنگ و جدال کے مرتکب ہوئے۔ قید  
عمر کی وجہ سے حیدر آباد سندھ کی جیل میں تھے۔ وہیں وفات پائی۔ ورثانے  
میت حاصل کر کے مستونگ میں پیوند خاک کیا۔

قلمی دیوان بنام ”مصنوعات بدیعہ شاہد“ بطور یادگار موجود ہے۔ جو  
عنقوان شباب میں ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں مکمل ہوا تھا اشرف انبیاء محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور گویا ہوتے ہیں۔

چند انکھ چکد نور ز سیما محمد

پر تودہ ہرست تجلای محمد

شرمندہ و مردود نخل درد و جهانست آترا کہ نباشد سرو سودای محمد  
لی حبیبم ننتوان یافت خدا را بشناس خدا را بہ تولای محمد  
کی میشود از طالع فرخنده کہ شاہد طوفی بکند گنبد خضرای محمد  
محمد صدیق پنجگوری ولد ملا روشن اقوام کی ایک کتاب ”ذخیرہ سلیمانی“  
لاہور سے چھپی تھی۔ جو ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۸ء کو مکمل ہوئی۔ اس  
میں کرسی نامہ رسول مقبول صلعم بھی موجود ہے۔ آپ یوں آنحضرت صلعم کے  
حضور اظہار ارادت کرتے ہیں۔

بعد از شنای یزدان وصف رسول گو + باشوق و اشتیاق ہزاران درود گو  
از عطر او مشام جهان گشت مشکبو + وز قطرہ محبت او زنگ دل بشو  
بادر گمت سوا لیم ای شاہ داد بخش

۱۔ مصنوعات بدیعہ شاہد (قلمی) ص ۶ الف۔

۲۔ فرخندہ۔

۳۔ شعر فارسی در بلوچستان، ص ۱۰۸۔

دل گدائی تو یا رسول اللہ سرفدای تو یا رسول اللہ  
 شدہ ام مست میکنم نالہ از برای تو یا رسول اللہ  
 رحم کن بر من ستم دیدہ بیم جای تو یا رسول اللہ  
 درد دارم دوا نمیدانم جز دوائی تو یا رسول اللہ  
 سرمہ چشم خویش میخواهم خاکپای تو یا رسول اللہ  
 درد و عالم طمع همین دارم من تقای تو یا رسول اللہ  
 چشم امید روز و شب دارم بر عطای تو یا رسول اللہ  
 دل محمد صدیق خیرم باد از صفائی تو یا رسول اللہ

محمد عبداللہ حکیم<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> عشق و عرفان میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کلام سے بھی یہی  
 مترشح ہوتا ہے۔ کانڈل تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ (حدود چھاؤنی ایبٹ  
 آباد) میں رہتے تھے۔ عرب، حبش، سوڈان، یمن اور ہندوستان کی سیاحت  
 کے بعد بلوچستان آکر مستونگ میں مقیم ہوئے۔

آپ نے حج بیت اللہ سے مشرف ہونے اور تین سال تک عرب میں  
 رہنے کے بعد ایک رسالہ "گلدستہ حکیم" عرف "سفر حجاز" لکھا۔ جو ۲۸ صفحات پر  
 مشتمل ہے اور اسے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں شیخ الہی بخش و محمد جلال الدین تاجران  
 کتب کشمیری بازار نے مطبع عزیز می لاہور سے طبع کروایا۔ اس میں آپ لکھتے  
 ہیں کہ میں سن بلوغت میں پہنچنے سے پہلے ہی روضہ رسول کریم کی زیارت کا  
 شوق رکھتا تھا۔ جب زیارت سے بہرہ یاب ہوئے تو عمر سولہ سال کی تھی۔  
 آپ طالب علمی کے زمانے میں نرٹو پہ شہر میں جو چھچھ میں واقع ہے، اپنے  
 ایک ساتھی آزاد گل کے ساتھ کتاب زینچا پڑھتے تھے۔ دونوں کندہ ہیں تھے استاد

۱۔ ذخیرہ سلیمانی ص ۲۲۰۔

۲۔ گلدستہ حکیم۔ ڈاکٹر عبداللہ خان حکیم، ۲۰ محرم ۱۳۲۲ھ ص ۶۵۔



بھی تنگ آگیا۔ ایک روز دونوں نے سنا کہ اگر کوئی نماز عشاء کے بعد بلاناغہ ہزار بار درود شریف پڑھے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوگا۔

ان دونوں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ دن کو سبق میں مصروف رہتے رات کو سونے سے پیشتر وظیفہ کرتے۔ آزاد گل فرشتہ سیرت، شب خیز اور پرمیزگار تھا۔ اسے حکیم سے اُفت تھی۔ ایک روز آپ نے کہا کہ تو کیوں اپنے گھر نہیں جاتا، میرا وقت ضائع کرتا ہے۔ مجھ سے دور ہو جاتا کہ میں اکیلا سبق یاد کروں۔

آپ نے یہ باتیں دو تین بار آزاد گل سے کہیں، اس نے پروا نہ کی۔ اپنے غصے میں آکر کہ جاؤ۔ وہ نہ اٹھا تو اپنے ایک بکری جو قریب پڑی تھی، اسکے سر پر دے ماری۔ خون بہہ نکلا۔ آزاد گل نے کچھ نہ کہا۔ اٹھا مسجد کے دروازے پر پہنچ کر توت کے پتے جلا کر لاکھ زخم پر لگائی اور گھر چلا گیا گھر پہنچ کر والدین کو اصل بات نہ بتائی۔ پھر آپ کے پاس آیا لیکن آپ نے توجہ نہ کی اور اس طرح چند دن خفگی کی حالت میں گزر گئے۔ ایک رات آپ حسب معمول نماز عشاء کے بعد با وضو ہزار بار درود شریف پڑھ کر سو گئے۔ اچانک اذان کی آواز کانوں میں آئی۔ کسی نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اذان دے رہے ہیں۔ آپ خواب میں اپنی جگہ سے اٹھے اور مسجد کے صحن میں چلے گئے۔ رسول کریم صلعم نے اذان مکمل فرمائی اور پھر آہستہ آہستہ اسی جانب تشریف لائے جہاں آپ کھڑے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ پاس ہی آزاد گل موجود ہے۔ اس وقت حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں دو سیب تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو دے دیئے اور دونوں کی آپس میں صلح کرا دی۔ اسی حالت میں عبد اللہ خاں حکیم نیند سے بیدار ہوئے۔

صبح کا وقت قریب تھا۔ آپ وضو کر کے درود میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں مؤذن نے اذان دی۔ آزاد گل بھی معمول کے خلاف وقت سے پہلے پہنچا، وضو کر کے وظیفہ میں مصروف ہو گیا۔ نماز کے بعد آپ مسجد کے کونے میں کتاب لے کر بیٹھ گئے۔ ظاہر نظر کتاب پر تھی لیکن دل رات کے خواب کے تصور میں محو تھا۔ اسی اثنا میں آزاد گل آ گیا۔ اس کا چہرہ روشن اور شگفتہ تھا۔ کہنے لگا آج آپ بہت خوش معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے کہا تم بھی تو آج مسرت سے چہک رہے ہو۔ جواب دیا یہ تو آپ کا اثر ہے۔ اسی دوران آپ پھر رات کے واقعہ میں کھو گئے جس پر آزاد گل نے سمجھا کہ آپ ابھی تک ناراض ہیں۔ کہنے لگا آنحضرت صلعم نے رات ہماری صلح کرادی تھی پھر ناراضی کا کیا سبب ہے؟ آپ نے پوچھا کیسے؟ آزاد گل نے سارا خواب بیان کیا۔ دونوں کے خواب میں سرمو فرق نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔

اس پر دونوں اٹھے اور بغل گیر ہو گئے۔ بعد کی کیفیت کو حکیم کے الفاظ میں سُنئے ”اے برادران من، ازان روز حالت ماہر دود گر گون شد و در کانون دل آتش عشق رسول کریم شعلہ زدن گرفت بعد ازان چند بار دگر ہم از دیدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مشرف شدم و در خواب حج ہم کردم گویا از طرف خداوند کریم این بشارت بود کہ یک روز ترا بر در گاہ خود و بر در بار حبیب خود خواہم آورد“

بعد ازاں آپ اور آزاد گل علیحدہ علیحدہ مقام پر چلے گئے۔ حتیٰ کہ ایک مدت کے بعد آپ مختلف مراحل طے کر کے ڈاکٹری کے عہدہ پر پہنچے۔ ان دنوں آپ کا جسم کام میں مشغول ہوتا تھا اور دل شب و روز حج اور زیارت روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تڑپتا رہتا تھا۔ مولانا جامی کی وہ غزل ورد زبان رہتی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے :-

کی بود یارب کہ رو در یثرب و بظا کنم  
کہ بمکہ منزل و گر در مدینہ جا کنم

جامی از جام وصال خورد چون یک جرعه ای  
تا بصرائے قیامت خویش را شیدا کنم

انہی دنوں آپ نے یہ غزل کہی تھی :-

ای پیک پاکبازان مدینہ گر در آئی  
چہ شود کہ حال زارم بر مصطفیٰ نمائی

آشوب خون روان کن سوز دلم عیان کن  
پیش نبی بیان کن در صورت گدائی

ای شاہ ہر دو عالم پرسان بکن ز عالم  
از حد گذشت دردم جان رفت از جدائی

مردم من از فراقت ماندہ بتن نہ طاقت  
جانم فدا ز نامت کہ تو جان جان مائی

دردی دگر ندارم پیش حکیم آیم  
مارا بس است جانان دیدار تو دوائی

آپ ہر وقت بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ صلعم کی زیارت کے شوق میں بیقرار رہتے۔ حتیٰ کہ حکومت نے آپ کو دو سال یا اس سے کچھ زیادہ مدت کے لیے عرب بھیجنے کے بارے میں استفسار کیا۔ آپ ان دنوں شفا خانہ سماستہ میں تعینات تھے۔ آپ کو اور کیا چاہیے تھا۔ فوراً تیار ہو کر روانہ ہو گئے۔ وہاں تین سال تک مقیم رہے۔ دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ آخر آب و دانہ کی کشش نے آپ کو مستونگ پہنچا دیا۔ خود لکھتے ہیں۔ ”آخر کار کشش آب و دانہ مرا بمستونگ آورد و درینجا

لہ۔ گلستہ حکیم۔ ڈاکٹر عبداللہ خان حکیم۔ لاہور ۱۳۲۲ھ ص ۴۲، ۴۳۔

خداوند کریم مراد گہ دولت نصیب کر دینی بیعت حضرت مولانا و مرہی نا حضرت  
محمد صدیق صاحب نقشبندی کردم۔ اے اہل مستونگ بخت شما مبارک  
کہ دریائے فیض در شہر شما جاریست۔ اگر شما از فیض این دریائے رحمت  
محروم بمانید پس تصور بخت شما خواهد بود۔“

آپ مولانا حضرت محمد صدیق صاحب نقشبندی کی محبت سے خوب  
فیضیاب ہوئے۔ آپ نے مستونگ اور مستونگ کے علاقے کے مکینوں کی  
بڑی خدمت کی۔ لوگ آپ سے دینی اور دنیوی امور میں مستفیض ہوئے عام  
لوگوں کی بھلائی کے لئے آپ نے کنواں بھی کھدوایا جو آج تک آپ کے نام  
سے مشہور ہے۔ آپ کو اپنے مُرشد کامل سے جو قلبی اور روحانی تعلق تھا  
اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کی ہر تصنیف میں حضرت محمد  
صدیق کا ذکر خیر ہے۔ جیسے

بیادر خدمت پیرم اگر راہ خدا خواہی

سر خود را بیچ از وی جو عشق مصطفیٰ خواہی

بنار عشق او مس تن خود را گداز اول

زا کبیر وجود پاک او گر کیمیٰ خواہی

مبارک نام او نام محمد بر صدیق آمد

حکیم این پیشوا کافیت گم راہ خدا خواہی

مناجات حکیم بانعت رسول کریم ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ خادم التعلیم

ستیم پریس لاہور میں چھپی۔ فارسی نعتیہ اشعار کی تعداد ۱۳۸ ہے۔ طرز بیان

توانا، شگفتہ اور متاثر کن ہے۔ بات دل سے نکلتی ہے اور روح کو گھائل

کر دیتی ہے۔ نعتیہ اشعار سے روح و قلب کی تسکین حاصل کیجئے اور راہ

عمل پر گامزن ہو جائیے۔

ای رحمة للعالمین واللیل وصف موی تو  
 طہ ولبین نام تو والشمس ذکر روی تو  
 علم وحیا و ہم ادب از حد برون دادست  
 ای ذات تو فخر عرب خلق عظیم ہم خوی تو  
 ای نازنین ذوالمنن وی حق پرست و بیت شکن  
 بیشک توئی آقای من جای پناہ ہم کوی تو  
 وہ وہ قد دلجوی تو رشک کمان ابروی تو  
 ای مہ نخل از روی تو سنبل بر شک انموی تو  
 هستی تو ختم المرسلین، معراج تو عرش برین  
 صد آفرین، صد آفرین، بروقت بازوی تو  
 کردی کلامی با خدا ماندی در آنجا ساہرا  
 یا مصطفیٰ یا مجتبیٰ ہر جاست گفت و گوی تو  
 اکثر بگیسو بستہ اند بعضی بروی دیوانہ اند  
 جمعی ز لب خون میخورند من کشتہ ابروی تو  
 ای سرور پیغمبران، شیدای تو اہل جہان  
 ہم این حکیم ناتوان شد مبتلا بروی تو

مولانا جامی کے بیت پر حکیم کی مسدس کا پہلا اور آخری بند ملاحظہ

کیجئے۔

خوش بود آن دم کہ دید گنبد خضرا کنم  
 سر کنم آنجا فدا، ہم شور و ہم غوغا کنم  
 بر نینم از درکش فریاد تا فردا کنم  
 گر شود قسمت مرا دیدار آن آقا کنم

کی بود یارب کہ روی در شرب و بطحا کنم  
 گہ بیکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم  
 ای حکیم من بگو بیچارہ حشران را دوا  
 من ندارم خواب و خوراز در دشتت سالہا  
 دیدہ گریان، سینہ بریان، ماندہ در رنج و عنا  
 ہجو جامی و در من این بیت صبح و مسا  
 کی بود یارب کہ روی در شرب و بطحا کنم  
 گہ بیکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم  
 جناب خان بہادر قاضی محمد جلال الدین خان متخلص بہ وجہزی (سی۔ آئی۔  
 ای) وزیر اعظم سابقہ ریاست قلات کی تعقیبہ غزل پر حکیم کی محسن کا بند  
 اول و آخر دیکھئے۔

می نطلبد کسی حل مسائل سائل + ننویسد کسی خط رسائل سائل  
 ترک دادہ است ہمہ کار و مسائل سائل + دل شیدا است بدان شکل و شامل مایل  
 در چنین کار شد از جملہ مشاغل شاغل  
 گرچہ آمد بجهان از ہمہ آخر و جزئی + هست شایان کہ بود بر ہمہ فلخر و جزئی  
 شد ظفر من حکیم اول و آخر و جزئی + صانہ اللہ کہ در دورا و آخر و جزئی  
 آپنجان است کہ در عہد او اہل و اہل

۱۔ مناجات حکیم مع نعت رسول کریم ص ۲۲۔  
 قاضی موسوف کے فرزند ارجمند قاضی محمد عیسیٰ خان بلوچستان کے اُن سربر آوردہ لوگوں  
 میں سے تھے جنہوں نے قیام پاکستان کے لیے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ قاضی محمد  
 جلال الدین کا کتب خانہ پشین میں ہے۔ اُس میں مطبوعہ کتب کے علاوہ متعدد بہت اچھے  
 قلمی نسخے موجود ہیں۔

مخمس محمود نامہ ۲۰ صفحات پر مبنی ہے۔ اسے محمد عبدالرشید عبدالعزیز نے بہاول پور سے لاہور سے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں زیور طبع سے آراستہ کیا۔ اس میں بھی پانچ نعتیں (۶۱ بیت) موجود ہیں۔ اشعار بہت دلکش و دل انگیز ہیں۔ حکیم ستایش و توصیف محبوب خدا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں پیش کرتے ہیں۔

محبت بر حکیم زار بخشید،  
چہ سان گویم صفتہای محمد

حکیم ناتوان را دست گیرای مہربان حضرت  
چو اورا مبتلای خویش امی خیر البشر کردی  
گلشن حکیم ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے شیخ الہی بخش و محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں چھپوایا۔ اس میں مختلف عنوانات کے تحت رسول اکرم صلعم کی بارگاہ میں گہمائے عقیدت پیش کیے ہیں۔ عنوانات یہ ہیں :-

در مدح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، غزل نعتیہ، در صفت مزار رسول کریم صلعم چندیں غزل نعتیہ۔ در اظہار اشتیاق والتجاشفاعت، در بیان معراج خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔ پیام حکیم بدرگاہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و مخمس نعتیہ۔ چند نعتیہ اشعار درج ذیل ہیں :-

محمد گل بوستان عربیٰ      حبیب خدا و قریشی نسب  
ندارم غمی پیشوایم چو اوست      زدشمن چہ باکم چو اوست دوست  
شفیع الوریایا بروز جزا      امام البرایا شہ انبیاء  
بیاران او باد از ما سلام      کہ بودند در کار دین صبح و شام

در آفتاب ہجر و فراقش بسو ختم + کی میرسم بسایہ دیوار محمد  
رفت این مریض عشق بہ پیش حکیم گفت + یابی شفا شربت دیدار محمد  
حکیم اسی مثنوی میں یوں دُعا گو ہیں۔

بروز و شب و سال و مہ ای کریم + ہمیں عرض دارد بہ پیش حکیم  
طفیل محمدشہ انبیاء + گنہ های مارا بخش ای خدا  
ابوبکر مستونگی<sup>لہ</sup> علیم اللہ علیم کے فرزند ارجمند تھے۔ ۱۳۵۹ھ میں وفات  
پائی اپنے والد محترم کی طرح ایک خوش بیان شاعر تھے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف  
اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں عقیدت کے پھول پیش کرنے میں خصوصی دلچسپی  
کا مظاہرہ کرتے تھے۔ وہ بسا اوقات ایک ہی مقام پر پہلے اللہ کی توصیف  
بیان کر کے پھر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک فرماتے  
ہیں۔ جیسے :-

حمد و ثنای بی حد بر آن خدای بی چون  
تصویر آدمی را سازد ز لطف مدفون  
کون و مکان دُنیا روز پسین عقبے  
از نور پاک احمد ظاہر نمود بیرون  
از نرگسان مستت نیم نظر بسویم  
گشتہ ز بعد دورت احوال ماد گرگون  
مشاق روی خوبت تنہا نہ این کمین است  
سفل و جملہ علوی خواہان شدند مجنون

لہ۔ بولان نامہ، کوئٹہ، ص ۲۷

اولس بلوچی کوئٹہ ستمبر ۱۹۴۵ء

شعر فارسی در بلوچستان، ص ۱۲۹۔



لو بکر خاکسارت دارد، بدل تمتا  
 خواتش یکی سگانت زان لعل در مکنون  
 عابد شاہ عابد کلی کرانی نزد کوٹہ جوچستی مودودی خاندان سادات کا  
 مسکن ہے، میں ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد  
 سید کریم بخش تھے۔ جو اس دور کے تعلیمی معیار کے لحاظ سے خاصی مذہبی تعلیم  
 کے حامل تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ عابد شاہ کو بھی مذہبی تعلیم دلائیں گے مگر  
 عابد شاہ ابھی چار پانچ سال کے تھے کہ وہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے بعد  
 ازاں ان کے ماموں آغا سید عمر شاہ جو سادات کرانی کے سردار تھے۔ ان  
 کے سرپرست مقرر ہوئے۔ سردار عمر شاہ نے بھی مذہبی تعلیم پائی تھی۔ جس کے  
 باعث ان کا گھریلو ماحول مذہبی انداز کا تھا۔ جہاں عربی کے علاوہ فارسی اور اسلا  
 تاریخ وغیرہ سے بھی گہرا لگاؤ ظاہر ہوتا تھا۔ اسی ماحول میں عابد شاہ کی زندگی  
 کی ابتداء ہوئی اور اسی کے نقوش ان کے دل و دماغ پر آخری دم تک مرتسم  
 رہے۔

انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں ہمارے دینی مدرسوں میں جو نصاب  
 رائج تھا اس سے عابد شاہ نے خاطر خواہ استفادہ کیا۔ فارسی شعرا کے دواویا  
 بھی آپ کے زیر مطالعہ رہے۔ مثنوی مولانا نے روم سے آپ کو گہری دلچسپی  
 تھی۔ اس کے مطالب کو بڑے دلنشین انداز میں بیان کرتے تھے۔ اسی مطالعہ  
 اور لگاؤ سے انہیں شعر کہنے کی تحریک ہوئی۔ گویا ان کی فطرت میں شعر گوئی کا  
 جذبہ ایسے پوشیدہ تھا جیسے چقماق میں آگ۔ چنانچہ انہوں نے فارسی، اردو  
 اور براہوئی کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ آپ کی وفات ۲۱  
 اپریل ۱۹۲۹ء/۱۳۴۹ھ کو ہوئی تھی۔

آپ کے مجموعہ کلام ”گلزارِ عابد“ کا ذکر آگے آئیگا۔ ایک اور یادگار ”نماز بہ ترجمہ منظوم فارسی“ ہے۔ جسے ۱۹۱۲ء/۱۳۳۳ھ میں چودھری کرم داد نے مطبع اسلام بروس روڈ کوئٹہ سے طبع کرایا۔ اس ترجمے کے فارسی اشعار کی تعداد ۱۰۵ اور اردو اشعار کی تعداد ۲۶ ہے۔ کل صفحات ۱۲ ہیں۔ منظوم ترجمہ سلیس و روان ہے۔ سید عابد شاہ نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ نماز ایسا ہو کہ قاری کی رُوح عزنی عبارات کے مطالب سے ہم آہنگ ہو جائے اور اُس کا دل باری تعالیٰ کے انوار اور نور محمدی سے منور و تاباں ہو سکے۔ ترجمے کے بعض حصے پیش خدمت ہیں:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا  
وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

کنم نیت ای رب من ذوالجلال      زہر عبادت توئی با کمال  
کنم رُخ بدرگاہ آن ذوالمنان      کہ کردہ است پیدا زمین آسمان  
نیم مشرک و کافر بی یقین      منم مومن و مسلم پاک دین  
اللہ اکبر۔

زجملہ بزرگ است مارا خدا      بہ اوصاف خود دست کامل خدا  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
بنام جہاندار مرسل رسل      کہ درخشش و رحم برتر زہر کُل  
درود شریف

خُدا یا بہ احمد بود رحمتت      بہ آل محمد بود رحمتت  
بزرگی و خوبی تراست ای خُدا      ترا هست زیند حمد و ثنا  
بہ حمد و آل اش خُدا یا تمام      فرستادہ بودی چہ برکت مدام  
خلیل اللہ و آل اورا تمام      فرستادہ بودی چہ برکت مدام

آخر میں سید عابد شاہ گویا ہوتے ہیں :-  
 بگویم خدا حق، محمد بہ حق نیکرین آئند اگر بر شرم  
 بدل جان غلام محمد شوم بہ صرد و جہان من اگر عابد م  
 محمد صالح الشاکر نے سورہ یسین کی منظوم تفسیر بعنوان ”النور المبین و  
 الدر الثمین“ حسب الاما نواب امیر حبیب اللہ خاں والی سابقہ ریاست  
 خاران بلوچستان مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور سے طبع کرائی۔ یہ منظوم تفسیر  
 ۱۷ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ / ۱۹۲۵ء کو اختتام پذیر ہوئی تھی۔ یہ ۲۲ صفحات  
 (بڑا سائز) پر مبنی ہے۔ منظوم تفسیر کے اشعار کی تعداد ۲۳۱، آنحضرت  
 صلعم کے حضور خمس کے اشعار کی تعداد ۷۱ ہے۔ صالح کی آواز آتی  
 ہے :-

یعنی ای خیر البشر ای سید انسان و جان  
 ای درون سینہ ات اسرار ربانی نہان  
 بردلت ہی آورد انوار وحی من ظہور  
 برفشان بر جملہ عالم از همان انوار نور  
 خواستم کاین منزل خاکی بتو گلشن کنم  
 ظلمت آباد زمین از شمع تو روشن کنم  
 وَالْقُرْآنَ الْحَکِیْمَ اِنَّکَ لِمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ  
 ہر کتاب پر ز حکمت ہا مرا سو گند باد  
 آنکہ رمزی زان بود در کہی عص  
 اینکہ ہستی ای محمد از گروہ مرسلین  
 لیک ممتازی بوصف رحمتہ للعالمین

۱۔ شعرقاری وہ بلوچستان، ص ص ۱۲۳ تا ۱۲۵۔

پس ممکن درکار تبلیغ و رسالت شک و ریب  
 خوان همه عالم بسوی گلشن ایمان غیب  
 آخر میں صالح شاکر اپنا مدعا یوں بیان کرتے ہیں  
 چشم را بر پشت پا میدارم از شرم گناه  
 در قیامت کن تو یسین را بر ایم عذر خواه  
 اس منظوم تفسیر کی افادیت و اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اشعار روائ  
 اور توانا ہیں۔ لطف بیان قابل توصیف ہے۔  
 ملا ولی محمد پنجگوری سپر ملام غلام محمد ملازئی تسب (مکران) کے رہنے  
 والے تھے۔ انہوں نے اپنی مثنوی ”مثنوی بہرام خان ثانی“ ۱۰ محرم ۱۳۲۶ھ /  
 ۱۹۲۷ء کو مکمل کی۔ اس میں وہ نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 سلسلے میں گویا ہیں :-

ابدشاحیش بر شاہان شہنشاہ ،  
 نبی را دادہ او این تاج و دستگاہ  
 زاکرامش دو عالم گشت پیدا  
 کہ و صفش گشتہ در قرآن ہویدا  
 زیزدان وصف او مشہور گشتہ  
 جہان از برکتش معمور گشتہ  
 دعای عرض حاجاتی بگویم  
 شود گر مستجاب این آرزویم ،  
 چو وقت تنگی سکر ات آید  
 مدد کن جان بہ آسانی بر آید

۱۔ بلوچی دنیا، ملتان، مئی ۱۹۶۹ء۔

شعر فارسی در بنوچستان، ص ۱۳۵ تا ۱۳۸۔

بہ محشر گرمی بازار آید،

زرِ حمت سایہ ای بر سر فزاید

سید غلام حیدر شاہ حنفی<sup>ؒ</sup> خاندان سادات چشتیہ کے باوقار بزرگ  
سید محمد زمان شاہ کے ہاں تیری مستونگ روڈ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں پیدا  
ہوئے۔ بچپن میں دینی مدارس سے مذہبی تعلیم کی تحصیل کا آغاز کیا اور متعدد  
علماء سے فیضیاب ہوئے۔

گھر میں چھوٹا سا مطب تھا جس سے غریب مستفیض ہوتے تھے۔  
سستی میں جمعہ کے دن ۱۳ رجب ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۵۱ء کو  
وفات پائی۔

بسا اوقات ذکر خداوندی میں گریہ و زاری سے بے ہوش ہو جاتے۔  
عموماً جمعہ کو منبر پر کھڑے ہو کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو نذرانہ عقیدت  
پیش کرتے۔ آواز میں بلا کا سوز تھا۔ اردو، فارسی عربی پر دسترس کے  
علاوہ بلوچی، پشتو، سندھی اور بروہی سے بھی کما حقہ واقف تھے۔ انگریزی  
بھی روانی سے بول سکتے تھے۔ آپ کے قلمی دیوان کا نام ”گلدستہ حنفی“ ہے  
جو ۷ ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۵ء کو مکمل ہوا۔ نعتیہ کلام ملاحظہ فرمائیے:-

سید الامع انوار تو سبحان اللہ

پر تو خوبی رُخسار تو سبحان اللہ

تاج لولاک بسر کردہ ای ختم رُیل!

ہمہ گویند بدیدار تو سبحان اللہ

۱۔ بلوچستان میں فارسی شاعری، ص ۲۲۱، ۲۲۲۔

۲۔ گلدستہ حنفی قلمی ص ۲۔

از غم غفلت اُمت نبوده خواب شبی  
 واه بر دیده بیدار تو سبحان الله  
 زیر انگشت ابو جهل حجرت گواه  
 کردن معجزه اظهار تو سبحان الله  
 چون شب هجر تو در گریه مرادید فلک  
 گفت ز این دیده خونبار تو سبحان الله  
 خنقی چون بوصول تو مشرف گردد  
 خواند از شوق بدر بار تو سبحان الله

نعت بی نقطه ۱۰۰-

آه سردم کارگر گردد در شد ما را صدا  
 محو کردم شردم در راه اسم احمد  
 نعت سرور عالم در جواب صد سلام سعدی<sup>۱۰۰</sup>  
 السلام ای محرم اسرار حق  
 السلام ای منزلت بام فلک  
 السلام ای گوی تو خلد برین  
 السلام دربان تو روح الایمن  
 السلام از صمت بلیغ العالی  
 السلام از نور تو کشف الدجی  
 السلام پیغمبر آخر زمان  
 السلام ای فخر جمله اُمتان

۱۰۰- گلستانه خنقی، قلمی، ص ۵-

۱۰۱- ایضاً ص ۲۰-

## سید فریادِ حنفی راشنو

ہر زمان در سینه دارد درد، نو

چار یارانِ بی کا ذکرِ خیر:

یک شفیع باشد من پیش تو آوردم چہ ہار

سرنگون گشم و از لطف زخاکم بردار

مخس کے اس بند میں اُردو کا استعمال کیا ہے۔

صہوجیان صبح و مسا خوانند باشوق این صدا

گویند با صدق و صفا تسبیح ہر شاہ و گدا

ہر جنس در فانی سردار ندیم این مدعا

دیروز در بوستان سراہمہ طوطیان خوش نوا

پڑھتے تھے نعتِ مُصطفیٰ بلغِ العالی بِکمالہ

سردار گل محمد خاں زیب مگسی فرزند سردار قیصر خان (برادرِ کلالِ یوسف

علی خاں عزیز) ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء میں جھل مگسی میں پیدا ہوئے اور ۱۳۷۳ھ

/ ۱۹۵۳ء میں وفات پائی۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ علم و دانش کے حصول

اور علمی و ادبی سرمایے کے مطالعے میں صرف کیا اور علمی مراکز سے دوز بٹیج

کر علم کی شمع کو اس طرح روشن کیے رکھا کہ آج اسی کے طفیل زیب کا نام

زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

یوں تو ذی ثروت سرداروں میں سے تھے لیکن عادات درویشانہ اور

طبیعت قلندرانہ پائی تھی۔ دنیوی جاہ و جلال کی بجائے بے نیازی اور سادگی

۱۔ گلشنِ حنفی، قلمی، ص ۲۵۔

۲۔ ایضاً، ص ۳۰۔

۳۔ بلوچستان میں فارسی شاعری ص ۲۳۹، ۲۴۰۔

کو اپنایا۔ بقول خود

مراد سلطنت را ترک کردم بہر درویشی

چو ابراہیم ادھم ملک و ساماں دادم و رفتم

زیب کے فارسی کلام پر مشتمل دو دیوان (پنج گلدستہ زیب یعنی پنج دیوان فارسی، نو کشور، لکھنؤ ۱۳۵۰ء۔ خزینۃ الاشعار یعنی مخمسات زیب، نو کشور لکھنؤ ۱۹۳۴ء) چھپ چکے ہیں۔ تیسرا فارسی دیوان ارمغانِ عاشقاں جو ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں مکمل ہوا اور ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ چوتھا قلمی دیوان اُردو مخمسات پر مبنی ہے۔ ان دو دواوین میں سے چیدہ چیدہ اشعار پیش کیئے جاتے ہیں۔

متمنع زیب کا پہلا بند یہ ہے :-

موسیٰ براہِ مدین یوسف بچاہ بود + یونس بطنِ حوت چو درابرمہ بود

نوح از فساد قوم بضر یادو آہ بود + ابنِ خلیل حاضر در ذبح گاہ بود

خود حضرت خلیل در آتش چو گاہ بود + یعقوب اشک ریز بشام و پگاہ بود

ایوب را صحت ز عوارض تباہ بود + احمد بغار از خطرِ خصم آہ بود

بر ہر کہ ہر چہ بود خدائیش پناہ بود

مخمس بر غزل مولانا نور الدین عبدالرحمن جامیؒ کا پہلا بند :-

ای برتر از خلیل و کلیم و حبیب رب + ذاتت ظہورِ عالم اسباب را سبب

نعت تو بر زبان دلم از خدا و بہب + روحی فداک ای صنم ابطلی لقب

آشوب ترک شور عجم فتنہ عربؒ

۱۔ پنج گلدستہ زیب، ص ۱۲۸۔

۲۔ خزینۃ الاشعار، ص ۲۷۔



مخمس برغزل میرجان محمد لوبروی<sup>۱</sup> کا ابتدایہ<sup>۲</sup> :-  
 کشند آہ گروہ خدا ازین مردم + بارہ رفت سر ذکریا ازین مردم  
 چشیدہ زہر حسن مجتبیٰ ازین مردم + کشیدہ است جفا مصطفیٰ<sup>۳</sup> ازین مردم  
 و گرچہ دیدگو مرتضیٰ<sup>۴</sup> ازین<sup>۵</sup> مردم

مخمس برغزل مرزا احمد علی مستونگی (المتوفی ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء) کا  
 آخری بند<sup>۶</sup> :-

غم و بجز و کامش دل ہمہ گشتہ جمع احمد + بہ صہمین چوزیب ریزد ز ملال دمع احمد  
 بہ تمام ما سوایت نہ نمود طمع احمد + رُخ خود نما کہ دارد دل ہمچو شمع احمد  
 بجمال آتشینت ہو سے گداز کردن

”ارمغان عاشقان“ میں متعدد حدیثوں کا بر محل استعمال (جو اچھوتا  
 بھی ہے) ملتا ہے جیسے:

از حیرا ظالم شدی بر من بہ گفتار رقیب<sup>۷</sup>  
 یاد کن انظلمتہ واعوانہا فی النار مرا

سُرمہ وقت خواب باید کرد در چشم ای عزیز  
 کامدہ با بکل عند النوم قول مصطفیٰ<sup>۸</sup>

۱- خزنیۃ الاشعار، ص ۲۴۷۔

۲- ایضاً، ص ۲۹۲۔

۳- بلوچستان میں فارسی شاعری، ص ۲۵۵۔

۴- ارمغان عاشقان (قلمی) غزل نمبر ۲۲۔

دو تَعْتِیہ شعر :-

چہ غم این زب را یا مصطفیٰؐ کا اینجا توئی یا اور  
در آنجا ہم چہ غم داریم چون تو در میان باشی

تاج ایران کہ خراج از ہمہ شاہان گیرد  
میکند سجدہ بدستار رسولِ عربیؐ

زب مگسی کے اُردو مخمسات میں سے جرأت کے اشعار پر مخمس کا ایک بند  
ملاحظہ فرمائیے :-

زبے شمس الضحیٰ بدرالذحیٰ فخر ہمہ اُمت

رحیمے رحمت للعالمینے قلزمِ قدرتِ اُ

چلی اُس کی نبوت سے ولایتِ نعمت اور برکت

سپہر معرفت حق کا ہے وہ مہر الوہیت

کہ جس کا دین روشن آئندہ ہے حق نمائی کا

مُلا اسمعیلؑ پسر مُلا اللہ بخش مکران کے پھل آباد گاؤں میں ۱۳۰۳ھ /

۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں تپ سے دو میل کے قریب دور شمال

کی طرف واقع ہے۔ درمیان میں دریائے نہنگ بل کھاتا ہوا گزرتا ہے

۱۔ ارمغانِ عاشقان (قلمی) ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء غزل نمبر ۱۰۳۷

۲۔ ایضاً ، غزل نمبر ۱۰۷۴

۳۔ مخمساتِ زب (اُردو) قلمی ورق ۴۸ ب - ۱۹۴۰ء

۴۔ بلوچستان میں فارسی شاعری ، ص ۲۴۳ - ۲۴۴

۵۔ شعر فارسی در بلوچستان ، ص ۱۷۸ - ۱۷۹

۶۔ مہماتِ بلوچستان حصہ دوم ، ص ۲۶۸ - ۲۶۹

پھل آباد تحصیل تمپ کا ایک خوبصورت اور بارونق گاؤں ہے۔ آپ کے والد بھی بہت اچھے شاعر تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ رند بلوچ سے ہے۔ آپ کا شجرہ نسب ہے :-

مُلا اسمعیل بن مُلا اللہ بخش بن غلام محمد بن سعید بن مُلا اسمعیل  
بن سیف الدین۔

آپ نے درس نظامیہ کی متداول کتابیں قاضی داد محمد صاحب نظر آبادی سے پڑھیں اور زندگی کا بیشتر حصہ وطن ہی میں گزارا۔ ذریعہ معاش کاشتکاری تھا اور آخری عمر میں آپ نے ایک دکان بھی کھول لی تھی۔ آپ کا شاعری سے لگاؤ فطری تھا۔ گھریلو ماحول بھی شعر و سخن کے لیے سازگار تھا۔ آپ نے فارسی اور بلوچی دونوں زبانوں میں شعر کہے ہیں۔ چند نعتیہ اشعار یہ ہیں :-

یا محمد مصطفیٰ گروم فدای روی شما  
کی شود آندم بیایم من بجان سوی شما  
برگزیدت حق تعالیٰ از ہمہ پیغمبران  
ہم بہ قرآن صفت "والشمس" از روی شما  
نام تو حضرت محمد مصطفیٰ سلطان دین  
کفر از عالم برون از زور بازوی شما  
ذات پاک توبہ بطی در عرب کردہ ظہور  
زاں سبب آحد قرآن از بہ ابروی شما  
حکم تو از شرق تا غرب جملہ بر عالم رسید  
گردن شاہان عالم زیر زانوی شما  
ہر دو عالم را قبائی ساختند از بہر تو  
گشت کوتاہ از برای قد دلجوی شما

اسمعیل اُمیدوار هست از شفاعت روزِ حشر  
تو شفیع المذنبینی من سگ کوی شمس

پروفیسر آغا صادق حسین صادق ( ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۹۸ھ ) کا کلام فارسی  
کا مجموعہ ”شاخ طوبی“ دوسری بار طاہرہ نقوی نے اسلامیہ پریس کوئٹہ  
سے چھپوایا۔ کل صفحات ۱۲۲ اور ہدیہ پانچ روپے ہے۔

نعت سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں آغا  
صادق کہتے ہیں:-

ہادی اقوام عالم مصطفیٰ است

مصلح اولادِ آدم مصطفیٰ است

صورتِ انسانیت آراستہ

سیرتِ اقوام را پیراستہ

او علانان آرا سلیمانی سپرد

چاکران را فرس سلطانی سپرد

بر یتیمان شایہ شفقت نمود

بر غریبان دامن رحمت کشود

ذره ام از تابشے مہم بساز

لُوح را از سوزِ عشق خود گداز

شب معراج نبویؐ

ملک آئیہ قاب تو شین خواندہ

چو ختم المرسل سوزے افلاک آمد

فلک شد مقامِ سفر اللہ اللہ

مقاماتِ فخر بشر اللہ اللہ

سید ماہر علی شاہ المتخلص بہ ماہر افغانی ۸ مارچ ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے  
 آپ کے والد بزرگوار سید محبوب علی شاہ ریٹائرڈ سول جج بلوچستان تھے وہ  
 ۱۹۳۵ء کے زلزلے کے بعد لاہور گئے تھے۔ ماہر افغانی زیادہ عرصہ بلوچستان  
 میں رہے ہیں۔ بیشتر عرصہ کوئٹہ میں رہے لیکن دو دو چار چار سال لورالائی  
 سبی اور قلعہ سیف اللہ میں بھی والد کے ہمراہ گزارے۔ ۱۹۴۷ء سے  
 کوئٹہ ہی میں سکونت پذیر ہیں۔ اس سے پہلے ملازمت کے سلسلے میں  
 دہلی بھی رہے۔ وہاں ریڈیو کے علاوہ مشاعروں میں بھی شرکت فرمائی۔ اردو  
 شعبہ گونی کا آغاز ۱۹۴۰ء میں ہوا۔ بعد ازاں فارسی اور انگریزی میں بھی  
 شعر کہنے لگے۔ دو سال تک روزنامہ ”زمانہ“ کوئٹہ سے وابستہ رہے اور  
 روزانہ فکاہی مضامین یا انشائیے یا قطعات یا اخلاقیات سے متعلق مضامین  
 لکھے۔ آپ کوئٹہ کی علمی اور ادبی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ فارسی کے  
 چند نعتیہ شعر ملاحظہ کیجئے :-

گلزار تازہ دم ز صبائے محمدؐ است  
 ہر غنچہ مشک بیز پائے محمدؐ است  
 ہر شاخ پرز گل شدہ مانند نمبرہا  
 ہر برگ سبزہ روز دایے محمدؐ است  
 بلبیل بہ شاخسار کہ آواز مست گشت  
 واللہ پڑا اثر ز لوائے محمدؐ است  
 آن ہر صدائے خوش کہ کند دوز زنگِ دل  
 آن ہر صدادر اصل صدائے محمدؐ است  
 ماہر فقط خدا و علیؑ اند باخبر  
 اورا مقام چیست چہ جائے محمدؐ است

مصطفیٰ آن اولین خلقِ خدا + صاحبِ معراجِ آن خیر البشر  
 صاحبِ قوسین و اودانی است + از مقامِ اوست ما را این خیر  
 خاتم و خاتمِ بہر صورتِ درست + پس چہ میگردی پس زیر و زبر  
 در شبِ معراجِ گو جبریل بود + تابه سدرہ ہرکاب و ہم سفر  
 خاصِ حق ہر چند جبریل است + مصطفیٰ ۴ دارد مگر جائے دگر  
 بعد سدرہ شد مقامِ اش آشکار + مصطفیٰ ۴ دارد مقامِ بیشتر  
یعقوب علی انیس

سرورِ کون و مکان محبوبِ یزدانِ مصطفیٰ ۴  
 منظرِ انوارِ حق مہرِ درخشانِ مصطفیٰ ۴  
 منبعِ علم و کمال و اخترِ حسن و جمال  
 فخرِ موجوداتِ عالمِ حُسنِ انسانِ مصطفیٰ ۴  
 باری باری شمعِ در انجمنِ سوزید و رفت  
 لیک باشد تا ابد شمعِ فروزانِ مصطفیٰ ۴  
 پُر شکوہ تراز محمد گشت عرشِ باشکوہ  
 اے انیس آندم کہ آنجا بود مہمانِ مصطفیٰ ۴  
 منم زندہ نام نامی محمد + درخشانِ جہانم ز نامی محمد  
 بیاتشہ کامی رہ معرفت + شرابی بنوشم ز جامی محمد  
 نکوترز فرمانِ روائی انیس + کہ باشم من اوتا غلامِ محمد

چہ غم دارم نگہبانم خداست  
 محمد رہبر و ہم رہنما است

محمد مصطفیٰ در ہر دو گیتی  
 شفیع و جان پناہ حاجت روا است

انیس آن ہر دو گیتی شاد بادا  
 کہ در آن مصطفیٰ فرماں روا است  
پروفیسور شیخ خوش محمد مستونگی

یا رسول ہاشمی یاسید والا گھر + وصف تو ہرگز ننگیند در دل خاکی بشر  
 وصف تان را کرد آن خدای پاک + لولاک کما خلقت الافلاک  
 ماہر منس غیب و بیکسیم + خون دل داریم پشت میکنیم  
 نذر مارا کن قبول ای نکتہ دین + زانکہ ما ہیتم بے روح و روان  
 دادہ بودی آنچه ما اعلم دین + آنکہ مارا برود بر چرخ ہرین  
 ماسیہ بختان غافل در سرب + کردہ ایم سرمایہ دین را خراب  
 آئینہ ایم حقور و مظلوم و جمود + روی از ما تافتہ چرخ کبُود  
 پیش تو فریاد خواہان آمدیم + سر فگندہ دل فگار ان آمدیم  
 ایکہ از سوز تو میسوزد وجود + باز خواہیم آنکہ آن روزی کہ بود  
 باز مسلم راہمان موزد رون + عطیہ کن آن عشق آن زور جنون  
 باز خیز از عرب بانگ یقین + نعرہ بجگیر آن صحرا بی سین  
 قیس آوارہ پی ییلائی دین + در عرب منزل کند محمل کبین  
 باز مسلمان بر مسلمان رحم خوان + باز آئند آء علی الکفار شات  
 وحدت مسلم سراپا رحمت است + از برائے جان اعدا رحمت است  
 وحدت مسلم خدایا زندہ آباد + دین احمد ہر زمان پائندہ یاد

## باب ششم

## اُردو نعت گوئی اور چند متعلقہ کتب

نثار احمد نام محشر تخلص (دیارِ حبیب<sup>۱</sup> کی نسبت سے رسولِ نگری کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وطن یا نسل کی کسی بھی نسبت سے وابستہ نہیں ہونا چاہئے گویا ان کی نسبت وطنی یا نسلی نہیں بلکہ نظریاتی اور اعتقادی ہے) ۲۹ مارچ ۱۹۱۴ء کو کوٹہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار میاں الہی بخش ۱۸۹۰ء میں ضلع گجرات (پنجاب) کے ایک گاؤں رسول نگر سے بلوچستان آئے تھے۔ جہاں آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے باعث قیام پذیر ہو گئے تھے۔ رسول نگر دریائے چناب کے کنارے پر ایک تاریخی قصبہ ہے۔ جہاں عرصے تک آنحضرتؐ کے تبرکات محفوظ رہے۔ یہ مقدس تبرکات آج شاہی مسجد لاہور کی زینت ہیں۔

میاں الہی بخش پہلے محکمہ تعلیم میں ملازم رہے۔ پھر محکمہ پولیس میں ملازم

۱۔ شمشاد خراماں، محشر رسولِ نگری، کوٹہ، ۱۹۷۸ء، ص ۴۔

بلوچستان میں اُردو، ص ۳۹۵۔

۲۔ تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ۲۱۔



اختیار کر لی۔ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۲۸ء میں جب آپ سب انسپکٹر سبی پولیس تھے تو آپ نے وفات پائی اور کاسی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ عمر بھر شریعت کی نہایت سختی سے پابندی کرتے رہے۔ صدقِ مقالؑ اور اکلِ حلال میں مشہور تھے۔ سرکاری اور دنیوی کام کاج کے ساتھ ہمہ وقت ذکرِ الہی میں محو رہتے اور آپ کا عمل ”دست بہ کار و دل بہ یار“ کے مصداق تھا۔

محشر صاحب نے میٹرک ہی سے شعر کہنا شروع کیا۔ اُن دنوں یہاں ایک صاحبِ خدمت زبیری بی۔ اے ملٹری آڈٹ میں ملازم تھے، جو میرٹھ کے رہنے والے تھے اور شاذ و نادر ہی شعر کہتے تھے۔ لیکن علمِ عروض میں ماہر تھے محشر نے ان سے سبقاً سبقاً عروض سیکھا اور اصلاح کے معاملے میں اپنی طبعِ خدا داد ہی کو اُستاد بنایا۔ کسی اُستاد کی شاگردی اختیار نہیں کی۔

۱۹۳۱ء میں میٹرک پاس کیا۔ بعد میں بلوچستان کی مشہور ادبی انجمن ”بزمِ ادب“ میں شامل ہو کر علم و ادب کی خدمت کرتے رہے۔ آپ ”بزمِ ادب“ کے جنرل سیکرٹری بھی رہے۔ آپ قیامِ پاکستان تک باقاعدہ مشاعروں میں شامل ہوتے رہے مگر بعد میں شاذ ہی کسی مشاعرے میں حصہ لیا بلکہ کچھ عرصے کے بعد مشاعروں میں جانا قطعاً ترک کر دیا۔

محشر صاحب اپنے والد محترم کے کردار و سیرت سے متاثر تو تھے ہی مردان (صوبہ سرحد) کے مردِ حق شمس الدین شمشادؒ (۲۱ مارچ ۱۹۰۱ء — ۲۴ ستمبر ۱۹۵۲ء) کی صحبتِ کیمیاء سے (۱۹۲۹ء تا ۱۹۵۲ء) فیضِ یاب ہوئے اور اُن کی وفات تک خط و کتابت کے ذریعے سے بھی اکتسابِ علم کرتے رہے۔ حضرت شمشادؒ حسین شاہ قلندریؒ (جن کا مزار پشاور کے قریب موضع کوٹلی میں ہے) سے بیعت ہوئے۔ اور وہ حضرت اخونزادہ گل علی شاہؒ (جن کی آخری آرامگاہ گڑھی کپورہ میں ہے جو مردان سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے) کے مرید تھے۔ ان کا سلسلہٴ مخدوم لال شہباز قلندریؒ (اصل نام شیخ عثمان بن

حسن مروندی — وفات ۶۷۳ھ / ۱۲۷۲ء خلیفہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ سے ملتا ہے۔ سندھ میں اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں مخدوم لال شہباز قلندریؒ کا بڑا حصہ ہے۔ اُن کا اثر بلوچستان میں بھی ملتا ہے۔

مختصر رسول شگری کی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں۔ جن کی کیفیت درج کی جاتی ہے۔ آپ کا کلام اور آپ کی تقاریر جو آنحضرت صلعم کی سیرتِ طیبہ اور اسلامی موضوعات سے متعلق ہوتی ہیں۔ ریڈیو پاکستان کے تمام سٹیشنوں سے نشر ہوتی رہتی ہیں۔

۱۔ تیغ و قرآن : سائز ۲۲ × ۱۸ کھائی چھپائی، کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۹۸ صفحات قیمت دو روپے آٹھ آنے۔ ملنے کا پتہ اسلامیہ سٹیشنری مارٹ، قندھاری بازار کوئٹہ۔

اس کے سرورق پر یہ شعر درج ہے :-

اک ہاتھ میں شمشیر ہواک ہاتھ میں قرآن  
اے مومنِ جانناز تری شان یہی ہے

اس میں ”تیغ و قرآن“ کے جلیل القدر موضوع پر نہایت قیمتی نظمیں جمع کر دی ہیں۔ اُن میں سے بعض کے عنوانات یہ ہیں : فقر و جہاد، حسینؑ اور اسلام، آزادی، اسلامی حکومت، مرد مجاہد، جوہر اسلام، اسلامی نظریہ جنگ، عید قربان کا پیغام، محمدؐ۔

چند اشعار یہ ہیں :-

کرنی پڑے گی عدل پہ قربان قومیت  
مکر و دغا نہیں، یہ سیاست خدا کی ہے  
اے شیخ! ترے فقر کا منکر ہے زمانہ  
دنیا کو دکھا معجزہ گسرم نگاہی

دامنِ تاریخِ ملت میں کمی کس شے کی ہے  
 اُسوہِ فاروقِ رضی بھی ہے، مسلکِ شبیرِ رضی بھی  
 تیغِ زن ہوتے نہیں ذاتی خصومت کیلئے  
 ہم تو لڑتے ہیں فقط حق کی حفاظت کیلئے  
 نفسِ انساں بھڑپا ہے خوفِ عقبیٰ کے بغیر  
 ہے تین بے روح ہر قانونِ تقویٰ کے بغیر

۲۔ نظامِ نو: ضخامت ۲۸ صفحات قیمت آٹھ آنے، کورسٹ میں طبع ہوئی  
 سرورق پر یہ شعر درج ہے۔

اُٹھ کر ضربِ پے بہ پے سے یہ جہاں برہم کریں  
 اپنی خاکستر سے پیدا اک نیا عالم کریں

اس کے پس منظر میں دوسری عالمگیر جنگِ یورپ کا زمانہ ہے۔ 'ابلیس' اُفقِ مغرب سے عالمِ انسانی کو حقارت آمیز لہجے میں مخاطب کرتا ہے۔ روحِ مغربِ جواب دیتی ہے۔ روحِ مشرق کروٹ لیتے ہوئے کہتی ہے۔ اسکے بعد شاعر نے عالمِ بالا پر اہم ترین فرشتوں کو آپس میں انہی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے دکھایا ہے۔ آخری پیغام کی وضاحت کرتے ہوئے شاعر نے مغربی تہذیب کی حقیقت بتائی ہے اور اسلام سے اس کا موازنہ کیا ہے۔ دینِ حق یا دینِ فطرت کے تقاضوں کو ظاہر کرنے کے بعد یہ مشورہ دیتے ہیں:-

اُمّتِ وسطیٰ بناؤ ملتوں کو توڑ دو  
 بندۂ حق بن کے ساری نسبتوں کو توڑ دو  
 دو خدا یاں جہاں کو دعوتِ آئینِ حق  
 اہلِ دُنیا کو بلاتے جاؤ سوئے دینِ حق  
 جتنے بڑھتے جائیں گے روئے زمین پر حق پرست  
 سہل ہوتی جائے گی ہر لحظہ باطل کی شکست

شرعِ قرآن کا تقاضا عام ہوتا جائے گا  
 ہر نظامِ ماسویٰ ناکام ہوتا جائے گا  
 رفتہ رفتہ اک مکمل انقلاب آجائے گا  
 پھر جہاں میں حق کا دور کامیاب آجائے گا

۳۔ مثنوی صحیفہ فطرت (حصہ اول) سنہ طباعت ۱۹۵۷ء طابع و ناشر  
 میاں افتخار یوسف، پاکستان پریس کونٹریٹ فنڈامنت ۹۵ صفحات قیمت  
 ڈیڑھ روپیہ۔

یہ مثنوی اُس دور میں لکھی گئی۔ جب محشر صاحب کی زندگی ”قال“  
 سے ”حال“ کی منزل میں داخل ہو چکی تھی۔ بقول اُن کے :-

جنونِ عشق نے کھولے ہیں جو رموزِ حیات  
 ضمیرِ شعر میں اُن کو سمو کے لایا ہوں  
 حقیقتوں کے گہرائے تاب دار ہیں یہ  
 کہ جن کو تارِ نظر میں پرو کے لایا ہوں

”صبحِ نو“ میں حق کے ایسے کامرانی کے دور کی بشارت دی گئی ہے جس کی  
 خاطر آسمان سے امرحق نازل ہو چکا ہے۔ اس انقلابِ نو کے لئے قدرت  
 کے نہاں خانے میں ایک نیا انسان بنایا جا رہا ہے جو حقیقی پر حقیقی معنوں  
 میں نیابتِ الہی کا فرض ادا کرے گا۔ اس کی پہچان یہ بتائی ہے :-

اس کا ظاہر پیکرِ مولا صفات  
 اس کا باطن منظرِ عرفانِ ذات

یہ حق کا شاہکار ایمان و عشق کی غیر فانی قوتوں سے انقلابِ برپا کرے  
 گا، اسی لئے آپ مدعیانِ اسلام کو مشورہ دیتے ہیں :-  
 عشق و ایماں کی صفت پیدا کرو  
 اور پھر اسلام کا دعویٰ کرو

زندگی میں مقصد کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے۔ محشر رسولِ نگرہی کے  
نزدیک ملتِ اسلامیہ کے لئے عظیم ترین مقصد رضائے الہی ہے:

مقصدِ ہستی رضائے دوست ہے

مغزِ ایماں ہے یہ، باقی پووست ہے

اس مقصد کے حصول کے لئے حق سے غیر معمولی عشق بھی ضروری ہے  
جس کی بہترین اور مکمل مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے  
مل سکتی ہے۔ بقول محشر:-

عشق کیا ہے؟ اتبَاعِ مُصْطَفٰیؐ

عشق کیا ہے؟ صبر و تسلیم و رضا

جس کو اللہ تعالیٰ کے قرب کی خواہش ہو، اس کے لئے یہ نسخہ

تجویز کیا ہے:-

پہلے وہ انساں کی دلداری کرے

درد کے ماروں کی غم خواری کرے

کیونکہ رازدارانِ حقیقت کا یہی شیوہ رہا ہے:-

برگ گل پر گوہرِ شبنم بنے

زخمِ دل دیکھا جہاں مرہم بنے

اسی سلسلے میں حضرت علیؑ کا ایک واقعہ دلچسپ انداز میں صفحہ قرطاس

پر منتقل کیا ہے جس سے مضمون کی اثر آفرینی میں اضافہ ہوا ہے۔ مثنوی

میں زندگی کے مسائل کو حکایات کے ذریعے پیش کرنے کا انداز پرانا ہے

مولانا رومی کے ہاں اس کا خاص اہتمام نظر آتا ہے۔ محشر رسولِ نگرہی نے

مسائل کی توضیح کے لئے طبع زاد حکایات کے بجائے تاریخِ اسلام کے مستند

واقعات قلمبند کر دیئے ہیں۔ مثلاً قلب و نظر کی عفت کی تعلیم اس طرح

دیتے ہیں:-

نفس کو قابو میں رکھ اور تن کے رُہ  
 ان زلیخاؤں میں یوسف بن کے رُہ  
 حضرت خنساءؓ جب راہِ حق میں اپنے چاروں بیٹوں کو قربان کر چکیں  
 تو فرط شوق میں جھوم کر کہنے لگیں :-

گیت گاؤں کیوں نہ اُس کی مدد کے  
 جس نے بیٹوں کی شہادت سے مجھے  
 خدمتِ دیں میں مکرم کر دیا  
 دامنِ مقصود میٹرا بھر دیا

مشر نے فقط نظریات ہی پیش نہیں کیے بلکہ عمل پر بھی ابھارا ہے  
 اور آخری مشورہ یوں دیتے ہیں :-

اب نہ آہِ صبح گا ہی چاہیے  
 خون سے حق کی گواہی چاہیے

مشر صاحب نے اس مثنوی میں زندگی کے حقائق کی ترجمانی کرنے  
 کے لئے اُردو زبان کو منتخب کیا ہے۔ اس سے جہاں اس امر کا انکشاف  
 ہوتا ہے کہ اس زبان میں حقائق زندگی ادا کرنے کی پوری صلاحیت موجود  
 ہے۔ وہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حقائق و معارف کے بیان کیلئے اُردو  
 زبان کے دامن کو وسعت دینے اور اعلیٰ و ارفع دینی و اخلاقی اقدار کو  
 اُجاگر کرنے کے سلسلے میں بلوچستان کے صاحبِ حال شاعر نے کیا قابلِ قدر  
 خدمت انجام دی ہے۔ توقع ہے کہ اس مثنوی کے مزید حصے جلد طباعت  
 کے مراحل طے کر لیں گے۔

۴۔ فخر کوئین : (حصہ اول) سرورق چہار رنگا، جاذب نگاہ، ضخامت  
 ۲۰×۳۰ سائز کے ۱۹۲ صفحات۔ پہلی بار جنوری ۱۹۴۱ء میں کوئٹہ میں چھپی  
 تھی۔ دوسری دفعہ اکتوبر ۱۹۴۲ء میں پنجاب بک ڈپوسٹری روڈ لاہور

سے شائع ہوئی۔ قیمت پانچ روپے، اشعار کی تعداد ایک ہزار چار سو ستر۔  
 اس حصے میں آنحضرت کی ولادت سے ہجرت تک کے واقعات کا مفصل  
 جائزہ لیا گیا ہے۔ مختار صدیقی نے ایک پُر مغز تنقیدی دیباچہ لکھا ہے جو قاری  
 کے ذوق کی تسکین کے علاوہ آفاقی اور مقصدی ادب کو سمجھنے کے مواقع  
 فراہم کرتا ہے۔ کتاب مسدس میں ہے جس کا ہر بند ایک خاص ربط و  
 تسلسل کا حامل ہے۔ مختار صدیقی نے صحیح لکھا ہے کہ ”نظم کا تخلیقی محرک جو  
 جذبہ ہے، اس میں آرزو مندی کا گداز ہے۔ جوش اور جذبے کی یہ شیفتگی  
 اس نظم کو ایسے خلوص سے مالا مال کرتی ہے جو بلاغت کی جان ہے“ محمد طاہر  
 فاروقی کے الفاظ میں اتنا اضافہ اور کیجئے کہ ”یہ گداز“ جوش اور جذبہ غمازی  
 کرتا ہے مصنف کے دل کی گہرائیوں کی اور اسی لئے اس میں بلا کا اثر اور  
 تاثیر نظر آتی ہے“

سید اقبال عظیم کے الفاظ میں: ”سیرت رسول کے جس پہلو کو مصنف  
 نے نمایاں طور پر ابھارا ہے، وہ حضور کا رحمت عالم ہونا ہے اور ابتدا سے  
 انتہا تک مصنف نے اپنے اس مقصد کو فراموش نہیں کیا۔ واقعات کی  
 تاریخی ترتیب اور سوانح کی مربوط تدوین سے اس نظم کو ایک فائدہ یہ بھی پہنچا  
 ہے کہ نظم میں تسلسل بیان کے لطف کے ساتھ ساتھ وہ تاثیر بھی پیدا ہو  
 گیا ہے جس کے بغیر کوئی شعری تخلیق قابل توجہ نہیں ٹھہر سکتی۔ اس کے علاوہ  
 شاعر کو فن اور اظہار خیال پر بھی پوری قدرت حاصل ہے۔ اور کہیں کہیں بند  
 کے بند استادانہ ہیں جن سے شاعر کی مہارت اور پختہ کاری کا ثبوت ملتا ہے“  
 فخر کوئین مختلف عنوانات اور منظومات پر مشتمل ہے۔ اسے منظوم کتاب  
 سیرت سمجھنا بے جا نہ ہوگا۔ اس کی عظیم خوبی اس کا جوہر صداقت اور خلوص  
 بیان ہے۔ علاوہ ازیں روایت و درایت کی موضوعی صحت پر اس کی بنا  
 رکھی گئی ہے۔

۵۔ فخر کونین<sup>۳</sup> کا دوسرا حصہ جولائی ۱۹۶۳ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس کی ضخامت دو سو پچپن صفحے ہے۔ طابع و ناشر میسرز پاکستان پریس جناح روڈ کوئٹہ ہیں۔ گرد پوش دیدہ زیب اور قیمت پانچ روپے ہے۔ کاغذ، کتابت اور طباعت عمدہ ہے۔ اس میں ہجرت سے فتح مکہ تک کے واقعات خامی تفصیل کے ساتھ آگئے ہیں۔ اس حصے میں اشعار کی تعداد ایک ہزار سات سو پچیس ہے دوسرے حصے کا دیباچہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے تحریر کر لیا ہے۔ انہوں نے موضوعاتی اور غیر موضوعاتی شاعری پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اُنکا ارشاد کتنا درست ہے کہ ”کتاب میں شاعر نے قرآن و حدیث اور سیر و تواریخ کے مستند مآخذات سے استفادہ کیا ہے۔ شاعرانہ قادر الکلامی کا یہ عالم ہے کہ آیات قرآنی، احادیث نبوی اور اقوال صحابہ کرام کے بعض عربی فقرے تلمیحاً اس خوبصورتی سے نظم میں داخل ہو گئے ہیں، گویا ان کا تعلق عربی سے نہیں، اردو کے روزمرہ سے ہے، اسی کے ساتھ نظم کو سجانے اور مؤثر بنانے کے لئے الفاظ کی سمحر کاریوں اور تخیل کی گل ریزیوں سے بھی کام لیا گیا ہے، اس طرح کہ نفس مضمون کی صحت و نزاکت کہیں مجسروح ہونے نہیں پاتی۔“

مولانا ماہر القادری کے الفاظ<sup>۴</sup> ہیں: عقیدت و محبت کا دریا ہے جو اس سدس میں ہلکورے لے رہا ہے۔ اندازِ بیان شگفتہ، فکر سلجھی ہوئی اور تخیل پاکیزہ۔ بعض مقامات پر تو شاعری اپنے عروج کمال پر پہنچ گئی ہے۔“

مولانا عبد الماجد دریا بادی نے اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ بتائی تھی کہ کسی جگہ بھی شاعرانہ مبالغے اور غلو سے کام نہیں لیا گیا۔

۱۔ روزنامہ انجام، کراچی، ۴ ستمبر ۱۹۶۵ء۔



اس انداز کی نظموں کی ابتدا شبلی نعمانی نے کی تھی مگر ان کے بعد کیفی چڑیا کوٹی اور محمود اسرائیل وغیرہ نے بھی اس روایت کو قائم رکھا۔ حفیظ جالندھری کا شاہنامہ اسلام اس سلسلے کی ایک بڑی مربوط اور کامیاب کوشش ہے محشر رسول نگری نے اس انداز میں تازگی کو قائم رکھتے ہوئے بڑی کامیاب کوشش کی ہے۔ ہر واقعے کا مستند حوالہ کتاب کے آخر میں درج ہے۔

۶۔ فخر کونین (حصہ سوم) جنوری ۱۹۷۰ء میں زمانہ پریس جناح روڈ کوئٹہ سے طبع ہوا۔ طابع و ناشر میسرز پاکستان پریس کوئٹہ ہیں۔ گردپوش جاذب نظر اور قیمت پانچ روپے ہے۔ کاغذ، کتابت اور طباعت معیاری ہے۔ کل صفحات ۱۳۶ ہیں۔ اس حصے میں اشعار کی تعداد ایک ہزار اٹھاون ہے۔ یوں تینوں حصوں میں مجموعی طور پر اشعار کی تعداد چار ہزار دو سو تریس ہوتی ہے۔ اور اس لحاظ سے فخر کونین اردو ادب کا سب سے طویل مسدس ہے۔

تیسرے حصے کی ابتدا ”لوائے شوق“ کے بعد غزوہ حنین، و محاصرہ طائف سے ہوتی ہے۔ پھر ”غزوہ تبوک“، ”قیام امن“، ”حکمت تبلیغ“، ”عدی بن حاتم کا اسلام“، ”اصلاح نفس“، پیغام آخرین (حجۃ الوداع کا خطبہ) اور سفر آخرت، کا بیان آتا ہے۔ یوں اس حصے پر آنحضرت صلعم کی سیرت پاک کا بیان تاریخی تسلسل کے اعتبار سے اختتام پذیر ہوا۔ فخر کونین کے حضور دعا سے پیشتر ”ارمغانِ رحمت“، حدیثِ دلبری، حقیقتِ ایماں، اور ”مقامِ عبودیت“ سے اُجاگر ہوتا ہے کہ یہ فقط منظوم سیرت ہی نہیں بلکہ ایک دلپذیر دعوتِ اسلام بھی ہے جس میں اس دین کے اساسی حقائق بڑے ہی متاثر کن انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ تیسرے حصے کے شروع میں مولانا غلام رسول ہرنے ”پیشِ حرف“ اور ڈاکٹر نصیر احمد

ناصر نے ”دورۃ بولان کے اُس پار“ کے عنوانات کے تحت اپنے اپنے گرائنڈ خیالات کا اظہار کیا ہے۔

مولانا غلام رسول مہرا نے اپنے خیالات کا لپ لباب یوں تخریر کرتے ہیں۔ ”فخر کونین“ ایک قابلِ قدر تحفہ اور ایک گراں بہار ارمغان ہے۔ زبان سادہ جسے سمجھ لینا کسی کے لئے بھی مشکل نہیں۔ شعر عمدہ اور درد و سوز سے لبریز مطالب تاریخی اعتبار سے مستند اور ہر نوع کے مبالغے سے کاملاً پاک، اسلوب بیان حد درجہ پُر تاثیر اور موضوع ذاتِ بابرکات حضرت رُحمتہً للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ سیرتِ طیبہ کے مطالعے کے لئے ایسی ہی کتابیں مطلوب ہیں۔ جن میں گیرائی اور دلپذیری بہ درجہ کمال موجود ہو۔ فخر کونین، بے شائبہ ریب اپنی نوعیت کی ایک اہم کتاب ہے۔“ بقول ڈاکٹر نصیر احمد ناصر: فخر کونین ایک ایسی فنی تخلیق ہے جو بقائے دوام کے رنگ سے مزین ہے۔ جب تک اہل ذوق اس عالم رنگ و بو میں موجود ہیں۔ ”ذکر حبیب“ کے نغموں سے کائنات گونجتی رہے گی اور اس گونج میں ”فخر کونین“ کے نغمے بھی سنائی دیتے رہیں گے۔“

حوالے کے لئے صرف کتابوں کے نام دیے گئے ہیں، اگر صفحات کے نمبر بھی ہوتے تو افادیت بڑھ جاتی۔

تینوں حصوں میں تار و پود اور نظم کا ربط و تسلسل، تناسب اور حسنِ تعمیر اس طرح ہے کہ دو چار ٹکڑے متن سے علیحدہ کر کے بطور مثال پیش کرنا نامناسب ہوگا۔ لہذا تینوں حصوں سے جتنے جتنے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

نعت کے سلسلے میں حزم و احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔ بقول  
مشر:۔

دُشوار ہے یہ مرحلہ نعت کس قدر  
میں چل رہا ہوں۔ تیغ برہمنہ کی دھار پر

سرمست ہوں اگرچہ فروغ نشاط سے  
رکھتا ہوں ایک ایک قدم احتیاط سے

بعثتِ محمدی کا مقصد بیان فرماتے ہیں :-

باطل کی طاقتوں سے وہ ٹکرائے بے خطر

دنیائے آبِ گل سے مٹائے فساد و شر

تا آستانِ حق پہ ٹھکے آدمی کا سر

تابع ہوں امرِ حق کے خدایانِ بحر و بر

انسانیت کی نشوونما ہو جہان میں

پیہم فروغِ صدق و صفا ہو جہان میں

معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

سب کو دکھا دیا بشریت کا ارتقا

مردانِ حق کی ہوتی ہے پرواز تا کجاسا

حجت تھی کفر کے لئے معراجِ مُصطفیٰؐ

ملنے مگر نہ پھر بھی حریفانِ تاسرا

اہلِ رضا کو سرمہ ”مازارغ“ مل گیا

تاریخِ نظر سے عشق کا ہر چاک سل گیا

رسولِ کریمؐ کی سادگی اور محنت کی قدر کا ذکر ”خدا کا مزدور“ میں کیا گیا ہے

اذان کی تاثیر کو سرودِ حلال کہتے ہیں۔ ”تحویلِ کعبہ“ میں نماز کیلئے کعبہ کے

تعیین کا ذکر ہے۔ آنحضرتؐ صلعم کی شخصیت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے :-

ہیبیت سے کانپتا تھا جو ملتا تھا پہلی بار

ہوتا تھا جب قریب تو بنتا تھا جاں نثار

وہ سادگی کہ صبحِ نخستیں بھی شرم سار

وہ دلبری کہ روزِ ازل سے جہاں شکار

خلقِ محمدیٰ میں کچھ ایسا کمال تھا  
اس تیر سے قلوب کا پھنا محال تھا

”فخر کونین“ میں جس قسم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اُس کی مناسبت سے اظہار میں شکوہ، دہدبہ، لچک، حلاوت اور شیرنی پائی جاتی ہے۔ میدانِ کارزار کا ذکر کرتے ہیں تو رزمیہ انداز ہے۔ جناب سیدہؓ کے مثال عقد کا تذکرہ آتا ہے تو لہجہ اور ہے۔ سردارِ کونین بیٹی کو جہیز میں کیا دیتے ہیں۔ محشر کے الفاظ میں سُنیئے :-

میکے سے لے چلی ہے مشقت جہیز میں

دی ہے نبیؐ نے فقر کی دولت جہیز میں

پائی ہے اُس نے چادرِ عفت جہیز میں

حضرتؐ سے لے گئی ہے وہ جنت جہیز میں

بیٹی کوئی نہ باپ سے دولت یہ پاسکی

اخلاقِ حق سے یوں نہ گھرا نپا سجا سکتی

آنحضرت صلعم کی عالمگیر جہوت کا ذکر کتنا پیارا ہے۔ ملاحظہ ہو :-

ہر ملک اور قوم کے رہبر ہیں <sup>۱</sup>مصطفیٰ

شیرازہ بندِ اسود و احمر ہیں <sup>۲</sup>مصطفیٰ

ہر دورِ زندگی کے پیہر ہیں <sup>۳</sup>مصطفیٰ

آئینہ صفات کا جوہر ہیں <sup>۴</sup>مصطفیٰ

رحمت بھی ان کی عام ہے بعثت بھی عام ہے

خیر الوریٰ <sup>۵</sup> فیضِ ہدایت بھی عام ہے

رسولِ کریمؐ کا الطافِ عام، ملاحظہ ہو۔

انسانیت ملے گی یہ ہیں کائنات میں

تکمیلِ پاچگی ہے محمدؐ کی ذات میں

تیری نظر سے قسمتِ انسان بدل گئی  
روحِ حیات اک نئے سانچے میں ڈھل گئی  
صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ دو شعر حقیقت کی ترجمانی کر  
رہے ہیں :-

یہ جھلکیاں ہیں احمدؓ مرسل کے نورؓ کی  
معجز نمایاں ہیں نبیؐ کے ظہورؓ کی  
پر تو ہے سب میں آپؐ کے خلقِ عظیم کا  
کیا زندہ معجزہ ہے رسولِ کریمؐ کا  
حضرت بلالؓ کی طرح مسجدِ نبویؐ بھی تو ”نقیبِ حشمِ پیغمبرؐ“ ہے۔ جہاں  
زمانہ رسولؐ میں روز و شب حضرت بلالؓ کی بانگِ اذان بلند ہوتی تھی محشر  
رسولِ نگر کی نظم ”نقیبِ حشمِ پیغمبرؐ“ (مسجدِ نبویؐ) کے بارے میں ماہ  
نو، لہ میں مندرج ہے۔

”اس شہ پارے کا شرف و امتیاز یہ ہے کہ بہ قول مصنف گزشتہ  
برس کوئٹہ کے ایک تعلیمی ادارے کے پرنسپل اسے نقل کر کے حج کے موقع  
پر مدینہ منورہ لے گئے تھے اور وہاں بارگاہِ نبویؐ کے حضور اسے مجمع کثیر  
میں پڑھ کر سنایا تھا جس کے عجیب و غریب اثرات اسی شب میں نے کوئٹہ  
میں محسوس کیئے۔“

اس نظم کے تین بند (پہلا، تیسرا اور آخری) یہ ہیں :-

اے یادگارِ طاعتِ سردارِ دوسرا  
اے رازِ دارِ صحبتِ محبوبِ کبریا

آتی ہے تجھ سے آج بھی خوشبوئے مصطفیٰؐ  
تجھ کو شمیم زلف محمدؐ کا واسطہ

جام اک ولائے ختمِ رسالہ کا پلاہمیں

دیکھا ہے تیری آنکھ نے جو کچھ دکھا ہمیں

ہم سے بیان کر تو سراپائے مصطفیٰؐ

لفظوں ہی میں دکھا رخ زیبائے مصطفیٰؐ

رکتے ہیں دل میں ہم بھی تو لائے مصطفیٰؐ

یہ تیغ ہے، یہ سر ہے، یہ سوراخے مصطفیٰؐ

بے شک جنونِ عشق کا تو امتحان کر

لیکن حدیثِ محفلِ جاناں بیان کر

میں پاگیا ہوں تیری ادائے خرام سے

موج صبا تو آئی ہے باب السلام سے

کہنا یہ جا کے سید خیر الانامؐ سے

لله ایک جرعه محبت کے جام سے

گردش میں تابہ حشر ہے پیمانہ آپؐ کا

ہے حشرِ غریب بھی دیوانہ آپؐ کا

روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر محشر صاحبِ عرض کرتے ہیں۔

ہاں اس ”دیارِ پاک“ سے آیا ہے یہ گدا بستے ہیں جس میں حلقہ بگوشانِ مصطفیٰؐ

مشہور ہیں جو عاشقِ محبوبِ کبریا! ہوتے رہے ہیں جوشیہ کونین پر فدا

وہ دیس گشتگانِ محبت کا دیس ہے

پروانہ ہائے شمعِ رسالت کا دیس ہے

پھر دورِ حاضر کی وہ تمام آزمائشیں، مصیبتیں اور آفتیں ایک ایک

کر کے بیان کی ہیں جو اس وقت مختلف اسلامی ملکوں پر تاریک گھاؤں کی

مانند چھائی ہوئی ہیں۔ آخر میں کروڑوں بے تاب اور بیقرار دلوں میں مچلتی ہوئی اور تڑپتی ہوئی آرزو کو یوں پیش کرتے ہیں :-

شاہا دلوں کو ولولہ انقلاب دے ہر نوجوان کو جوشِ دل بو تراب دے  
فیضِ نظر سے گوہرِ ملت کو آب دے اُمت کی تیرہ شب کو نیا آفتاب دے

سوئے وطن یہ تحفہ سرکار لے کے جاؤں

در سے ترے مرادِ دل زار لے کے جاؤں

”فخر کونین“ وادی بولان کے ایک عظیم صاحبِ دل شاعر اور پاکستان کے مایہ ناز فنکار اور ادیب کا ایک علمی و ادبی شاہکار ہے۔ یہ کتاب حُسن اور حقیقت کا امتزاج ہے۔ اس سے ادبیاتِ سیرت میں ایک گہرا بہا اضافہ ہوا ہے۔ اس تخلیق پر ”وادی بولان“ اگر مسرت و طمانیت سے جھوم اُٹھے تو بجائے بالکل بجائے۔

”فخر کونین“ کے پہلے حصے کا انگریزی ترجمہ ۱۹۷۷ء میں ملک مقصود عالم نے کیا تھا۔ عنوان ہے *Pride - Here and Hereafter* (God's Blessings and Peace be upon him) اسے شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے علمی پریس سے چھپوایا ہے۔ قیمت ۱۵ روپے کل صفحات ۲۴۶ سن طباعت درج نہیں۔ عبد الصمد شاہین نے پہلے حصے کا منظوم براہوئی ترجمہ بھی کر لیا ہے۔ توقع ہے کہ جلد ہی منظرِ عام پر آجائے گا۔ محشر صاحب نے نعتیں بھی کہی ہیں۔ اکثر ریڈیو سے نشر بھی ہوئی ہیں۔ ایک نعت یہ ہے :

مدینے کے وہ بام و در اللہ اللہ

کہاں جہاں کے ٹھہری نظر، اللہ اللہ

یہاں قدر ہوتی ہے اخلاصِ دل کی

یہاں آپ جھکتا ہے سر اللہ اللہ

نگاہوں کی جنبش بھی سوئے ادب ہے

یہ آئینِ اہلِ نظر، اللہ اللہ

ہوئیں گنگ اہلِ سخن کی زبانیں

وہ نطقِ نبیؐ کا اثر، اللہ اللہ،

گنا جائے گا خادمانِ نبیؐ میں

یہ محشر سا بھی بے ہنر اللہ اللہ

۷۔ ”شمشادِ خراماں“ ۱۹۷۸ء میں سجاد پبلیکیشنز ۱۹۔ آرٹ اسکول روڈ

کوئٹہ کے زیرِ اہتمام پاکستان پریس جناح روڈ، کوئٹہ سے طبع ہوئی

کل صفحات ۱۴۵ ہیں۔ قیمت دس روپے۔

اس میں محشر صاحب نے ایک مردِ خدا منست ڈاکٹر شمس الدین شمشاد

خلف الرشید مرزا العل دین کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت

صلعم کے خلقِ عظیم کی اتباع کرتے ہوئے لوگوں کے دلوں کو پیار، ہمدردی

اور حکمت سے موہ لیا۔ اُن کے پاس جو مریض آتے وہ جسمانی دوا کے علاوہ

روحانی دوا بھی لے جاتے۔ بقول محشر رسول مگر یہ :-

شمشاد جب حسین شاہ قلندر کا مرید ہوا۔ تو اُس نے مرشد سے عرض

کیا کہ میں آپ کے کچھ لوگوں قلندری میں ”انسانی سر“ ڈالوں گا۔ اس سے

مراد یہی تھی کہ میں روحانی تربیت کے ذریعے لوگوں کو حق کے لئے متاثر کیا

کروں گا۔ اور اس نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا۔ وہ انفرادی سطح پر عمر بھر

اشاعتِ حق کے لئے کوشش کرتا رہا۔ کاش یہ کوشش اجتماعی ہوتی۔“

اس تذکرہ میں ہادی اسلام آنحضرت صلعم کی سیرت مبارکہ میں سے

بعض واقعات کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ خلفائے راشدینؓ اور

دیگر بزرگانِ کرام کے بھی بعض اقوال موقع و محل کے مطابق ملتے ہیں۔ اندازہ

نگارش سپاٹ، انٹرانگیز اور عمل کی راہ پر گامزن ہونے میں مدد



معاون ہوتا ہے۔  
 اس تذکرے کے مزید ایک دو اقتباسات ملاحظہ کیجئے :-  
 حضرت شمشاد نے محشر رسول نگری کو لکھا تھا کہ فنا فی اللہ دراصل  
 آنحضرتؐ کے اتباع میں عبودہ، یعنی خدا، ہی کا بندہ ہو جانا ہے۔  
 شمشاد کا فقر اس قدر عملی تھا۔ کہ ایک دفعہ میں نے (محشر صاحب)  
 اُن سے دریافت کیا کہ قرآن کے اسرار و رموز کا انکشاف کس طرح ہو سکتا  
 ہے شمشاد نے مختصر سا جواب دیا۔ ”قرآن پر رسول کریمؐ کے منشاءؑ کے  
 مطابق عمل کرنے سے۔“

محمد صادق شاذ بلوچستان کے نامی گرامی شاعر تھے۔ یہاں کی  
 علمی و ادبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ قیام  
 پاکستان سے پیشتر اُن کی ’بزم ادب‘ کے بڑے چرچے تھے۔ فارسی  
 اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ اُن کے چند نعتیہ شعریہ  
 ہیں :-

عرب کے ریگزار سے خلیل کے دیار سے

حجاز کے جوار سے حرم کے حصار سے

وہ اک تقیم بے نوا،

وہ اک سحاب نور کا

کچھ ایسے ٹھاٹھ سے اٹھا

کہ دیکھتے ہی دیکھتے

ہر اک سمت چھا گیا

لاباں پر میری جب اس پیکر عظمت کا نام آیا  
 تو میرے نطق کی تعلیم کو حق کا سلام آیا

زبردستوں کے شر سے زیر دستوں لے اماں پائی |  
 کہ اُن کی تقویت کو ”لائف“ کا اذن عام آیا  
 ہوئی شیرازہ بندی اس جہاں کی اُسکی آمد سے  
 وہ آیا اور اس کے ساتھ اک کامل نظام آیا  
 پرویا نوع انسانی کو اک مسلکِ اخوت میں  
 وہ دُنیا سے مٹانے امتیازِ روم و شام آیا  
 مجھے دیکھیں تو یارب اہل محشر یوں پکار اٹھیں |  
 وہ شاذ آیا وہ حضرت کے غلاموں کا غلام آیا

ہم اُمت اس محبوب کی ہیں جو آپ کا پیارا ہے  
 وہ جس کے پیارے ہاتھوں پر حق نے قرآن اتارا ہے  
 جب رب نے محمدؐ ناکھا اے شاذ فرشتے جھوم اٹھے  
 اے صلِ علیٰ سُبْحان اللہ کیا نام یہ پیارا پیارا ہے

جناب نبی بخش اسد بیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں بلوچستان  
 آئے۔ مختلف عہدوں پر تعینات رہ کر پچپن سال کی عمر میں ۱۹۳۴ء میں ریٹائر  
 ہوئے۔ پھر لس پیلہ ریاست میں وزیر بھی رہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد وفات  
 پائی اور کوئٹہ میں دفن کیے گئے۔

آپ کے کلام پر مبنی ایک پمفلٹ چھپا تھا جو ”سلام والتجا“ (بھنور  
 سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) پر مبنی ہے اس  
 کے چار بند اور تیس شعر ہیں۔ ابتدا اور انتہا دیکھئے:-

باعثِ ایجادِ عالم نور بزداں کو سلام  
 سیدِ اولادِ آدم ظلِ سبحان کو سلام

مطلع صبح سعادت ، مہر تاباں کو سلام  
 مصدرِ جود و کرم ابرہ بہاراں کو سلام  
 دستگیرِ عاجزاں پشت و پناہ بے کساں  
 دنوازی عاشقانِ خستہ حالاں کو سلام  
 افتخارِ تازیاں و مسایہ نازِ عجم  
 بادشاہِ انس و جاں و شاہ شاہاں کو سلام  
 معدنِ خوبی و خیر و مصدرِ حسن و جمال  
 خاندانِ ہاشمی کے مہر رخشاں کو سلام

یا خدا بہر محمد مصطفیٰ

افسر و سالارِ فوج انبیاء

عظمتِ شیخینؑ و عثمانؓ و علیؓ

خاصہٴ معصومی آلِ نبیؐ

صفدرانِ خیبر و بدر و حنین

نورِ چشمِ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ

شاہِ ابوالخیرا عنی مخدومِ اسد

موردِ الطافِ اللہ الصمد

از برائے صاحبِ خلقِ عظیم

صحتِ کاملِ عطا کر اے کریم

میر محمد حسین عنقا کا مجموعہٴ کلام ۱۹۳۳ء میں کراچی سے ”رحیل  
 کوہ“ کے عنوان سے شائع ہوا تھا جو سرورق سمیت ایک سو صفحوں پر  
 مشتمل ہے۔

» فریادِ اہل (پیارے نبیؐ کی پیاری جناب میں) کا آخری بند یہ ہے :-

اے نبیوں کے نگینے تجھ کو نبوت کی قسم  
 شافعِ اُمتِ عاصی ہے شفاعت کی قسم  
 تجھ کو صدیقِ ابوبکرؓ کے ایماں کی قسم  
 اور فاروقِ عمرؓ کی تجھے غیرت کی قسم  
 تجھ کو عثمانِ غنیؓ کی خوئے صدقہ کی قسم  
 اور علمِ علیؓ کی ثقاہت کی قسم  
 حریت کی ہے قسم تجھ کو صلاحِ الدین کی  
 اور بے خالدِ جانبدار کی جرأت کی قسم  
 جن نواسوں کا بہا خونِ وطن کی رہ میں  
 اُن کی اس غیرتِ ملی و شجاعت کی قسم  
 جن صحابوں نے سرو مال لٹایا تجھ پر  
 اُن کی اس شوکتِ ایمان و محبت کی قسم  
 جن مسلمانوں نے اسپین میں ترا گڑا علم  
 اُن کی اس جان سپاری و صداقت کی قسم  
 کر دُعا بہرِ خدا حق میں بلوچستان کے  
 اس پہ ارزاں ہوں تالطف و کرم یزداں کے

پروفیسر آغا صادق حسین صادق ۲۰ دسمبر ۱۹۰۹ء کو ڈیرہ سیداں متصل  
 سلطان پور لودھی (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں کوئٹہ  
 آگئے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ ۱۹۷۷ء میں فوت ہوئے۔ آپ کے  
 اُردو اور فارسی کے ۲۲ منظوم و منشور مجموعے زیورِ طبع سے آراستہ ہوئے

اُن میں سے ”چشمہ کوثر“ ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۶ء میں سید الیکٹرک پریس  
مملتان سے طاہرہ نقوی ناشرہ نے چھپوایا۔ کل صفحات ۹۲ اور ہدیہ دو  
روپے ہے۔

”چشمہ کوثر“ نعت و منقبت کا مجموعہ ہے۔ آٹھ طرحی نعتوں کے

علاوہ دوسرے عنوانات ہیں :-

زمزمہ نعت، میلادِ اعظم، شبِ معراج، رموزِ نامِ محمدؐ، نعتِ مقبتس،  
نعتِ سہل ممتنع۔

رموزِ نامِ محمدؐ کا پہلا اور آخری بند ملاحظہ فرمائیے :-

میم کہتا ہے کہ محبوب کا جلو اہوں میں + حجت ”ح“ ہے کہ وحدت کی تمنا ہوں میں  
دوسرا ”میم“ مصر ہے کہ مدینہ ہوں میں + دعویٰ ”دال“ کہ دلدار سراپا ہوں میں

چاند بھی دیکھ کے اس نور کو شرماتا ہے

کوئی نقطہ نہیں بے داغ نظر آتا ہے

میم سے کاش مسلمان بھی مسلمان ہو جائے + ح سے الحمد کی قندیل فروزاں ہو جائے  
میم سے مرکزِ اسلام کا ساماں ہو جائے + دال سے دہر کی تقدیر درخشاں ہو جائے

چاند بھی دیکھ کے اس نور کو شرماتا ہے

کوئی نقطہ نہیں بے داغ نظر آتا ہے

چند مزید نعتیہ اشعار یہ ہیں :-

ختم ہے ایک بات میں سیرتِ پاک کا بیاں + کچھ نہ کیا سوائے عدل کچھ نہ کہا سوائے حق  
نسبت سے دل کو سرورِ عالی مقام سے + ذرے کو جیسے ربط ہو ماہ تمام سے  
ترے پیام کی تعمیر نو کا حصہ ہے + کہ لے رہا ہے زمانہ پھر ایک انگریزانی  
نسبت رُخِ اقدس سے مہر کو صادق + اے توبہ کہاں مہر، کہاں ماہ، کہاں آپ  
آتی ہے صدائے وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ + خود ساز مشیت پر یہ دُھن گائی ہوئی ہے  
امدا جذبہ عفو توجب پر + لا تثریت علیکم آیا

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ أُمَمٍ + بُنْيَانٌ مَّرْصُومٌ كَانَتْشَا

بربط ارض و سما کی سرگم + صلی اللہ علیہ کا نغمہ

لا کے سارے نقش مٹا کر + اِلَّا اللّٰهَ كَانَتْشَا اُبھارا

فخر بشر کی نعت پہ صادق + قدسیوں نے حسنت پکارا

قیوم راشد القریشی بی۔ اے کا مجموعہ کلام ۱۹۴۸ء میں کوئٹہ میں چھپا۔

اس کا نام تھا ”بربط ناہید“ لکھائی چھپائی اور کاغذ بہتر۔ سرورق پسندیدہ،

ضخامت چونسٹھ صفحے۔ قیمت ایک روپیہ، پیش کردہ حلقہ ارباب ادب

کوئٹہ، ملنے کا پتہ دانش محل پرنس روڈ کوئٹہ قیوم راشد سرکارِ دو عالم

کے حضور گویا ہیں :-

یہ کیا شے ہمارے نبی لے کے آئے

اندھیرے میں اک روشنی لے کے آئے

جو دستِ فنا کی تیہنج سے ہے بالا

مسلمان کی وہ زندگی لے کے آئے

کھلی جس سے ہم پر خدا کی حقیقت

محمدؐ وہ درسِ خودی لے کے آئے

ہو پھر نہ ہم کو کوئی غم جہاں کا

خوشی اور ایسی خوشی لے کے آئے

ہمیں ہیں کہ اب اس کو ٹھکرا رہے ہیں

خدا سے جو اپنے نبی لے کے آئے

سراسر ہے وہ ایک نورِ ہدایت

جہاں میں جو ختمِ النبی لے کے آئے

زمانے کو جس کی ضرورت تھی راشد

حبیبِ خدا بس وہی لے کے آئے

غلام محمد جمیل ۵ فروری ۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد امرتسر سے آکر کوئٹہ میں رہائش پذیر ہوئے تھے۔ بچپن ہی سے آپ کو شعرو شاعری کا شوق تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوتا گیا۔ حصولِ تعلیم کے بعد آپ نے درس و تدریس کو اپنایا۔ کوئٹہ کی ادبی محفلوں اور مشاعروں میں دل کھول کر حصہ لیا۔ مختلف رسائل اور اخبارات (جیسے عالمگیر، شبستان اور میزان وغیرہ) میں ان کا کلام چھپتا رہا۔ ریڈیو پاکستان کوئٹہ سے بھی ان کا کلام نشر ہوتا رہا۔ آپ نے ۱۵ اپریل ۱۹۴۲ء کو وفات پائی۔ جمیل مرحوم کے قلمی دیوان کا نام ”نقشِ جمیل“ ہے۔ نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:-

کیا مژدہ جاں بخش صبا لائی ہوئی ہے،  
ساتھ آپ کے گلشن میں بہا ر آئی ہوئی ہے  
اللہ رے یہ ساقی کوثر کا تصور  
سر پر میرے مستانہ گھٹا چھائی ہوئی ہے  
یا شام و سحر آج ہم آغوش ہوئے ہیں  
یا زلف سیاہ چہرے پر لہرائی ہوئی ہے  
ایک ایک نظر ٹھلکد بداماں نظر آئی  
جب آپ کے کوچے میں پذیرائی ہوئی ہے  
ایسے میں میسر مجھے آجائے حضور  
دل ہی کی طرح روح بھی گھبرائی ہوئی ہے  
ہمدم ہے، نہ ہمدرد، نہ دمساز ہے کوئی  
انسانیت اس دور میں شرمائی ہوئی ہے  
ہم روضہ رضواں کی حقیقت سے ہیں واقف  
ہم نے تیرے کوچے کی ہوا کھائی ہوئی ہے

ہے آپ کا عاشق کہ تماشائے قیامت  
 اک خلقِ خدا ہے کہ تماشائی ہوئی ہے  
 محفل میں وہ پھر آج انے جمیل آئے ہوئے ہیں  
 پھر طبع رسا جوش پر آج آئی ہوئی ہے  
 سید صغیر حسین اصغر انبالوی ۱۹۲۲ء میں انبالہ سے لاہور آئے۔

آپ نے عالمانہ، ادیبانہ اور شاعرانہ ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ لاہور کے  
 علمی و ادبی ماحول میں رہ کر آپ کھل کر شعر گوئی کی جانب مائل ہوئے اور  
 خوب شعر کہے۔ آپ ۱۹۲۸ء میں لاہور سے کوئٹہ آگئے اور یہیں سکونت  
 پذیر ہو گئے۔ بلوچستان بھر کے مختلف مقامات میں ساہا سال بسلسلہ  
 ملازمت مقیم رہے۔ ۱۹۴۰ء میں آپ کا مجموعہ کلام ”دستِ سبو“ کوئٹہ  
 ہی سے ناشرین بزمِ ارتقائے ادب کوئٹہ نے شائع کیا جو ایک سو ساٹھ  
 صفحات پر مشتمل ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ مناسب۔ سر ورق  
 خیال انگیز۔

اصغر کا یہ مجموعہ کلام نعت اور منقبت کے علاوہ زیادہ تر غزلیات  
 پر مشتمل ہے۔ چند نعتیہ اشعار یہ ہیں :-

بیاں کیوں کر کریں ہم وصفِ شانِ مُصطفائی کا  
 بنایا ہے خدا نے آپ کو مالکِ خدائی کا  
 سراپا معجزہ اللہ نے پیدا کیا، تجھ کو  
 عجب انداز ہے یہ آپ کی معجز نسانی کا  
 دو عالم کی حقیقت رفتہ رفتہ کھل گئی مجھ پر  
 بھرم اللہ نے رکھا ترے در کی گدائی کا  
 ایسی اک آرزو نے آج تک رکھا مجھے زندہ،  
 کہ مل ہی جائے گا موقعِ مدینے میں رسائی کا



اٹھائیں آنکھ ہم کس طرح سوئے روضہ رضوان  
 کہ اپنی آنکھ میں روضہ ہے محبوب الہی کا  
 کلیم اللہ بنا کوئی خلیل اللہ بنا کوئی،  
 لقب شاید ترے ہی واسطے ہے مصطفائی کا  
 دل اصغر بہت بیتاب ہے دردِ جدائی سے  
 کرم کیجئے، خدارا، وقت ہے مشکل کشائی کا  
 ارشد امر وہوی، محمد صبغۃ اللہ صدیقی، تخلص ارشد، بلوچستان کے  
 معروف شاعر تھے۔ ۱۹۰۱ء میں امر وہہ یوپی میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۸ء  
 میں کوئٹہ آئے۔ نصف صدی سے زائد اردو ادب کی خاموش خدمت کی۔  
 حضرت سیما بک آبادی کے شاگرد تھے۔ آپ نے ہر صنف میں خامہ فرسائی  
 کی۔ یہاں کے شعرا کی تربیت میں بھی اچھا خاصا حصہ لیا۔ فن تاریخ گوئی  
 اور خوش نویسی میں بھی استاد تھے۔ ہدیہ نعت ملاحظہ  
 ہو:-

دیوانے جو پڑے ہیں مدینے کی راہ میں  
 خلد بریں کو بھی نہیں لاتے نگاہ میں  
 دُنیا میں جن کو امن و سکون کی تلاش ہے  
 آجائیں بارگاہ رسالت پیناہ میں  
 آئے نظر جو مجھ کو مدینے کے بام و در  
 سجدے تڑپ کے آئے جہیں سے نگاہ میں  
 اللہ رے یہ درس مساواتِ مصطفیٰ  
 کچھ فرقی ہی نہیں ہے غلام اور شاہ میں  
 ہر ایک ذرہ میرے لیے رشکِ طور ہے  
 ارشد ہے جب سے نور محمدؐ نگاہ میں

ڈاکٹر عبدالحمید (حمید تخلص) کا کڑ ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کوئٹہ سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ چشمہ اچوزی کے رہنے والے تھے۔ سنڈمین ہائی سکول کوئٹہ سے میٹرک کے بعد اندور میڈیکل کالج سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی۔ پانچ سال اندور میں رہے اور وہیں ذوق شعر گوئی پیدا ہوا۔ پہلی غزل حضرت مضطر خیر آبادی کی صدارت میں پڑھی۔ اسکے بعد بہ سلسلہ ملازمت کوئٹہ چلے آئے اور گاہے بہ گاہے شریک مشاعرہ ہوتے رہے۔ ملازمت ترک کرنے کے بعد باقاعدہ کوئٹہ میں رہائش پذیر ہو گئے۔ اور ذاتی پریکٹس شروع کر دی۔ اسی اثنا میں کئی ادبی انجمنوں کے صدر اور نائب صدر رہے۔ جن میں سے دو کے نام یہ ہیں:-

بزم ثقافت کوئٹہ اور بزم ارتقائے ادب کوئٹہ۔ طرحی مشاعروں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ آپ اگست ۱۹۶۷ء کے پہلے ہفتے میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

### رفتہ ولی نہ از دل ما

ڈاکٹر حمید کا کڑ کے دولت کدے پر منعقد ہونے والی علمی و ادبی مجالس ہمیشہ وادی شمال کے ادب دوست مکینوں کو نہ صرف یاد ہی رہیں گی بلکہ رلاتی رہیں گی۔ آپ کی مادری زبان پشتو تھی اور پشتو میں بھی اچھے شعر کہتے تھے لیکن اردو سے آپ کی شیفتگی اور وارفتگی ہمیشہ یادوں کے اُفق پر ابھرتی رہے گی۔ آہ! کتنی جاذب توجہ اور پُر خلوص شخصیت تھی۔

نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجئے:-

دو عالم پر تو ہے قبضہ تمہارا یا رسول اللہ

کہیں کیوں کر کہ ہم ہیں بے سہارا یا رسول اللہ

خدا نے بے سہاروں کا سہارا پیدا کر دیا

دم مشکل سدا ہم نے پکارا یا رسول اللہ

تمنا ہے تمہارے نام پر موت آئے دم نکلے  
 بھر ہے زندگی بھر دم تمہارا یا رسول اللہ  
 بتوفیق خدا جو نبی سرِ محشر حمید آئے  
 یونہی لب پر رہے کلمہ تمہارا یا رسول اللہ

علامہ عیش فیروز پوری، فیروز پور (مشرقی پنجاب، بھارت)  
 کے ایک متمول گھرانے کے فرد تھے۔ تقسیم ملک کے بعد کوئٹہ  
 میں سکونت پذیر ہوئے۔ نسیم بھر پوری کے شاگرد اور فراق  
 کے استاد بھائی تھے۔ قدیم رسم کے مطابق کئی شاگرد ہیں۔  
 مشہور شاگردوں میں مذاق العیشی اور بہار کوٹی کے نام  
 نمایاں ہیں۔ آپ فروری ۱۹۶۸ء کے آنکشی ہفتے میں فوت  
 ہوئے۔

نعتیہ کلام کا نمونہ پیش خدمت ہے :-  
 نگاہوں میں ہے خاک رہگذار شاہ کا جلوہ  
 مقابل جس کے ہے کیف مہر و ماہ کا جلوہ  
 تو ہے اللہ والوں کا ترے اللہ والے ہیں  
 ترا جلوہ ہے گویا چشمِ حق آگاہ کا جلوہ  
 زمین و آسماں روشن ہوئے ہیں جسکے پر تو سے  
 وہ تھا، تیرے کسی وابستہ درگاہ کا جلوہ

خطِ رخصتِ احمد ہے کہ ہے تفسیرِ قرآن کی  
 کلام اللہ ہے یا ہے رخِ زیبا محمد کا  
 گنہگار اُمت تم کو یہ مژدہ مبارک ہو  
 بنے گا نخلِ رحمتِ حشر میں سایہ محمد کا

صغی اللہ کا لقب نہ ملتا آدمؑ کو،  
 کیا ہوتا نہ حق نے نور اگر پیدا محمدؐ کا  
 سیاہی شام کی رہتی نہیں وقت سحرؑ باقی  
 فروغ جلوہ رخ سے مٹایا سایا محمدؐ کا  
 جناب عیش اس مصرعے پر مصرعہ لگ نہیں سکتا  
 نہیں محتاج سائے کا قد بالا محمدؐ کا

یہ جنت نسا رہ گزار مدینہ + بہارِ آفریں ہے بہارِ مدینہ  
 نہیں کوئی تم سا میسجاً دوراں + نگاہِ کرم نامدارِ مدینہ  
 مری سمت بھی اک نگاہِ عنایت + خدا کے لیے اے نگارِ مدینہ  
 تو لے چل مجھے اے جنونِ محبت + سوئے روضہ تاجدارِ مدینہ  
 تمہیں ہو تمہیں باعثِ ہر دو عالم + تمہیں باعثِ افتخارِ مدینہ  
 حمیدِ حزیں کی یہی ہے تمنا  
 کبھی میں بھی دیکھوں دیارِ مدینہ

بلا لیجئے درِ اقدس پہ یا خیر الوریٰ ہم کو  
 مخالف اب نظر آتی ہے دنیا کی ہوا ہم کو  
 دل پر داغ میں ہے شمعِ عشقِ مصطفیٰؐ روشن  
 نظر آتا ہے اپنے گھر میں عالم طور کا ہم کو  
 اثر ہے بعدِ مردن یہ ہوائے عشقِ احمد کا  
 لحد میں آ رہی باغِ جنت کی ہوا ہم کو  
 مٹے کوثر کے ہم طالب نہیں یا ساقیؑ کوثر  
 عطا فرمائیے ساغر مٹے دیدارِ ہم کو،

گنہگاروں کو گویا جانِ تازہ بخشدی تو نے  
 قیرے قربان بخشش کا سہارا بخشنے والے  
 کبھی تو بے نقاب آدل کے ارمانوں کی بستی میں  
 ہماری آنکھ کو ذوق تماشا بخشنے والے  
 نگاہِ لطف کن بر حالِ مستان ازل گا ہے  
 ہر اہلِ میکدہ کو جامِ مہیا بخشنے والے  
 ستارہ اس کی قسمت بھی تو اے کاش چمکا دے  
 کلامِ عیش کو اورجِ ثریا بخشنے والے  
 انگر سہارنپوری حضرت احمد سہارنپوری کے شاگرد رشید ہیں۔  
 نعتیہ اور تغزل دونوں رنگ خوب ہیں۔ ترم سونے پر سہاگہ ہے۔  
 ہدیہ نعت پیش خدمت ہے :-

مجھے دولتِ عشق احمد ملی ہے ،  
 مری زندگی اک حسین زندگی ہے  
 ہر اک سمت چھٹکی ہوئی چاندنی ہے  
 محمد کے گلزار پر تازگی ہے  
 اٹھا بحرِ رحمت میں بخشش کا طوفان  
 مری آنکھ جس وقت گریاں ہوئی ہے  
 محمد کی اُلفت میں کب جان نکلے  
 مجھے اس سکوں کیلئے بیکلی ہے  
 گدا ہوں جو آلِ محمد کا انگر  
 جگہ مجھ کو خلدِ بریں میں ملی ہے

رشید نثار ۱۵ / اگست ۱۹۲۷ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے  
 آپ ۱۹۵۳ء میں کوئٹہ آئے اور یہاں بارہ سال تک مقیم رہے۔

آپ کا کلام ملک بھر کے معیاری رسائل و اخبارات میں چھپتا ہے ہدیہ  
نعت دیکھئے :-

ہر آنکھ تیرے نور کے پرتو کی امیں ہے  
ہر دل میں تیرا جلوہ صد حسن یقیں ہے  
یہ چاند ستارے ہیں تیری گرد کف پا  
تا بانی افلاک تیرا نور جس میں ہے  
ہر عظمت لولاک پئے ختم رسل تھی  
تو صاحب معراج ہے سدا کا مکین ہے  
ای ہادی کل تاجور بزمِ دو عالم  
اب تیرے سوا کوئی نگہدار نہیں ہے  
اے محرم آئینہ انوارِ الہی  
محتاج نظر کب سے میرا قلب حزین ہے

صادق نسیم نے ۲۳ ستمبر ۱۹۲۳ء کو ٹیکسلا کے ایک نواحی گاؤں  
خورم میں ایک زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ تعلیم کے بعد فوج کس  
ملازمت اختیار کی اور ۲۷ جون ۱۹۵۸ء سے ۱۵ ستمبر ۱۹۶۵ء تک  
کوئٹہ میں قیام رہا۔ کوئٹہ میں کئی کل پاکستان مشاعروں کا انعقاد  
کرایا۔ آپ کا کلام ملک کے بلند پایہ اور معیاری رسائل (نقوش،  
فنون اوراق وغیرہ) میں چھپتا رہتا ہے۔ نعتیہ اشعار ملاحظہ  
ہوں :-

کیوں کہتی ہے دنیا کے ہیں شرب کے مکین آپ  
جہاں نکا ہے جو دل میں تو ہیں موجود یہیں آپ  
توصیف ہو مقصود تو الفاظ نہیں ہیں  
کوئین کی ہر شے سے جمیل آپ ہیں آپ

گو دیکھنے والوں نے کوئی سایہ نہ دیکھا  
 کوئین ہے جس سایہ میں وہ ظل میں آپ  
 ہر علم ہوا آپ کے پر تو سے منور  
 امی کہوں کیسے کہ ہیں قرآن میں آپ  
 ڈرتا ہوں خرد والے گنہگار نہ کہتے دیں  
 میں سر کو جھکاتا ہوں جھکتی ہے جبیں آپ

افسر بہزاد گویا ہوتے ہیں :-

میں قربان جاؤں شہِ دوسرا کے  
 رسولِ خدا کے جیبِ خدا کے

وہی دیکھ سکتا ہے جلوے خدا کے  
 غلاموں میں شامل ہے جو مصطفیٰ کے

میسٹر ہے جن کو حضوری کا عالم  
 وہی عاشقوں میں ہیں خیر الوری کے

یہی آرزو ہے یہی ہے تمنا  
 تصدق ہو یہ جاں جیبِ خدا کے

مُراد و تمنا کے قربان افسر  
 قریب آگیا ہوں درِ مصطفیٰ کے

اثر جلیلی، جلیل مانک پوری جانشین امیر مینائی کے شاگرد رشید ہیں۔  
 کوئٹہ میں سکونت پذیر ہیں۔ غزل اور مقالات خوب لکھتے ہیں۔ کوئٹہ کی  
 علمی و ادبی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں۔ آج کل ریڈیو  
 پاکستان کوئٹہ سے متعلق ہیں۔ آپ نے باقاعدہ طویل نعتیہ قصیدے لکھے  
 کہے ہیں۔ جن میں روایت رچی بسی ہوئی ہے۔ ہدیہ نعت پیش خدمت ہے۔

اے خوشا شانِ رسائے رحمتہ اللعالمینؐ  
 عرش بھی ہے زیرِ پائے رحمتہ اللعالمینؐ  
 ہوں ازل سے مبتلائے رحمتہ اللعالمینؐ  
 ہر نفس میں ہے ہوائے رحمتہ اللعالمینؐ  
 دولتِ قارون ہو یا حشمتِ پرویز ہو  
 پیرِ سب ہے سب ماسوائے رحمتہ اللعالمینؐ  
 کیا دھرا ہے محفلِ ارض و سما میں گرنہ ہو  
 پیر تو شمعِ ولائے رحمتہ اللعالمینؐ  
 دولتِ دنیا بھی ہے سرمایہٴ عقبیٰ بھی ہے  
 اے اثرِ ذوقِ ولائے رحمتہ اللعالمینؐ

سید عابد رضوی بی۔ اے اپریل ۱۹۳۶ء میں کوئٹہ میں پیدا ہوئے  
 ادب کا شوق ورتے میں ملا۔ متعدد مشاعروں جو کوئٹہ، لورالائی، مستونگ  
 قلات، نوشکی، لاڑکانہ، دادو اور روہڑی وغیرہ میں منعقد ہوئے۔  
 شرکت کی۔ آپ نے باقاعدہ کچھ نعتیہ قصیدے روایتی انداز میں کہے ہیں۔  
 چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے :-

اے شہِ جن و بشر رشکِ میمائے جہاں  
 تیری آمد سے چمکنے لگی بزمِ امکاں  
 تیری اُلفت سے ہے تو قیرِ عبادت قائم  
 تم سے دامن سے ہے وابستہٴ دو عالم کی اماں  
 تیرے جلووں سے درخشندہ ہے ملت کا چراغ  
 تیرے انوار سے ہے محفلِ وحدتِ تاباں  
 تیرے انفاس سے روشن ہوئی شمعِ اسلام  
 تیرے ایتار پہ قائم ہے بنائے ایماں



اے فخر بشر کعبہ دین بشریت تو ہی تو ہے مسجود ملائک کی حقیقت  
 ہر فعل میں، ہر قول میں معصوم مجسم ہر صورت و انداز میں قرآن کی آیت  
 کردار میں ہے تکلمہ خُلق عظیم اللہ کی مخلوق میں اللہ کی رحمت  
 ہونٹوں پر چلتی ہوئی شانِ دمِ علیؑ نظروں سے ٹپکتی ہوئی موسیٰ کی جلالت  
 نطقِ دہنِ پاک پر ہے مہر وحی کی قرآن ہے خود جس کی صداقت پر دلالت  
 تو روح ہے، تو عقل ہے، تو امر ہے تو کُن  
 واللہ کہ ہے ذات تیری کُل مشیت

ظفر خاں نیازی کا ہدیہ نعت ملاحظہ ہو:-

جس نے تیری ذات سے ہٹ کر کبھی سوچا نہیں  
 گردشِ دوراں نے بھی اس کو کبھی ٹوکا نہیں  
 ایک دُنیا نے تیرے پیغام کو سمجھا نہیں  
 بے بصیرت کارواں اب تک کہیں ٹھہرا نہیں  
 تیرا پیغامِ محبت، تیرا پیغامِ حیات  
 کتنا بد قسمت ہے وہ جس نے ابھی سمجھا نہیں  
 آنکھ ہے بے نور وہ جس میں نہیں ہیں تیرے خواب  
 دل وہ، پتھر ہے جو تیری یاد میں دھڑکا نہیں  
 ڈھونڈتی رہ جائے گی چشمِ فلک تجھ سا مگر  
 پیکرِ رحمت تیرا ثانی تو کیا سایا نہیں  
 تجھ سے پہلے بھی کئی ابر کرم چھائے تو تھے  
 تیری طرح، ساری دُنیا پر اب کوئی برسائے نہیں  
 بس اسی اک بات پر رکھتا ہوں بخشش کی اُمید  
 میں نے تیرے نام کو مولا کبھی بیچا نہیں،

### عیاض محمد عیاض

زباں پر جب بھی ذکر احمد مختار ہوتا ہے  
علاج دردِ قلب عاشق بیمار ہوتا ہے

حوادث سے شکستہ دل نہ اُنکو خوف محشر کا  
جنہیں محبوبِ رب ذوالمنن سے پیار ہوتا ہے

نگالیتے ہیں لوجو احمد مختار سے ہمدم  
سنا ایسے ہی لوگوں سے خدا کو پیار ہوتا ہے

سلام اے رہبرِ علم و عمل اے سرورِ عالم،  
سلام اے صاحبِ فہم و فراست محسنِ اعظم

سلام اُس پر کہ جس نے مسلکِ حق کو ضیاءِ بخشی  
سلام اُس پر کہ جس نے آدمیت کو جلا بخشی

سلام اس پیکرِ صدق و صفا پر نورِ ایماں پر،  
سلام اس کشورِ انوار کے باپِ درخشاں پر

سلام اے منظرِ وحدت، سلام اے نورِ یزدانی  
سلام اے پیکرِ صبر و قناعت نورِ یزدانی

سلام اے موجبِ ارض و سما، اے مالکِ کوثر  
سلام اے نورِ سبحانی، سلام اے شافعِ محشر

ملک محمد رمضان بلوچ

درد چمکارا ہی ہے تیری یاد  
پھول برسار ہی ہے تیری یاد

ہو تصور کہ خوابِ بیداری  
بار بار آرہی ہے تیری یاد

پھر بہ ہنگام قعدہ و قیام  
دل کو بہلا رہی ہے تیری یاد

مرجبا یا رسول صلی علی  
راحت آسا رہی ہے تیری یاد

دردِ مضاں ہے لادوا پایا  
دردِ جسکی دوا رہی ہے تیری یاد

اسم افزا نظر از عطا شاد

میں شہرا ماں کی مسافت  
ابد ساعتوں کے تعاقب میں  
ہر گام کی سوچ کا حرف آغاز ہوں  
ہست و ناہست کے درمیان فاصلوں میں بصارت کی دیوار کیا

ہے

یہ دیوار کیوں ہے؟  
روز و شب کا یہ تلخاب گرد  
راہ گزار طلب کے لئے  
حرف احساس کی آزمائش کا آزار کیوں ہے؟  
چار جانب یہ سنگیں حصاروں کے لنگر  
میری فرصتِ رم گزیدہ سے کیا جنبش گل زمیں مانگتے ہیں  
ابد ساعتوں کے تعاقب میں قطرہ بہ قطرہ میری دھڑکنیں  
کیوں شمارِ طلاطم میں نوحہ کناں ہیں  
اس سکوتِ تیخ بے سکت میں  
میری حیرتِ حال در ماندہ کیا موبہائے صدا آزمائے گی

یہ نیشب آشنا تنگائے وجود

چاکِ ادراک سے کس فرازِ فروزاں کا مژدہ بنے گا

میں عجز بصیرت کا سر نقطہ بے نشان

ایک انا ساز وسعت فضا میں فقط آبِ نفسِ مجاز

سوچ کا حرفِ آغاز

ہاں مگر تو اُتارے

میرے دل کی غارِ حرا میں

غرا گاہِ کرب و بلا میں

کوئی اسم افزا نظر، آئیہ معتبر

یہ فصیلِ بصارت

یہ تلخابِ گردِ شب و روز

یہ بادبانِ سپر سنگ

بندگدازِ نشاط

آتشِ صوتِ سرد

مہرِ محرومیِ ذات

ایک تغیرِ تقدیر بن جائیں

خوابِ زارِ مسافت میں عمرِ آزمائی کی

تعبیر بن جائیں

نور محمد ہمدان ۲۰ فروری ۱۹۲۴ء کو ایک بلوچ قبیلہ ملغانی میں

پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۳ء سے کوئٹہ میں اقامت گزریں ہیں۔ غزل، نعت،

نظم اور اقبال اور خسرو کے کلام پر خمے لگتے ہیں۔ ترم قابلِ داد ہے۔

اردو اور فارسی دونوں میں کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔ آپ کا کلام

معیاری رسائل و اخبارات میں چھپتا ہے۔ نعتیہ کلام پیش قدمت

ہے :-  
 تخلیقِ دو عالم پر احسانِ محمدؐ ہے + منصبِ یہ برصورتِ شایانِ محمدؐ ہے  
 ندریں لئے پھر تا ہوں کوہن کی محفل میں + دلِ دل ہے محمدؐ کا، جانِ جانِ محمدؐ ہے  
 مے خانہ محمدؐ کا کیاشے ہے خُدا جانے + کوہنِ تو اِک جامِ عرفانِ محمدؐ ہے  
 فرصت ہے کہاں خوفِ خورشیدِ قیامت کی + ہر آنِ تصور میں دامنِ محمدؐ ہے  
 اعجازِ محمدؐ ہے ہمدَم کا تکلم ۶ بھی + سوسن بھی ثنا خوانِ بُستانِ محمدؐ ہے

نظرِ جب بے نیازِ ما سوا معلوم ہوتی ہے  
 عجب شانِ محمدؐ مُصطفیٰؐ معلوم ہوتی ہے  
 مصیبت میں جب آتا ہے خیالِ ساحلِ رحمت  
 تو پھر موجِ نفس بھی ناخدا معلوم ہوتی ہے  
 فضائے دشت و درصے علی کی دھوم سے ہمدَم  
 سراپاِ خلد کی آب و ہوا معلوم ہوتی ہے

آمدِ شاہِ دو عالم کا پیام آتا ہے،  
 عرش کا فرش کی عظمت کو سلام آتا ہے  
 دیکھئے کب ہو مدینے کا سفرِ قسمت میں  
 دیکھئے کب میرے نام اُن کا پیام آتا ہے  
 وقت پر گنبدِ خضرا کا نظارہ ہو گا،  
 کہتے ہیں جذبہٴ دل وقت پہ کام آتا ہے

حسیاں کا خوف ہے نہ عبادت پہ ناز ہے  
 اُس طرف بے کنار کی عادت پہ ناز ہے

پھولوں کو رنگ و روغن و نگہت پہ ناز ہے  
 ذروں کو آفتاب رسالت پہ ناز ہے  
 ذکرِ جمیل سرورِ کونین کی قسم ہے  
 اس انجمن کو طرزِ عبادت پہ ناز ہے

نعتیہ مسدس (توزیع بند) کا ایک بند:-

میرے حصے میں یوں تو سلطانیات ہیں  
 نظر میں بظاہر سلیمانیاں ہیں  
 مگر آنکھ میں گریہ سامانیاں ہیں  
 شہِ کربلا پر در آفتابیاں ہیں

یہ آنسو غم دو جہاں کی دوا ہیں

خوشا میرے آقا حبیبِ خدا ہیں

ہمدم صاحب نے اساتذہ کی بہت سی نعتوں پر تضمینیں بھی کہی ہیں  
 یہاں صرف نمونے کے طور پر حضرت امیر خسرو کی نعت پر تضمین کا آخری  
 بند دیکھئے:-

ہمہ نور ازل موجود اندر لامکاں خسرو  
 وجود ما سوا مفقود اندر لامکاں خسرو  
 مقابل حامد و محمود اندر لامکاں خسرو

”خدا خود میری مجلس بود اندر لامکاں خسرو“

محمد شمعِ محفل بود شب جائیکہ من بودم“

۱۹۲۸ء میں شاعرِ جادو بیاں سید جعفر طاہر مرحوم کوٹہ میں ملازمت

کے سلسلے میں آئے۔ اور تین سال تک پاکستان کے جسور و غیور فرزندوں کے تربیتی مرکز میں ایجوکیشن آفیسر کی حیثیت سے رہے۔  
یہاں کینٹوز لکھنے کا آغاز ہوا۔ احمد ندیم قاسمی نے قیام کوئٹہ کے دوران انہیں مبارکباد دی کہ آپ کو اپنا میڈیم مل چکا ہے اور اب صرف مشق اور محنت کی ضرورت ہے۔ بعد میں ان کینٹوز میں بہت سی تبدیلیاں کی گئیں لیکن (نمونہ) وہی رہا۔ آپ کی ڈکشن، نغمگی، بحروں کی دلاویزی اور تشبیہات و استعارات کی دکشتی وہی رہی جس کا شعور آپ کو پہلی بار اسی چمنستان رنگ و بو میں ہوا تھا۔

آپ کوئٹے میں مشاعروں کے علاوہ زیادہ تر نجی ادبی محفلوں میں شریک ہوتے رہے۔ آپ نے اپنے ان کینٹوز سے سامعین کو مسحور کیا۔ ان طویل کینٹوز کو حافظے ہی سے پڑھنا غیر معمولی ذہانت کا ثبوت ہے۔ جعفر طاہر اپنے شاہکار ”ہفت پیکر“ میں آفتاب رسالت خاصہ خاصانِ رسل کے اُفقِ عرب پر طلوع ہونے کی صبح درختاں کا یوں اظہار کرتے ہیں، اندازِ بیان انوکھا، اور دل میں اُتر جانے والا ہے۔

نئی سحر کی تجلیاں ریگ زار بطحا پہ لہلہائیں  
دیارِ وحشت کے رہنے والوں پہ چمنیں کھل کے مسکرائیں  
یتیم بچے کے عزم و ایشار نے کیا انقلاب برپا  
وہ ظلمتوں کے حصار ٹوٹے گریں فصیلیں ستم کی صدہا

نہ لعل و قیل و فرس، نہ کوس و نفیر و تاج و کلاہ و برچم  
نہ ہم نشینے نہ ہنربانے نہ راز دارے نہ یار و محرم  
وہ بے سہارا کہ جس کی یہ آرزو کہ عالم کو دے سہارا  
بلندیوں پر چمک اٹھے آدمی کی تقدیر کا ستارا

شبوں کو اٹھ اٹھ کے سوچتا تھا کہ آبروئے بشر بچالے

اجل گزیدوں کو جس طرح بھی ہو ہر دم آفات سے چھڑالے

یہ آرزوئے محال کوئی بشر کسی چیز کو نہ ترے ترے

نئے افق سے جو ابر نیساں اٹھے تو سارے جہاں پہ برے

نہ ذلتوں کی سیاہیاں ہیں نہ آفتوں کے زبوں اندھیرے

عرب تو کیا دو جہاں کی آغوش میں اترنے لگے سویرے

خدا کا دنیا کی سمت پیغام آخری اور دلنشین بھی،

یہ ایک آواز جو زمانوں کی ترجمان دہر آفرین بھی

یہ بزم جس میں تمیز شاہ و گدا نہیں ماؤ تو نہیں ہے

یہاں پہ نام و نسب کی اور ملک و قوم کی گفتگو نہیں ہے

یہاں سفید و سیاہ کچھ اس طرح ملے ایک ہو گئے ہیں

وہ قبر مانا تلخ پیشہ وہ ننگ دین نیک ہو گئے ہیں

### خورشید افروز

مختصر سی آرزو ہے سن لے بٹھا کے رسولؐ

میری پیشانی کی زینت ہو ترے کوچے کی دھول

سارا عالم تیرگی کو روشنی کہتا ہے کیوں؟

بھولتی جاتی ہے یہ دنیا ترے سچے اصول

خواب و خیال میں مرے احمد ہی بس گئے + ہر صبح میری صبح ہے ہر شام شام ہے

افروز صدقِ دل سے پڑھا جسے لا الہ + لاریب اُس پہ آتشِ دوزخ حرام ہے

پہنچیں مزارِ پاک پہ چل چل کے سر کے بل + یہ تیرے عاشقوں کی ہے معراجِ پامُصطفیٰ

افروز پر بھی کاش ہو چشمِ کرم + کبھی ہے آپ کے کرم کا یہ محتاج یا مُصطفیٰ



حُبِ دُنیا میں جو پھنسا اُس کے لئے + ہیں خسارے ہی خسارے یا محمد مصطفیٰ  
 ڈوبنا تیری محبت میں مجھے راس آگیا + خود بنے طوفاں کنارے یا محمد مصطفیٰ  
قاضی محمد عالم ضمیر

معتراج کی شب جب بحرِ خلا حضرت کے لئے پایاب ہوا  
 ہرزہ خاک پا ان کا رشکِ خورِ عالم تاب ہوا  
 اے جانِ دو عالم مجھ کو بھی ہو اذنِ مدینہ بہرِ خدا  
 دل بھر میں پارہ پارہ ہوا ہر قطرہ خوںِ سبب ہوا  
 پھر زلیست میں ماہِ صیبا آیا، ہو مومنو لاکھ مبارک پھر  
 دوزخ کا ہوا ہر در بستہ اور جنت کا و ابابٹ ہوا

قسمت ہو مری دیکھنا دربارِ مدینہ + رحمت کی نظر کیجئے سرکارِ مدینہ  
 وہ کور بھلی دیدہ بینا کی بجائے + جو آنکھ نہ ہو تشنہ دیدارِ مدینہ  
 یہ کعبہ تو پہلے سے ہے اب عشقِ نبی میں + ہے اس پہ اسارِ درو دیوارِ مدینہ  
 چٹا ہی نہیں پھر آنکھوں میں خلد کا نقشہ + جب دیکھتا ہوں وادی و کسارِ مدینہ  
 کیوں نازِ جہنم سے ضمیر آئے اسے خوف + حاصل ہو جسے سایہ دیوارِ مدینہ  
سعید گوہر

نا اُمیدی کے بھنور میں گھر گئی کشتی مری + پار کر دے پار کر دے یا محمد مصطفیٰ  
 بے سہارا ہوں بہار کی ضرورت ہے مجھے + اپنا سایہ مجھ پہ کر دے یا محمد مصطفیٰ  
 سینہ خارا بھی ہو جانا جس سے چاک چاک + گفتگو میں وہ اثر دے یا محمد مصطفیٰ  
 التجائے گوہر نا چیز سن لے غور سے + شامِ میری صبح کر دے یا محمد مصطفیٰ

تو محمد مصطفیٰ صَلَّی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ + تو ہی احمد مجتبیٰ، نورِ خدا  
 رحمت اللعالمین ترأ لقلب + تُو بی مشکل میں غریبوں کا سبب

ساری دنیا پر ترا ہی راج ہے + تیرے در کا شاہ بھی محتاج ہے  
تجھ سے ہے قائم نظام بحر و بر + تیرا ہی اعجاز ہے شق القمر

### سرور سودائی

متاع لوع و قلم کے امیں محمدؐ ہیں + مکاں ہے عرش تو اُسکے مکیں محمدؐ ہیں  
ہر اک جمال عبادت فقط انہی سے ہے + نگارِ ہستی روئے زمین محمدؐ ہیں  
یہ اوج آدم خاکی اُسی نظر سے ہے + وگر نہ ہم ہیں کہیں اور کہیں محمدؐ ہیں  
وہیں ٹھہر کے نظر کو سکوں ملا سرور + اگر وجود ہے دنیا، جہیں محمدؐ ہیں

تو شفیع المذنبین ہے، رحمت للعالمین + تو ہی دنیا تو ہی دیں ہے، رحمت للعالمین  
باعث تخلیق عرش و فرش، تیری ہی ذات + فخر ہر دو عالمیں ہے، رحمت للعالمین  
تو بظاہر خاتمِ رسم نبوت ہے مگر + درحقیقت اولیں ہے، رحمت للعالمین  
مسجد اقصیٰ سے لیکر، گنبد خضبر اتلک + تو ہی جلوہ آفریں ہے، رحمت للعالمین  
بے نوا سرور کی خاطر سرفرازی کا سبب + سرور دنیا و دیں ہے، رحمت للعالمین

### رب نواز مائل

مثل جہان مہر ہیں اطوار محمدؐ + ہر آنکھ میں اُنہی سے ہیں انوارِ محمدؐ  
رنگوں کے دائرے میں یہاں جو بھی چیز ہے + گتوائے خود کو پیر تو اظہارِ محمدؐ  
ہاں بے خبر ہمیں ہیں تو کس کا قصور ہے + ہر شے یہاں ہے جزو صد اسرارِ محمدؐ  
پلی پل اٹھیں حجابِ تماشائے راز کے + یوں بھی عجیب حُسن، ہیں افکارِ محمدؐ  
وقت ہزار لفظ کی بڑھ جائے کیا سے کیا + ہاں سامنے جو ہو وہی گفتارِ محمدؐ  
بلوچستان میں نعتیہ شاعری کا تذکرہ مکمل نہ ہوگا اگر چودھری فضل حق  
کا ذکر نہ کیا جائے۔ آپ کوٹہ میں انسپکٹر جنرل پولیس رہے ہیں۔ اور آپ  
کی نعتوں کا ایک مجموعہ فیروز سنز نے شائع کیا ہے۔ پتہ چلا ہے کہ وہ صرف  
نعت کہتے ہیں۔ ایک نعت پیش خدمت ہے :-

کھلے گا دل کا ویرانہ صبا شرب سے آئی ہے،  
 سحابِ ملتفت لے کر ہوا شرب سے آئی ہے،  
 فدا یانِ رسالت کو غمِ دوراں نہیں زیباً  
 غلامانِ حرم کو یہ ندا شرب سے آئی ہے  
 سکوتِ مضطرب سے ہم نشین طعنہ نہ دے ہم کو  
 مرے واما نہ دل کی یہ ادا شرب سے آئی ہے  
 نظر سے مانگنا، دل سے سمجھنا، لب کو سی لینا  
 یہ آساں طرحِ عرضِ مدعا شرب سے آئی ہے  
 چمکتا ہے فزوں ہو کہ خزاں میں برگِ نراس کا  
 گلِ ایماں کی رخشندہ قبا شرب سے آئی ہے  
 خیال سرورِ دیں میں مجھے ایسا لگا اکشر  
 کہ دل کے سازِ پیہم کی صدا شرب سے آئی ہے  
 عبث ہے منتِ نالہ، وہ دانا ہیں وہ بلینا ہیں  
 بشارت یہ مجھے جذبِ نوا شرب سے آئی ہے  
 ماہر افغانی

گو ساریہ طوبی بھی بڑی چیز ہے لیکن + ہے اور، ہی شے ساریہ دیوار محمد  
 قندیل میں تاروں کی سرپردہ افلاک + ہے حسنِ فشاں جلوۂ انوار محمد  
 اللہ نے پیدا کیئے جتنے بھی پیمبر + ایک ایک ہے آئینہ افکار محمد

محبوبِ کبریا کا + مطلوبِ وہ خدا کا  
 وہ آخری پیمبر + یاسین اور مدثر  
 ہر چند فرش پر تھا + لیکن وہ عرش پر تھا  
 وہ جو حیرت سے نکلا + اور بحر و بر پہ چھایا

جس نے کہ حق کا نعرہ + کونین میں ف لگایا  
 ماہر مقام اُس ف کا + اس کے سوا کہوں کیا  
 صل علی محمد + نور خدا محمد ف

حافظ محمد ابراہیم جو ایک مُدّت تک کوئٹہ شہر کی علمی و  
 ادبی محفلوں کی جان رہے ہیں۔ ۱۹۱۰ء سے کوئٹہ میں مُقیم ہیں۔  
 ممتاز شاعر رضا علی وحشت سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ کم و  
 بیش تمام اصناف میں کہتے ہیں۔ اس وقت ۸۴ سال کی عمر ہے۔  
 اُن کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن پاک کا منظوم ترجمہ ہے۔ جو  
 ۱۷ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ نعت گوئی میں خصوصی دلچسپی  
 کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر یہ نعت ملاحظہ  
 کیجئے :-

خوں ہو کے جگر بہتا ہے جب دیدہ تر سے + منزل کا پتہ پاتا ہوں دیوار سے دل سے  
 اور دل کی نظر سے

جاتا ہوں میں اُس کعبہ دارین کے در پر + رحمت کی گھا جسکے اشارے ہی سے  
 بس ایک نظر سے

جس نور ضیا پاش ضیا ریز نے دی ہے + تسکین کہ گنہگار شفاعت کونہ تر سے  
 رسوائی سے ڈر سے

اے ابر گہر بارو گہر ریزو گہر پاش + ویرانہ دل پر پہ گھا جھوم کے برسے  
 رحمت کی نظر سے

کاش آئے صدایہ بھی کہ حافظ کو بلالو + کیوں سر کو پٹکتا ہے یہ دیوار سے دل سے  
 اور دور نظر سے

میر عطا محمد خاں بلوچستانی علاقہ سبکی کی ایک بستی ولہاری خاں میں  
 ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حاجی ولہاری خاں ضلع سبکی  
 کے ایک معزز زمیندار مرغزانی قبیلے سے متعلق تھے۔ آپ نے پہلے عربی اور  
 فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں سکول کی تعلیم سے بہرہ ور ہو کر گورنمنٹ  
 سروس اختیار کی۔ ۱۹۲۹ء میں ای۔ اے سی (فرسٹ کلاس مجسٹریٹ)  
 کے عہدہ سے بغیر پنشن لئے مستعفی ہو گئے۔ طبیعت میں تبدیلی کی وجہ  
 مثنوی مولانا رومی کا پُر زور مطالعہ تھا۔

آپ کے اپنے خیال کے مطابق آپ نے اپنی زندگی کا پہلا دور (بچپن  
 سے لے کر ۱۹۲۵ء تک) جہالت، ظلمت اور کلوروفام کے نشے کے عالم  
 میں گزارا۔ دوسرا دور (۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۹ء) ان کے الفاظ میں ”خواب و  
 بیداری، غفلت و ہوشیاری، علم و جہل کے متضاد عناصر کا مجموعہ بنا  
 رہا“ تیسرا دور ۱۹۴۹ء سے شروع ہوا۔ اسی اثنا میں آپ حج بیت اللہ  
 شریف کی زیارت سے مستفیض ہوئے اور آئندہ زندگی کو علم و عمل میں  
 صرف کرنے کی ٹھان لی۔ آپ نے یکم جولائی ۱۹۵۸ء کو وفات پائی۔  
 میر عطا محمد مرغزانی آزادی و حریت کے پروانے تھے۔ انہوں نے  
 اہل بلوچستان کی دامے درمے سننے خدمت کی۔ انگریزوں سے برسرِ پیکار  
 رہے۔ صحافت کو خدمت کا ذریعہ بنایا۔ سبکی سے ’الحق‘ اور ’کلمۃ الحق‘  
 جاری کیئے۔ انگریزی استبداد نے ’الحق‘ کو بند کرایا۔ اور پریس بھی  
 ضبط ہوا۔ جرمِ صرف حق گوئی تھا۔ ’کلمۃ الحق‘ آپ کی وفات تک  
 جاری رہا۔

۵۔ الیم، مستونگ، ۱۷ اگست ۱۹۴۴ء ص ۲۲۔

نفسیات عادات انسانی ص ۶ تا ۹۔

تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں بھی آپ نے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ میر عطا محمد خاں جہاں ایک اچھے صحافی تھے، وہاں قابلِ قدر مصنف بھی تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں تین کتابیں تحریر کیں (۱۔ نفسیاتِ عادت انسانی۔ مطبوعہ اسلامیہ پریس کوئٹہ قیمت پانچ روپے، کتاب اٹھارہ ابواب اور ۴۲۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ ۲۔ ”ملازم“ ضخامت ۳۸۲ صفحات، ملنے کا پتہ: بنگلہ و لہاری خاں، سبئی (طباعت کے زیور سے آراستہ ہوئیں۔ تیسری ”علمائے ربانی“ پارہ تکمیل تک نہ پہنچ سکی کیونکہ میر صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔

”نفسیاتِ عادت انسانی“ امام احمد غزالی اور مولانا جلال الدین رومی کے افکار، اخلاق اور فلسفہٴ حیات پر مشتمل ہے۔ اس اعتبار سے کتاب نفسیاتی کم اور اخلاقی زیادہ ہے۔ مؤلف مذہب سے والہانہ عشق رکھتا ہے۔ وہ نئی پود کی جنسی اور تصوراتی بے راہ روی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کے نزدیک قوم کی فلاح و نجات اسی میں ہے کہ وہ مغربی مفکرین کے مادی اور جنسی نظریات کی الجھنوں سے نکل کر دینِ فطرت (اسلام) کی طرف لوٹ آئے۔ نوعِ انسانی کے مرض کا علاج فرائیڈ کے فلسفہٴ جنسیت، ڈارون اور ہربرٹ اسپنسر کے نظریات ارتقائے حیات انسانی میں نہیں بلکہ اسلام کے فلسفہٴ روحانیت میں ہے نئی پاکستانی نسل کو اعمال و کردار کے ایک نئے سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ غیروں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہ سکے اور وہ سانچہ تعلیماتِ قرآنی کا احیاء ہے۔ اس مقصد کے لئے اسلام کی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے موٹے موٹے اصولوں کی وضاحت جا بجا احادیثِ نبوی سے کی گئی ہے۔ ساتھ ہی ان کا صاف اور شستہ ترجمہ موجود ہے۔

دو سو چھیاسی عنوانات کے تحت مختلف نفسیاتی، اخلاقی، قومی اور معاشرتی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ بعض مسائل پر میر عطا محمد کی دقت نظر قابل ستائش ہے۔ اور اندازِ تحریر نہایت مؤثر اور سلیجھا ہوا، زبان سہل، شستہ و رفتہ ہے۔ والدین، اساتذہ اور عام پڑھے لکھے بالغ قاری کے لئے خاصے کی چیز ہے۔ اصلاح عادت اور تشکیل کردار کے لئے کارآمد ہے۔ مجموعی طور پر کتاب کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

عطا محمد خان مرغزانی نے اپنی دوسری کتاب ”ملازم“ میں علمائے سُو کے خلاف ایک بیباک مصلح کی حیثیت سے آواز اٹھائی ہے اور ایک درد مند معالج کی طرح بے دریغ ہو کر معاشرے کے ناسور کو تیز نشتر کے ذریعے چیرنے اور فاسد مواد کو خارج کرنے کی جسارت کی ہے۔ علماء سو سے ہمدردانہ اپیل کی گئی ہے کہ وہ ان باتوں کے خلاف محاذ قائم کرنے کی بجائے فراخ دلانہ رویہ اختیار کریں اور ٹھنڈے دل سے اپنی کوتاہیوں پر غور و خوض کر کے قوم کو قعرِ مذلت میں گرنے سے بچائیں کیونکہ علماء کی اصلاح مقتدیوں کی اصلاح ہے اور مقتدیوں کی اصلاح کا راز قوم و ملت کی اصلاح میں مضمر ہے۔ مُصنّف کن لوگوں کی اصلاح چاہتا ہے خود اُن کی زبان سُنئے :-

”مجھے خود علماء کی ذات سے کوئی بیر نہیں ہے بلکہ مجھے اگر بیر ہے تو ہے :-

۱۔ دھڑے بندیوں سے۔ شیعہ سُنی کے اندر خلیج افتراق وسیع کرنے سے۔

ب۔ تخریف اور تاویل سے۔

ج۔ مکر و دجل اور حیلہ جوئی سے۔

د۔ رسمی جدل اور مناظروں سے۔

۴۔ روایتی زر طلبی اور زر پرستی سے۔

۵۔ نمائشی و عطف و نصیحت سے۔ فرضی رونے دلانے سے۔

۶۔ انگریز پرستی اور جاسوسیت سے۔ ورنہ مجھے ایک اچھے مُلا اور مولوی سے کیوں کر بیر ہو سکتا ہے“

مولانا عبدالکریم <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> خلف الرشید مولانا حافظ شیخ احمد ۶ جنوری ۱۹۰۴ء کو ڈیرہ غازی خاں کے مشہور مزارِ قبیلے کے شہرِ روحان میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد محترم اپنے عہد کے ممتاز عالمِ دین اور دینی رہنما تھے وہ حضرت غلام فرید <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> (۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء — ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) کے مقربین خاص میں سے تھے۔ اور انہی کے حکم پر روحان کی جہالت گرفت اور بسماندہ فضا میں علم و دانش کے چراغ فروزاں کرنے پہنچے تھے۔ انہوں نے ایک عرصہ تک اس خطے کو اپنی روشنی طبع سے سرفراز فرمایا۔

مولانا عبدالکریم نے اپنے والد ماجد ہی سے کسب فیض کیا اور پھر جدید علوم کی تکمیل کے بعد پہلے روحان میں پھر سرگودھا ڈویژن میں علم کی خدمت میں مگن رہے۔ نواب اسد اللہ خاں رئیسانی مولانا مرحوم کی علمی لیاقت اور معلمانہ صلاحیت کے معترف ہو کر انہیں بلوچستان لے آئے نواب غوث بخش رئیسانی کی ابتدائی تعلیم و تربیت مولانا عبدالکریم مرحوم ہی کی آغوش شفقت میں ہوئی۔ مستونگ میں خان قلات نے ان کے سربراہی میں ایک دارالعلوم قائم کیا۔ جہاں انہوں نے ناظمِ اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

بعد ازاں نواب قیصر خاں مگسی انہیں اپنے ہمراہ جھل لے گئے۔ اور مگسی قبیلے کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ ان کے سپرد کیا۔ چنانچہ



ان کے شاگردوں میں نواب یوسف علی عزیز مگسی اور میر سیف اللہ خاں مگسی جیسی ممتاز شخصیات شامل تھیں۔

جب جھل میں نواب یوسف علی عزیز کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے ”جامعہ یوسفیہ“ کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے مولانا عبدالکریم کا بھرپور تعاون حاصل کیا۔ جنہوں نے جامعہ کا نصاب تیار کیا۔ (تفصیلات یوسف عزیز کے ذکر میں ملاحظہ کیجئے)۔ اور خوب زور شور سے علمی و ادبی خدمات کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ انہیں ناظم جامعہ کہا جاتا تھا۔

یوسف عزیز جھل سے دور رہنے کے بعد بھی مولانا عبدالکریم سے خط و کتابت کرتے رہے۔ وہ خطوط مکاتیب یوسف عزیز مگسی (لاہور) ۱۹۷۸ء) میں صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۵ پر ملاحظہ کیئے جاسکتے ہیں۔

مولانا عبدالکریم نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ بلوچستان مسلم لیگ نے ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء کو ایک ہفتہ وار اخبار ”الاسلام“ کے نام سے مولانا محترم کی ادارت ہی میں جاری کیا۔ اس کا موٹو تھا:-

خدا و مصطفیٰ کا نام لے اور کام کرتا جا،

مبارک ہے یہ خدمت، خدمتِ اسلام کرتا جا

مولانا عبدالکریم تنہا ایک مدیر کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ ”الاسلام“ کے اکثر ادارے اور مضامین وہ بلوچستان کے طول و عرض کے دوروں کے دوران لکھا کرتے تھے۔ مولانا عبدالحامد بدایونی، نواب بہادر یار جنگ، مولانا ظفر علی خاں اور قائد ملت آزادی سے قبل جب بھی اس خطے کے دورے پر آئے تو مولانا ان کے ساتھ رہے۔ بلکہ ہر مقام اور ہر خطے میں مولانا کی تقاریر نے عوام کو متاثر کیا۔ ان کا تقریر کا انداز، منفرد، دکش اور متاثر کن تھا۔ آپ اکثر سیرت النبی اور دیگر دینی و مذہبی جلسوں سے

بھی خطاب فرمایا کرتے تھے۔

انہوں نے ۱۹۲۷ء میں اپنا علیحدہ پروجہ ہفتہ وار ”میزان“ جاری کر لیا تھا۔ جس سے وہ تادم مرگ (۱۹۴۹ء) منسلک رہے۔

مولانا عبدالکریم کی ایک کتاب ”دین و دنیا“ ہے جو ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ یہ کتاب مولانا کے موصوف کی ان چالیس تقریروں کا مجموعہ ہے۔ جو انہوں نے کونٹہ میں ریڈیو سٹیشن کے قیام کے آغاز یعنی ۱۹۵۴ء سے لے کر ۶۷-۱۹۶۴ء تک مختلف اوقات میں تشریحیں۔ ان میں سے بعض کے عنوانات یہ ہیں :-

حضور نبی کریمؐ منتظم کی حیثیت سے۔ اخلاقِ نبویؐ۔ سادگی اور بے تکلفی کا پہلو۔ سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے۔

عید میلاد النبیؐ، حضورؐ کی مقدس زندگی مسلسل جہاد رہی، حضور کریمؐ کی عید، شب معراج کی اہمیت، حضور پاکؐ کی حیاتِ طیبہ، اخلاقِ نبویؐ، (عدل و انصاف) وغیرہ۔

اندازِ نگارش شستہ، توانا اور دلپذیر ہے۔  
”دین و دنیا“ کا دیباچہ کے جی علی سابق ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان کونٹہ نے لکھا ہے۔ جبکہ ”نذرانہ عقیدت“ کے عنوان سے عبدالصمد درانی اور ”بلوچستان میں تحریکِ پاکستان کا پہلا نقیب“ کے تحت فضل احمد غازی نے خامہ فرسائی کی ہے۔

محمد اقبال سلمان ۱۰ مئی ۱۹۱۲ء کو ضلع گجرات کے دور اُقتادہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد تحریکِ سیرت سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۵ء اخبار ”ایمان“ کے اسٹنٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ اس کے بعد امرتسر کے مشہور دینی رسالے ”بلاغ“ سے وابستہ ہوئے۔ وہیں تفسیر، حدیث اور فقہ کا مطالعہ کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد کوٹھ آگئے۔ پہلے محکمہ نشر و اشاعت سے متعلق رہے۔  
اب روزنامہ 'زمانہ' کوٹھ سے منسلک ہیں۔

آپ کی دو کتابیں (آدابِ زندگی: ناشر مکتبہ جدید لاہور، ضخامت  
۳۰۸ صفحات، سال اشاعت ۱۹۴۳ء۔ نفسیات سب کے لئے: ناشر مکتبہ  
جدید لاہور، ضخامت ۱۳۳ صفحات، سال اشاعت ۱۹۴۵ء) چھپ چکی  
ہیں۔ آپ حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم کی حیاتِ طیبہ سے بر محل  
مثالیں دیتے ہیں۔

آپ کے مضامین دینی و مذہبی رسالہ 'فیض الاسلام' راولپنڈی میں  
بھی چھپتے رہتے ہیں۔ آج کل اپنے مضامین کو "خصائص نبوی" کے نام  
سے مرتب کر رہے ہیں۔

فقیر بخش بگٹی فرزند میر علی مراد خاں قبیلہ راہیجہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۹ء کو  
ڈیرہ بگٹی میں پیدا ہوئے۔ قریباً تیس سال سے قرآن مجید اور اسلامی  
لٹریچر کے مطالعے میں مصروف ہیں۔ آپ کے مضامین ملک کے ممتاز  
اخبارات اور رسائل میں چھپتے رہتے ہیں۔ "اسلام کا معاشی نظام" آپ  
کا ایک طویل اور مبسوط مقالہ ہے۔ اُس کے آخر میں "ساحل تک" کیسے  
پہنچا جاسکتا ہے" کے تحت لکھتے ہیں :-

"مال اگر دینی حدود کے اندر ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ارشاد کے مطابق وہ باعثِ خیر ہوگا۔ اس سے دنیا و آخرت دونوں ہی سہر  
جائیں گے اور اگر دل کے تمام گوشوں میں مال، سی کی محبت سما جائے تو  
یوں سمجھو کہ دریا کا پانی کشتی کے اندر آ گیا جو اسے لے ڈوبے گا حالانکہ  
یہی پانی اگر کشتی کے نیچے رہتا تو اہل کشتی کو ساحل تک پہنچانے میں بہترین  
معاون ہوتا۔" آپ اُردو میں شعر بھی کہتے ہیں۔ اور مسلم تخلص فرماتے ہیں  
غیر مطبوعہ مجموعہ کا نام "ندائے ہاتف" ہے ایک شعر یہ ہے :-

مسلمانی؟ مسلمانی ہے تقلید محمدؐ بس،  
وگرنہ سب ہے بولہبی! کوئی ہوتا نہیں مسلم

دین محمد افغانی ۱۹۱۹ء میں لہہ بمقام پشین پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعہ ملیہ دہلی میں ایک سال تک طبی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں علم حدیث و تفسیر سے بہرہ ور ہوئے۔ وہ نثر نگار، شاعر، صحافی، ڈرامہ نویس، مبلغ، مؤرخ، ریڈیو آرٹسٹ اور مذہب کے پرچارک ہیں۔ پشتو اور اردو میں لکھتے ہیں۔ آپ کی نظمیں اور مضامین جمہور الاسلام، اباسین اور اوس پشتو میں چھپتے رہے ہیں۔ آپ نے اردو میں دو ضخیم کتابیں ”ملی آئین“ اور ”تجدید الاسلام“ تالیف کیں جو بالترتیب ۳۵۲ اور ۵۱۲ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان میں قرآن و سنت اور تاریخ اسلام کی روشنی میں مسلمانوں کی تمام سیاسی، معاشی، معاشرتی، علاقائی اور مذہبی مسائل کا حل پیش کیا ہے۔

”تجدید الاسلام“ (مطبوعہ پاکستان پریس کوئٹہ، سن اشاعت ۱۹۵۷ء قیمت ساڑھے پانچ روپے) کے مقصد کو ظاہر کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے:-

”عہد بنو امیہ سے لے کر آج تک مسلمان جن جن مقامات پر قرآنی صراطِ مستقیم سے پھسل کر خود ساختہ طور طریقوں پر گامزن ہو گئے ہیں وہ انہیں صاف صاف بتلا دئے جائیں اور پھر ان کے سامنے وہ لائحہ عمل بھی رکھ دیا جائے جس پر چل کر قرین اول (عہد رسالت مآبؐ) کے صحیح اسلام پر گامزن ہو سکیں۔“

۱۔ بلوچستان میں اردو، ص ۵۶۰۔

روزنامہ مشرق، کوئٹہ، ۲۸ جون ۱۹۸۰ء۔

(ڈاکٹر) محمد انعام الحق کوثر خلف الرشید میاں محمد مقبول ۱۹۳۱ء میں کنیاں کلاں تحصیل نکودر ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب - ہند) میں پیدا ہوئے۔ علمی و دینی گھرانے سے تعلق ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کوئٹہ میں رہائش اختیار کی۔ کوئٹہ میں بیٹھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے تحقیقی کام کیا اور ڈگری حاصل کی۔ محکمہ تعلیم سے متعلق ہیں۔ بیس کتابیں چھپ چکی ہیں۔ فارسی اور انگریزی کے علاوہ اردو میں خاصے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ بلوچی، براہوئی اور پشتو میں ترجمے چھپتے ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کرتے رہتے ہیں۔ بین الاقوامی ادبا کی ڈائری (مطبوعہ انگلینڈ اور امریکہ) میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ زمانہ طالب علمی سے لے کر اب تک متعدد علمی و ادبی انجمنوں سے آپ کا تعلق رہا ہے۔ اسلام اور حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق موجودہ کتاب کے علاوہ یہ مضامین اور کتب شائع ہو چکی ہیں:-

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت بحیثیت تاجر، جوئے کوثر، لاہور، ۱۹۷۶ء

ضیائے حرم، لاہور، ۱۹۷۹ء

پاک جمہوریت، لاہور، ۱۹۷۹ء

جوئے کوثر، لاہور، ۱۹۷۶ء

سیارہ ڈائجسٹ لاہور،

فروری ۱۹۸۰ء۔

اردو ڈائجسٹ، لاہور،

۲۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد۔

۳۔ براہوئی اور بلوچی شعرا اور ذکر رسولؐ۔

۴۔ بلوچستان میں اسلام کی لہریں۔

۵۔ بلوچستان میں اردو، ص ۴۰۸۔

بلوچستان کے ممتاز محقق اور ادیب ڈاکٹر انعام الحق کوثر، محمد صلاح الدین میٹگل،

روزنامہ مشرق، کوئٹہ، ۲۸ جون ۱۹۸۰ء۔

جون ۱۹۷۹ء۔

۵۔ بلوچستان میں اشاعتِ اسلام و ادبیات [ اسلام آباد فروری  
سیرت، فکر و نظر۔ ] ۱۹۸۰ء۔

۶۔ مسلمانوں کا فنون میں حصہ، تعمیر۔ نقاشی [ ۲۳، اپریل، ۱۹۷۸ء  
مشرق کوئٹہ۔ ] ۷، مئی، ۱۹۷۸ء۔

۷۔ بلوچستان میں اسلام۔ [ اردو ڈائجسٹ، لاہور،  
مئی، ۱۹۸۰ء۔ ]

۸۔ پیارے نبی کی پیاری باتیں۔ [ نیکی کی کلیاں، کوئٹہ ۱۹۷۷ء  
۹۔ خطا کار سے درگزر کرنے والا۔ ] سیارہ ڈائجسٹ، لاہور،

[ جنوری ۱۹۸۱ء۔ ]

۱۰۔ اشاعتِ علم۔ [ چودہ صدیاں نمبر سیارہ  
ڈائجسٹ، فروری، مارچ  
۱۹۸۱ء۔ ]

۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضانِ بلوچستان [ قومی سیرت کانفرنس  
میں۔ ] اسلام آباد، جنوری ۱۹۸۱ء۔

۱۲۔ تذکرہ سیرت بلوچستان میں۔ [ قومی سیرت کانفرنس لاہور  
فروری ۱۹۷۹ء۔ ]

۱۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ سنہ [ قومی سیرت کانفرنس لاہور  
(عقو)۔ ] جنوری ۱۹۸۰ء۔

۱۴۔ اسلام کا عالمی کردار۔ [ مسلمان مفکرین کی عالمی  
کانفرنس، اسلام آباد،  
مارچ ۱۹۸۱ء۔ ]

۱۵۔ بلوچستان میں اردو کے نعت گو شعرا۔ [ ایشاور یونیورسٹی اکتوبر ۱۹۸۱ء۔ ]

لاہور ۱۹۷۶ء -

(زیر طبع)

۱۶۔ تذکرہ صوفیائے بلوچستان،

اسلام پہلی صدی ہجری میں

ڈاکٹر کوثر کی کوئٹہ ریڈیو سے اپریل تا جون ۱۹۸۱ء کے درمیان چھ  
تقریریں بلوچستان میں اُردو، فارسی، بلوچی، براہوئی اور پشتو کی  
نعتیہ شاعری پر نشر ہوئیں۔

## بلوچستان میں نعتیہ مشاعرے

عیند میلاد النبوی کی تقریبات، اخبارات و رسائل کے سیرت نمبر، ریڈیو، ٹی وی پروگرام۔

وزیر زادہ عبدالاحد خاں نے ۱۹۳۹ء میں صنعتی نمائش کوئٹہ کے آل انڈیا مشاعرے کی افتتاحی تقریب میں فرمایا تھا:

”بلوچستان میں فارسی ادب کا کافی دیر چرچا رہا ہے۔ وقتاً فوقتاً قابل ہستیاں پیدا ہوتی رہیں۔ انگریزوں کے یہاں آنے سے اردو کا رواج ہو، عدالتی زبان اردو قرار پائی، شمالی ہندوستان کے صاحب ذوق حضرات ملازمتوں کے سلسلے میں یہاں آئے۔ انہوں نے یہ بات فراموش نہ کی کہ ترقی ادب بھی جزو ہے ترقی کا۔ چنانچہ بزم سخن قائم ہوئی۔ اس سلسلے میں مرحوم سردار محمد یوسف خان کا نام لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے بلوچستان میں مشاعروں کی بنیاد ڈالی، بزم ادب قائم کی۔ ایک رسالہ نکالا۔ جس میں شعراء کے اشعار ہوتے تھے۔“



نثار احمد محشر اپنے مضمون ”بلوچستان کی قدیم و جدید ادبی شخصیتیں“ میں لکھتے ہیں: ”سردار محمد یوسف خاں یوسف ادبی حیثیت سے ”السابقون الاولون“ کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان کی مخلصانہ تگ و دو پر بلوچستانیوں کو فخر کرنا چاہیے۔“

غرض بلوچستان میں ۱۹۱۱ء کے لگ بھگ لورالائی میں مشاعروں کا آغاز ہوا۔ ان مشاعروں میں شرکت کرنے والوں کے نام یہ ہیں:-  
سردار محمد یوسف خاں پولیڑی، مولوی عبدالحنان احقر، عنایت اللہ خاں ایبغ، خان بہادر نبی بخش خاں اسد، چراغ الدین چراغ، محمود خاں محمود، نانک سنگھ نانک، فتح چند نسیم، عابد شاہ عابد، عنایت علی عنایت، ہر کرن داس ہر کرن، پنڈت جیون سنگھ مسکین، سردار غازی خاں، شیخ محمد عبدالحق وغیرہ۔

۷۔ جون ۱۹۱۵ء کو لورالائی میں مشاعرہ منعقد ہوا تھا۔ جس کے سیکرٹری سردار محمد یوسف خاں یوسف تھے۔ مصرع طرح تھا: ۷  
وہ شبنم ہوں پہنچ سکتا نہیں دیوارِ گلشن تک  
اُس مشاعرہ میں بعض شعرا نے نعتیہ اشعار بھی پڑھے تھے جیسے:  
۱۔ مولوی عبدالحنان احقر عرض تو لیس درجہ اول لورالائی:-  
تمنا ہے کروں میں صاف گلیاں اپنی پلوں سے  
شہِ یثرب! اگر پہنچائے قسمت تیرے مسکن تک  
۲۔ بابو عنایت اللہ خاں ایبغ، میر مشاعرہ اسٹنٹ اکونٹنٹ دفتر

۱۔ پاسبان، کوئٹہ، ۶ جولائی ۱۹۳۹ء۔

۲۔ قدیل خیال، دہلی، ۱۹۱۶ء صفحات ۱۸ تا ۳۔ اس میں بلوچستان بھر کے شعرا شامل ہوئے تھے۔

بس اب لے چل اڑا لے چل در محبوب ذوالمن تک  
صبا تیری رسائی ہے ضرور اُس گل کے مسکن تک  
بہ پیش حق کسی نے تو پیسارے ہاتھ ہی ہونگے

تمہارے واسطے میں نے تو پھیلا یا ہے دامن تک  
ایاخ راوق عرفاں ہوں مجھ کو گنبد نیلی

سرور کیف میں لے چل اُسی بے خار گلشن تک

۳۔ جناب نبی بخش خاں اسد، نائب تحصیلدار لورالائی۔

رسائی ہو کہیں یارب شہِ یثرب کے مدفن تک

کہ گلخن سا، جدائی سے، ہوا جاتا ہے گلشن تک

۴۔ سردار محمد یوسف خاں پولہنٹی یوسف تحصیلدار لورالائی۔

شفیع المذنبین ہے رحمتہ للعالمین ہے تو

میں چھوڑوں کس طرح داماں ترا محشر کے دامن تک

عابد بلوچستانی نے اپنا ایک مختصر سا مجموعہ کلام ”گلزارِ عابد“ کے نام سے

ماہ ذالحجہ ۱۳۳۳ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں مطبع قاسمی واقع دیوبند

سے چھپوایا تھا۔ اس کے کل صفحات ۴۸ ہیں۔ سید عابد شاہ نے کہا تھا۔

محمد شافع ہے روزِ حشر کا + محمد شافع ہے سب عاصیوں کا

محمد شافع ہے روزِ حشر کا + محمد ہے دوا ہر دردِ دل کا

میں عابد ہوں غلام ہر چار سرور کا

ابابکر کا عمر کا عثمان کا علی کا

بارگاہِ ایزدی میں دعا گو ہیں۔

یا الہی وائی ہر دو سہری کے واسطے

فضل کر مجھ پر محمد مصطفیٰ کے واسطے

غالبم کرم بر حسوداں، زیر اُن کو کمر دکھا  
خواجه کونین احمد مجتبیٰ کے واسطے  
عابد مسکین پم تو رحم کر میرے رحیم  
رزق و ایماں کر عطا سب انبیاء کے واسطے

محمد صادق شاذ بلوچستان کے مشہور و معروف شاعر اور ادیب  
(آپ نے یہاں علمی و ادبی سرگرمیوں کو عام کرنے کے لیے بڑی تنگ و  
دو کی تھی) نے ۱۹۲۹ء میں ایک انجمن خدام المسلمین کوئٹہ کی داغ بیل  
بھی ڈالی تھی جو ۱۹۳۵ء تک قائم رہی۔ یہ اصلاحی انجمن تھی۔ مولانا ثناء اللہ  
کے ساتھ مل کر کمیٹیاں بھی بنائی تھیں۔ اردو کے اشعار پڑھ پڑھ کر لوگوں  
کو نیند سے بیدار کرتے تھے۔ ایک شعر یہ تھا:-

اے محمد کی آنکھوں کے تارو اٹھو  
رات غفلت میں تم نے گزار دی، اٹھو

ڈاکٹر محمد اسحاق صدیقی ناشط ادیب، شاعر، متواضع، مہمان نواز،  
شاہ خرچ اور بڑے دوست نواز انسان تھے۔ اُنیس سال بلوچستان کے  
مختلف مقامات میں گزارے۔ بیشتر وقت موسیٰ خیل، فورٹ سندھین،  
مسلم بلخ اور سبئی میں گزارا۔ ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء فورٹ سندھین۔  
حسب فرمائش مولوی غلام نقشبند خان حضور پاک سرور کائنات کے حضور  
یوں گلہائے عقیدت پیش کیے تھے:-

سچ ہے لطفِ زندگانی اُس کو حاصل ہو گیا  
جو نبی کے نام لیواؤں میں شامل ہو گیا

۱۔ بلوچستان میں اردو، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۱۹۸۔

۲۔ دیوانِ ناشط (خطی) ص ۵۵۔

بالیقین دُنیا و ما فیہا سے مستغنی ہے وہ  
 سرورِ کونین کے در کا جو سائل ہو گیا  
 کیا بیاں میں آسکے اُسکے تڑپنے کا مزہ  
 خنجرِ حُبِ محمدؐ کا جو بسمل ہو گیا  
 کشتہٴ اُلفت تمہارا زندہ جاوید ہے،  
 چشمِ ظاہر میں میں گو مردوں میں شامل ہو گیا  
 ذرہٴ حُبِ نبیؐ ناشط ہے جسکے قلب میں  
 جنت الفردوس میں وہ شخص داخل ہو گیا

بلوچستان کے مردِ مجاہد اور مردِ قلندر نوابزادہ یوسف علی خان عزیز  
 مگسی (۱۹۰۸ء — ۱۹۳۵ء) کے بارے میں میر محمد امین کھوسہ اپنے ملک  
 اپنے ایک مضمون ”بلوچستان میں دینی سیاست کی بنیاد رکھنے کے لئے  
 تاریخ کا ایک مبارک ورق“ میں لکھتے ہیں کہ وہ بلوچستان اینڈ آل انڈیا  
 بلوچ کانفرنس (منعقدہ جیکب آباد سندھ ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۳۲ء)  
 کے زمانے میں علی گڑھ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ وہاں سے جیکب آباد  
 آئے۔ پھر یوسف عزیز کے ہمراہ حضرت پیر صاحب برچونڈی شریف گئے۔  
 وہیں دونوں نے نماز پڑھی۔ یوسف نے امین سے پوچھا کہ ”نماز یہاں پر  
 ہمیشہ اسی طریق سے ہوتی ہے“؟ پھر کہا کہ ”یہ تو مجاہد پیدا کرنے والی نماز  
 ہے“ واپس ہوئے تو یوسف کا چہرہ متغیر تھا۔ اس سے عیاں تھا کہ اُن  
 کا دل اس مقدس فضا سے بہت زیادہ متاثر ہو چکا ہے.....  
 برچونڈی شریف سے سٹیشن تک انہوں نے وہ مشہور قومی نظم بھی  
 جو آخری اجلاس میں بلبلانِ خلافت نے پڑھی تھی۔ جسے حاضرین مجلس نے

بڑے مزے لے لے کر سنا اور ہر طرف سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے۔  
اس نظم سے نہ صرف لوگوں کے دلوں میں سرور پہنچا بلکہ قومی اور ملی جذبے  
کے جوش نے ہر شخص میں نئی روح پھونک دی۔ فرماتے ہیں :-

میں اگر چاہوں تو ذرے کو بیاباں کر دوں  
قطرہ آب میں پیدا کر طوفاں کر دوں  
یہ ارادہ ہے کہ اسلام کا خادم بن کر  
ساری دنیا کو نئے سرے سے مسلمان کر دوں  
پھر وہی بھولا سبق یاد دلاؤں سب کو  
ہر بلوچی کو غرض عاملِ قرآن کر دوں  
جی میں آتا ہے کہ پھر طور کو آباد کروں  
آتشِ دل سے پہاڑوں میں چراغاں کر دوں  
گاندھی و مالوی کے وعظ دھرے رہ جائیں  
میں اگر قولِ محمد کو نمایاں کر دوں  
جوش میں آئے اگر نعرہ اللہ ماروں  
حق و باطل کے تفاوت کو نمایاں کر دوں  
اس قدر شعلہ فشاں بنم جہاں میں ہو جاؤں  
ذرے ذرے میں بپا حشر کا سامان کر دوں  
اُسی ایقانِ براءِ سیم کا وارث ہوں میں  
اب بھی آتش کو اگر چاہوں گلستاں کر دوں

میر محمد امین خان کھوسہ اپنے ایک دوسرے مضمون<sup>۱۵</sup> میں رقم طراز

ہیں :-

”یہ قافلہ عشق، عشق محمدی سے سرشار تھا۔ یوسف علی خاں راتوں کو اٹھ اٹھ کر بڑے درد آواز میں پڑھا کرتے تھے :-

کی محمد سے وفاتونے تو ہم تمہے ہیں  
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں  
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوٹے ہم نے  
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

یہ ایمان افروز اور دل سوز کے یوسفی سخن سے بلند ہوتی۔ میرے آنسو جاری ہو جاتے اور اُن کے بھی۔ ظاہر ہے کہ اسی عالم اشکِ فشانہ میں جو پروگرام مرتب ہوتا وہ مٹائے سے نہیں مٹ سکتا۔ دلوں کے ملنے سے جو اسلامی محبت ہوتی ہے وہی ہماری تحریک کی اساس بن گئی یوسف عزیز اپنی ”وصیت“ کو اس شعر سے شروع کرتے ہیں لہ  
بس یہی آرزو ہے کہ اسلام پہ مروں  
ناموسِ مصطفیٰ کے بڑے نام پہ مروں  
ایک خط میں جو میر محمد امین خاں کھوسٹہ کے نام لکھے۔ عید میلادُ  
النبی کا ذکر کس دل سوز ولولے سے کرتے ہیں :-

”کل یہاں عیدِ میلادُ النبی پر جلوس اور جلسوں کی ہنگامہ آرائی تھی۔ آپ غالباً ڈاکٹر یعقوب ایڈیٹر ”دی لائیٹ“ کو جانتے ہوں گے۔ سر نواب صاحبزادہ عبدالقیوم ایم۔ ایل۔ اے کے زیرِ صدارت ڈاکٹر موصوف نے اسلام اور بانیِ اسلام کے اُسوۂ حسنہ پر ایک مدلل اور پراز معلومات لیکچر دیا۔ پہلے انگریزی میں اُنہوں نے شروع کیا۔ بعد میں حاضرین کی خواہش

۱۔ مکاتیب یوسف عزیز مگسی، مرتبہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۵۸۔

ص ۴۱، ۴۲۔

ایضاً

۲۔ ایضاً

پر اُردو میں کہنا شروع کیا۔ امین! بخدا ایک بے خودی کا عالم تھا۔ جو تمام  
حاضرین پر چھایا ہوا تھا۔ صاحبِ صدمے لے کر گیٹ کیپروں تک کی آنکھیں  
آنسو بہا رہی تھیں۔ زندہ باد اسلام، زندہ باد بانی اسلام!

قسم ہے خدائے قدوس کی کہ اگر اس عید میلاد النبی پر تمام مسلمان  
وعدہ کریں کہ پیارے سرورِ کونین کے نقشِ قدم پر چلیں گے تو آج فی الفؤاد  
ہماری تمام بگڑیاں بن جائیں۔ اختتامِ لیکچر پر طبیعت ایک خاص حالت  
میں تھی۔ ٹاؤن حال سے نکلنے ہی کمپنی گارڈن کے گراؤنڈ میں کوٹ اُتار کر  
بیٹھ گئے۔ فرشِ زمردیں پر۔ تقریباً ابجے تک مولانا الطاف حسین حالی مرحوم  
کے شعر پڑے پڑے گارہا تھا اور واللہ کبھی سماں تھا اور کیا حالت تھی  
دل کی۔ کاش کہ تم ہوتے۔

وہ تلبیوں میں رحمت لقب پانے والا

مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

ضعیفوں کا ملجا، غریبوں کا ماویٰ

یتیموں کا والی، غلاموں کا مولا

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ تمام انبیاء بیک گراؤنڈ تھے ہمارے کملی  
پوش کے۔ بالکل صحیح، ہر کہ شک اُردو کافر گرد۔“

یوسف عزیز نے اپنے ایک دوسرے خط میں جو میر محمد امین خاں کھوسہ  
کے نام ہی ہے۔ ”فریضہ عظیمہ دفاع، کی اہمیت حضور پاک سرور کائنات  
آنحضرت صلعم کے حوالے سے اور قرآن پاک کی تعلیمات کی روشنی میں ایسے

مسحور کن انداز میں اُجاگر کی ہے۔ کہ قاری تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ یوسف عزیز مولانا عبد الکریم کے نام خط میں لکھتے ہیں۔ ”دو تین یوم سے طبیعت پر ایک خاص حالت طاری ہے۔ جس کے تحت ”پیغامِ عمل و احسانات سرور کائنات“ کے زیر عنوان بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔ ”زمیندار اور ”سیاست“ کی معرفت آپ دیکھ سکیں گے۔“

یوسف عزیز کی ایک معرکہ الآفاق نظم زمیندار میں چھپی تھی۔ اُس کے بعض اشعار سے حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم سے گہری عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :-

قسم اُس درد کی، حصہ میں آیا جو نبوت کے

قسم اُس جوش کی پہلو میں آیا جو محبت کے

قسم ہے اُن نیازوں کی جو ناز عشق بن جائیں

قسم ہے اُن نمازوں کی جو ناز عشق بن جائیں

قسم ہے غزوة بدر و احد میں مرنے والوں کی

قسم ہے کربلا کو خون سے تر کرنے والوں کی

قسم ہے اُمّیؑ بظلم کے ایثار و شجاعت کی

شکم پر سنگِ خارا باندھنے والی سخاوت کی

میں پھر اندازِ نبوی سے نغمہ حب وطن گا کر

سکوت اندوز تلو اسلام کا بچولکے چھوڑونگا

یوسف عزیز کی ایک اور بے نظیر نظم ”پیغامِ عمل“ کے مضمون تحریر کیے

۱۔ مکاتیب یوسف عزیز لکھی۔ ص ۱۰۹۔

۲۔ زمیندار، لاہور، ۲۲ اپریل ۱۹۳۲ء۔

۳۔ نصرت، کراچی، ۵ جون ۱۹۵۷ء۔



وہ زیبِ عرب، وہ فخرِ عجم روتا ہے تمہاری غفلت پر  
اٹھ تھا لے باگیں دُنیا کی، غازی کہلا، اٹھ ہمت کر  
آلاتِ حرب کے فقداں سے اور سیم و زر کے کتھاں سے  
مایوس نہ ہو، اللہ پہ رکھ، اللہ کو پکار، اٹھ ہمت کر  
تو فرزندِ توحید ہے گر، توحید پہ کٹ، توحید پہ مر  
سرمایہ ترا، سامان ترا، ہے ذاتِ خدا، اٹھ ہمت کر  
یوسف عزیز نے <sup>۱</sup>اسلام کے سماجی فلسفے کی رُوح تک پہنچنے کی  
کوشش کی۔ یہ رُوح ان کے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان ہو سکتی  
ہے :-

”خُدائے قدوس کے نزدیک انفرادی زندگی کی صلاحیت جماعتی منفعت  
کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں ہمیں طریق  
استدعا بتایا گیا وہ جماعت کی طرف سے ہے، فرد کی طرف سے  
نہیں۔ سورہ فاتحہ کو دیکھئے :- ”اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“  
ہے۔ ”اِهْدِنِي الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ نہیں۔ ”اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“  
اور ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ“ یہ سب جمع کے صیغہ  
جات ہیں۔“

گویا یوسف عزیز کے خیالات کے مطابق اسلام کا سماجی فلسفہ یہ  
تھا کہ انفرادی مفاد اجتماعی مفاد کے تابع ہو۔ یہی تو تعلیماتِ محمدی کا  
نچوڑ ہے۔ جس کی طرف یوسف عزیز نے پہلے ہی اشارہ کیا ہے <sup>۲</sup>قسم ہے  
اُمی بطحانی کے ایشار و شجاعت کی۔

۱۔ یوسف عزیز مگسی، پروفیسر اور رومان، بولان، کوئٹہ ۱۹۵۵ء۔

۲۔ بلوچستان کا پہلا مرد قلند، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، حیران، کوئٹہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۴ء۔

۱۹۳۳ء میں نواب زادہ یوسف عزیز کے بھائی سردار گل محمد خاں زیب کو جھل مگسی کی نوابی سے علیحدہ کر کے نواب زادہ کو جھل مگسی کا نواب اور سردار بنا دیا گیا۔ اس طرح آپ کو اپنے ترقی پسندانہ خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے مواقع ملے اور آپ نے اپنے علاقے میں فلاح و بہبود کے متعدد کام کیے مثلاً کھیر تر نہر بنوائی جس سے سندھ کی سرحد کے قریب علاقہ مگسی کا خاصا قبیلہ سیراب ہوا۔ کوٹ یوسف علی خاں کے نام سے ایک قصبے کی بنیاد ڈالی اور وہاں سکول قائم کیا۔ اس زمانے میں پچاس ہزار روپے کے ذاتی عطیے سے ”جامعہ یوسفیہ عزیزیہ“ جیسی دینی درسگاہ قائم کی۔ ۱۹۳۴ء میں ایک نظم بعنوان ”جامعہ عزیزیہ جھل کے طلبہ“ سے چھپی تھی۔ جس کے تین شعر یہ ہیں:

عزیزی جامعہ ہے درحقیقت دولت نایاب  
کچھ اسکے سامنے سمجھو نہ قاروں کے خزینے کو

کرو صد جانفشانی سے سبقِ اسلام کے ازبر  
اسی توشے کو لے کر چل سکو گے تم مدینے کو

چھپا کب تک رہے گا آہ جھل کے تنگ گوشے میں  
سر بازار لاؤ حسن ”یوسف“ کے خزینے کو

مزید برآں غریبوں کے لئے شفاخانہ اور دارالاقامت کا انتظام کیا۔ ”ینگ بلوچستان“ کراچی میں جامعہ اسلامیہ <sup>۱</sup>عزیزیہ اور جھل کا شاندار مستقبل کے تحت مندرج ہے:-

”عرشیاں راجح عید آن ساعتی

چوں شود بیدار چشم ملتے

۱۔ ینگ بلوچستان، کراچی، ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۴ء۔

۲۔ ایضاً ایضاً ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء۔

عرب کے زمانہ جاہلیت کی یاد تازہ کرنے والا جہل، نہ صرف جہل بلکہ حقیقی معنوں میں جہل مرکب تھا۔ یہاں کے باشندے شراب، بھنگ، افیون اور چرس جیسی نجس و ناپاک منشیات کے علاوہ دنیا جہان کی برائیوں میں مبتلا تھے، لیکن قدرت کے نہ بدلنے والے قانون نے ان کو تختِ اشرفیٰ تک پہنچنے سے پہلے چونکا دیا۔ علاقے کا بچہ بچہ اپنی کھوئی ہوئی اور زنگ آلود قوتوں کو صیقل کرنے کے لئے میدانِ عمل میں کود پڑا۔ بھلا قدرت کا اس سے بڑھ کر اُن پر اور کیا احسان ہو سکتا تھا کہ اُن کو نواب محمد یوسف علی خاں جیسے مرد مجاہد کی قیادت نصیب ہوئی۔ اُنہوں نے ان تمام خلافِ شرع رسموں کو، جن کے باعث قوم کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی تھیں، اس احتیاط کے ساتھ پیوندِ خاک کر دیا ہے کہ وہ قیامت تک سر نہ اٹھا سکیں گی۔ آپ نے (نواب یوسف علی خاں نے) اپنی قوم کو مہذب اور شائستہ بنانے کے لئے نصف لاکھ کے ذاتی مصرف سے جامعہ کی بنیاد رکھی، جہاں قوم کے بچے دینی اور دنیاوی تعلیم کے علاوہ علوم جدید سے بھی خاطر خواہ طور پر بہرہ مند ہو رہے ہیں۔“

یوسف عزیز بن ذاتِ خود جامعہ میں معائنے کے لئے جاتے، تعلیمی حالت کا جائزہ لیتے اور رائے بک میں عملی ترقی اور عام معیار کی بلندی کے لئے تجاویز قلمبند فرماتے۔ جن کا مطالعہ آج بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اس جامعہ کے لئے نصاب، پنجاب کی طرح تیار کرائے گئے۔ دیہیات کو ضروری مضمون قرار دیا گیا۔ معروف عالم اور زبردست مقرر مولانا عبدالکریم مرحوم مغفور سابق ایڈیٹر ”میزان“ کونٹہ بھی اس جامعہ کے ناظم ہے۔ مشہور عالم دین حاجی کینجہ ساکن ہرات (افغانستان) بھی یہاں استاد تھے۔

زلزلے سے پیشتر مولانا عبید اللہ خان بلوچ نے محلہ اسلام آباد کونٹہ

میں ایک تعلیمی ادارے کی بنیاد ڈالی تھی جس کا نام مدرسۃ البنات تجویز ہووا۔ چھوٹے بچے اور بچیوں کا یہ مدرسہ دینی اور علمی نقطہ نگاہ سے قائم کیا گیا تھا۔ نصاب ایسا کہ بچوں میں تہذیب اور احساس کو فروغ ہو اور پورا نصاب بحیر اردو کتب پر مشتمل تھا۔

مدرسے میں بچیوں کو اپنے مشاہیر کی کئی ایسی عمدہ نظمیں اور نعتیں یاد تھیں۔ جن کی گونج کوئٹہ کے گلی محلوں میں سننی جانے لگی تھی۔ دفعۃً ۱۹۳۵ء کو زبردست زلزلہ آیا جس سے انسانوں کی یہ جیتی جاگتی آبادی چشم زدن میں کھنڈروں کا وسیع انبار بن گئی۔ زلزلے کے بعد توغی روڈ (بالمقابل عید گاہ) پر مدرسۃ البنات کا دوبارہ اجراء اپنی عمارت میں ہووا۔ ذریعہ تعلیم اردو تھا۔ یہ سرگرمیاں ۱۹۴۲ء کے اوائل تک رہیں۔ آج کل یہی مدرسہ کراچی میں جاری ہے۔

یہ ایک خالص اصلاحی ادارہ تھا۔ جس کے مقاصد بقول بیگم مولانا عبید اللہ یہ تھے: ”ہم مسلمانوں کے گھروں کو پھر اسلامی گھرانے بنانا چاہتی ہیں۔ اسی لئے دختران اسلام میں قرآن کی عملی تعلیمات کی ترویج پھونکنا نہایت ضروری ہے۔“

محترمہ اہلیہ سید انور علی شاہ ایجوکیشن انسپکٹر نے آپ کو مشورہ دیا تھا: ”سرکاری امداد سے اصل مقصد فوت ہو جائے گا کیوں کہ سرکاری سکولوں کا نصاب تعلیم رائج کرنا پڑے گا۔ جس سے خالص اسلامی تعلیم نہ ہو سکے گی، اس لئے پبلک سے امداد کی کوشش کریں۔“

قرآن و حدیث کی تعلیمات عام کرنے میں بعض اساتذہ کرام نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ان میں سے ابتدائی دور کے دو استادوں کا مختصر تذکرہ

کیا جاتا ہے :-

۱۔ مولانا ممتاز علی قصبہ انبیٹہ ضلع سہارنپور سے ۱۸۸۵ء میں کوئٹہ تشریف لائے تھے۔ سندھ میں ہائی سکول کوئٹہ میں السنہ شرقیہ کے مدرس تھے۔ اس کے علاوہ گھر پر بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا آپ کے فرزند مولانا منیر الدین احمد کوئٹہ کی انجمن اسلامیہ کے بانیوں میں سے تھے۔ ان کی وجہ سے یوپی (انڈیا) سے ہر سال چوٹی کے علماء کوئٹہ آتے تھے۔ اور ہزاروں لوگوں کے مجمع میں قرآن و حدیث اور توحید و رسالت پر مبنی تقریریں کرتے تھے۔

۲۔ مولانا ممتاز علی کے ریٹائر ہونے پر مولانا حکیم عبدالرحیم انصاری سندھ میں سکول میں عربی اور اردو کے مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں ریٹائر ہونے کے باوجود چند سال پہلے تک وادی شمال میں سیرت طیبہ آنحضرت صلعم پر اپنی تقاریر سے ہر کہ و مہ کو متاثر کرتے رہے۔  
 لو ابزادہ یوسف علی خاں عزیز مگسی کی کوششوں سے بلوچستان کے عوام کے مطالبات اور علاقائی مسائل کی خاطر یہاں کا پہلا اخبار ”بلوچستان“ منظر عام پر آیا۔ اس کے بعد علی الترتیب ”البلوچ“ ”بلوچستان جدید“ اور ”ینگ بلوچستان“ جاری ہوئے۔ ان کا مرکز کراچی تھا۔ اور سرپرست

۱۵۔ محمد حسین عنقا کہتے ہیں کہ یہ اخبارات حقیقی معنوں میں بلوچستان کی زبان کہلانے کے مستحق تھے۔ اس دوران میں ایک وقت وہ بھی آیا۔ جب کہ بلوچستان میں ان اخبارات کا پڑھنا جرم تھا۔ اس لئے انہیں بڑے لفافوں میں بند کر کے ایک خط کی صورت میں بلوچستان بھجوا یا جاتا تھا۔ اگر ان اخبارات کے پڑھنے والوں کا پتہ چل جاتا تو انہیں بلا کر دھمکایا جاتا اور بعض کو ہمانت بھی دینی پڑتی۔ تحریک آزادی، اہم، مسنگ  
 ۱۷ اگست ۱۹۶۶ء۔

یوسف عزیز ہی تھے۔ ان اخباروں کی ادارت عبدالصمد سراہوی خلیفہ ایم اسماعیل عثمان قادری بلوچ، پیر بخش نسیم تلوی اور محمد حسین عنقا وغیرہ نے کی۔ مذکورہ اخبار کے بعد دیگرے ضبط ہوئے۔

ان اخبارات میں سیرت آنحضرت صلعم سے متعلق بعض مضامین اور بعض کے خصوصی نمبر بھی شائع ہوتے تھے جیسے :-

”البلوچ“ کے ۲۸ مئی ۱۹۳۳ء مطابق ۳ صفر المنظر ۱۳۵۲ھ کے شمارہ میں قاضی مولوی احمد صاحب پیدار کی از بندرپسنی کا مضمون اُسوۂ حسنہ (ص ۷) شائع ہوا۔

”البلوچ“ کا میلاد نمبر ۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ مطابق ۲ جولائی ۱۹۳۳ء کو آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا تھا۔

”اتحاد بلوچاں“ کا معراج نمبر رجب المرجب ۱۳۵۲ھ/۱۹ نومبر ۱۹۳۳ء کو طبع ہوا تھا۔ پہلے صفحہ پر مولوی پیر بخش احمدانی کی نظم ”معراج نامہ“ (۱۷ شعر) چھپی تھی۔ جس کا پہلا اور آخری شعر یہ ہے۔

کرتا ہے آسماں پر معراج جو پیمبرؐ  
ثانی نہیں اسی کا سارے جہاں کے اندر

سہرا ایملانی کو اسری بعدہ کا  
ہوتی ہے اس خوشی میں مسلم کی عید گھر گھر  
ادارے کی جانب سے ”معراج نبوی“ کے عنوان سے ایک تفصیلی مضمون  
بھی اس شمارے کی زینت بنا ہوا ہے۔

بلوچستان میں عید میلاد النبیؐ کی تقریبات کے انعقاد کی روایت خاصی پرانی  
ہے۔ قریباً نصف صدی پہلے کی ایک تقریب کا حال ملاحظہ کیجئے: جسے منشی

۱۔ ہفتہ وار بلوچ، کراچی، ۲۳ جولائی ۱۹۳۳ء۔

محمد اعظم نے لکھا تھا۔

### کانک میں عید میلاد النبی

۶ جولائی ۱۹۳۳ء کو مقام کانک (ضلع قلات، بلوچستان) میں بہت بڑی اہتمام جناب سردار بہادر نواب سر محمد اسد اللہ خاں صاحب رئیسانی چیف آف سراوان عید میلاد النبی کا جلسہ ان کی نشست گاہ میں زیرِ صدارت جناب سید میر اورنگ شاہ صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت سید خواجہ محمد ابراہیم صاحب دوپاسی علیہ الرحمۃ ڈھاڈ ہر انعقاد پذیر ہوئے۔

جلسہ کی جگہ کو بیش بہا ایرانی قالینوں سے خوب سجایا گیا تھا۔ پہلے نواب صاحب کے باغیچے کا وسیع چمن تقریب کے منانے کے لئے تجویز ہوا تھا بعد میں شاہ صاحب صدر جلسہ دفعتاً بیمار ہو گئے۔ اس لئے متبادل انتظام کیا گیا۔ اس مجمع میں نواب صاحب کے اراکین خاندان جن میں میر عبدالرحمن خاں، میر محمد علی خاں، واحد بخش خاں، میر محمد بخش خاں، میر رستم خاں، میر محمد اکبر خاں، میر فیض بخش خاں قابل ذکر ہیں۔ کے علاوہ دوسرے معتبرین، مختلف قبائل کے افراد اور رعایا کا جم غصیر موجود تھا صاحب صدر بیماری کی وجہ سے تقریر نہ کر سکے۔

سب سے پہلے قاضی ولی محمد متوطن مٹھڑی نے حضرت سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ولادت باسعادت پر تقریر کی۔ اور دین و دنیا کے اس محسن اعظم کی ولادت کی اصلی حکمت حاضرین کے ذہن نشین کراتے ہوئے حضور تاجدار مدینہ کے واقعات حیات مؤثر پر ایہ میں سنائے سب پر رقت طاری تھی۔

بعد ازاں حاجی در محمد خاں رئیسانی امام مسجد واقع کانک تانکید فریضہ نماز، ملا عبداللہ اور میر محمد علی خاں رئیسانی نے فضائل درود شریف

پر مؤثر اثر میں وعظ فرمایا۔

نواب صاحب کی طرف سے حاضرین کیلئے چائے کا معقول انتظام تھا اور مٹھائی تقسیم کی گئی۔

### اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ

بلوچستان کی پہلی قومی درسگاہ "اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ" انجمن اسلامیہ

نے قائم کی۔ یہ کوئٹہ میں سب سے پہلی اور ثقافتی و مجلسی بہبود کی قدیم انجمن ہے

جو ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۰ء کے درمیانی عرصے میں بنی۔ انجمن کی داستان

بھی بڑی عجیب ہے۔ اُس زمانے میں جامع مسجد فروٹ مارکیٹ کے سامنے

اسی مقام پر تھی جہاں آج بھی ایک جامع مسجد ہے۔ یہ سب لوگوں کی

مشترکہ مسجد تھی۔ مگر رفتہ رفتہ مسجد کے کارکنوں میں بعض مقامی جھگڑوں

کی وجہ سے ناچاقی پیدا ہو گئی اور کچھ لوگوں نے ان جھگڑوں سے پیچھا

چھڑانے کے لئے نئی جامع مسجد بنانا چاہی۔ اس مقصد کے لئے انجمن

اسلامیہ حنفیہ اہل پنجاب و ہند کے ناس سے ایک جماعت قائم کی گئی۔

اس کے قیام میں انگریز ڈپٹی کمشنر مسٹر بارنس کا بھی ہاتھ بتایا جاتا ہے

انگریز مقامی باشندوں کے اکثر باہمی تنازعات میں چودھری بن کر آتے۔

اور ایسے فیصلے کراتے جن سے ابتداً ہر طبقے کی تسکین ہوتی۔ مگر انہی فیصلوں

سے آئندہ کے لئے ناچاقی کی مزید راہیں کھل جاتیں۔ سابق میونسپل کمشنر

حافظ سلیم احمد کے والد محترم حافظ سعید احمد انجمن میں بڑے بار سوخ بزرگ

۱- کوئٹہ میں پون صدی پہلے کی ثقافتی زندگی (پمفلٹ) ۸ جنوری ۱۹۵۹ء صفحات ۲-۸

۳- آپ کے دادا میاں فیض محمد علاقہ مالوہ سے نقل مکانی کر کے جالندھر (مشرقی

پنجاب - بھارت) محلہ قاضیاں میں آ مقیم ہوئے۔ حافظ صاحب ۴۲-۱۸۷۳ء میں

گم شدہ بھائی کی تلاش میں سب سے آئے۔ پہلے وہاں سماجی بہبود کے کاموں میں لگے

رہے، پھر کوئٹہ منتقل ہو گئے۔ اور وادی شال میں گراں قدر (باقی جانشینہ صفحہ ۳۶۷)



تھے۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے انجمن کو مسجد کے لئے زمین دی گئی اور پرانی تحصیل میں منصفی روڈ پر وقف کے طور پر چند دکانیں دی گئیں۔ بعد میں مسجد کے علاوہ انجمن نے اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کیا۔ مسجد کے اندر دینی کتابوں کی ایک عمدہ لائبریری قائم کی گئی، توغی روڈ پر عید گاہ تعمیر کرائی گئی اور کانسٹی میں قبرستان کے لئے کئی قطعے زمین کے دیے گئے۔ بعد میں مقامی لوگوں نے اپنے باہمی تنازعے نمٹائے اور انجمن کے نام سے 'حنفیہ' اور اس کے بعد اہل پنجاب و ہند جاتا رہا۔ غرض یہ سب لوگوں کی مشترکہ ثقافتی اور مجلسی بہبود کی انجمن بن گئی اور اس کا نام صرف 'انجمن اسلامیہ' رہ گیا اب تک وہ اسی نام سے مشہور ہے

۱۹۰۲ء مدرسہ "تعلیم الاسلام" کے نام سے عین الدین سٹریٹ پر اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد پڑی۔ چند برس یہ ادارہ ایک خدا پرست شخص کی سرپرستی میں ایک پرائمری سکول کی حیثیت سے چلتا رہا۔ یہ ننھا دیار روشن کرنے والی ہستی جناب محبوب عالم کی تھی۔ ان کا تعلق پاکستان کے صوبہ پنجاب سے تھا۔ بعد ازاں انہوں نے گوجرانوالہ کے مقام پر اسی طرح ایک ایلوویا روشن کیا۔ جو آج کل ایم اے اسلامیہ ہائی سکول کے نام سے مشہور ہے۔ بعد میں یہی مدرسہ موجودہ مقام پر مڈل سکول کی حیثیت سے مسلمانان بلوچستان کی تعلیمی اور مذہبی ضرورتیں پوری کرتا رہا۔ زلزلے سے پہلے اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۶ کا) خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۴ء میں انگریز نے انہیں بلوچستان سے چلے جانے کا حکم دیا۔ ۱۹۲۶ء میں واپس ہوئے۔ زلزلے کے بعد جالندھر گئے۔ اور ۲۹ جون ۱۹۳۹ء کو فوت ہوئے۔

پاسمان، کوئٹہ، ۴ فروری ۱۹۴۰ء۔

۵۔ اسلامیہ ہائی سکول، آغا عبدالرزاق چشتی، مشرق، کوئٹہ ۱۲ جولائی ۱۹۸۰ء۔

کی عمارتوں میں توسیع کی گئی۔ عربک کالج دہلی کے ایک اُستاد ریاضی حافظ قطب الدین صاحب اسلامیہ ہائی سکول کے پہلے صدر مدرس تھے۔ اُس زمانے میں کوئٹے میں نہ تو کوئی سیاسی جماعت تھی اور نہ کسی سیاسی جماعت کا وجود برداشت کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کی سیاسی تربیت اور اخلاقی سدھار کے فرائض بھی انجمن اسلامیہ ہی بجالاتی تھی۔ سال میں دو مرتبہ انجمن کے عام جلسے ہوتے تھے ایک یوم تاسیس پر اور دوسرا میلاد النبیؐ کے موقع پر۔ یوم تاسیس پر سکول کا جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوتا تھا یہ تقریب بڑے پُر شکوہ طریقے پر منائی جاتی تھی۔ میلاد النبیؐ کے جلسے کئی روز تک ہوتے تھے اور ملک کے جید علماء ان جلسوں سے خطاب کرتے تھے۔ انہی میں سے ایک میں ”ہمایوں“ کے بانی، مدیر اور ترکی میں سابق سفیر پاکستان میاں بشیر احمد کے والد بزرگوار جسٹس شاہ دین مرحوم اور سر سلطان احمد مرحوم نے بھی تقریریں کی تھیں۔

بلوچستان کی یہ واحد قومی درسگاہ ”اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ“ ۱۹۳۵ء کے زلزلے سے قبل تکمیل کے تمام مدارج طے کر چکی تھی۔ لیکن زلزلے نے اس کی عمارت کے ساتھ ہر چیز برباد کر دی۔ ۱۹۳۹ء میں ایک عارضی عمارت بنا کر اسے از سر نو جاری کیا گیا۔ خواجہ عبدالحمید اور نظر حسن قدوسی یکے بعد دیگرے اس کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ ہندوؤں اور سکھوں کے سکولوں کے مقابلے میں اسے بہتر بنانے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ (پنجاب) کے ہیڈ ماسٹر کو یہاں بلائے

۱۔ اسلام، کوئٹہ، ۱۰ دسمبر ۱۹۳۸ء۔

بلوچستان میں اُردو، ص ۸۱، ۸۲۔

اسلامیہ ہائی سکول، آغا عبدالرزاق چشتی، مشرق، کوئٹہ، ۱۲ جولائی ۱۹۸۰ء۔

کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کوشش بار آور ثابت ہوئی۔ چنانچہ مئی ۱۹۴۵ء میں نئے ہیڈ ماسٹر نے سکول کا چارج سنبھال لیا۔ یہ تھے چودھری محمد سلطان۔ جنہوں نے جون ۱۹۷۹ء تک ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔ اور اب وہ ان تمام سکولوں (اسلامیہ ہائی سکول، اسلامیہ گرلز ہائی سکول، اسلامیہ پبلک سکول، اسلامیہ پرائمری سکول) کے ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ جن کو وجود میں لانے کے لیے ان کی ناقابل فراموش کوششیں بھی شامل ہیں۔ چودھری محمد سلطان نے انتہائی کاوش سے اسلامیہ ہائی سکول کی موجودہ زلزلہ پروف عمارت کو ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۷ء تک بجمعہ ایک شاندار مسجد کے مکمل کرایا۔ چودھری صاحب کے ۳۴ سالہ ہیڈ ماسٹری کے دور میں سکول نے مثالی ترقی کی۔ نتائج ۹۰ سے سو فیصد تک رہے۔ چند برسوں کے علاوہ اسلامیہ ہائی سکول بلوچستان میں ہمیشہ اول پوزیشن حاصل کرتا رہا۔ آجکل چودھری محمد یوسف بھٹی ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اور ان کے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر سید اختر حسین ہیں۔ چودھری محمد سلطان کے سیکنڈ ماسٹر مرحوم محمد اقبال کی خدمات بھی قابل داد تھیں۔ ۱۹۶۸ء میں چودھری محمد سلطان کو اعلیٰ کارکردگی کے باعث صدارتی میڈل ملا تھا۔

اس سکول میں ایک ایسے استاد بھی ہیں جو ۴۱ برس سے مسلسل خدمات سرانجام دے رہے ہیں یہ ہیں جناب سید غلام رسول شاہ صاحب جنہوں نے بتایا سکول میں سیرت کانفرنس کی تین نشستیں ہوا کرتی تھیں۔ جن میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد بخش مسلم اور ”زمیندار“ کے حاجی لوق لوق بھی آ کر تقریریں کیا کرتے تھے۔ جناب چودھری محمد سلطان نے بتایا کہ برصغیر کی تقسیم سے قبل سکول کے احاطے میں ہر سال سیرت النبیؐ کے اجلاس ہوا

کرتے تھے۔ جن میں عظیم مسلمان زعماء، علماء کرام اور سیاستدان شریک ہوا کرتے تھے۔ نواب بہادر یار جنگ اور نوابزادہ لیاقت علی خاں جیسے زعماء نے بھی ان میں حصہ لیا۔ سکول کو یہ شرف بھی حاصل ہے۔ کہ تقسیم ہندوستان سے قبل حضرت قائد اعظمؒ نے سکول میں تقسیم انعامات کی ایک تقریب کی صدارت کی۔ ان کے دستخط آج بھی اسلامیہ ہائی سکول کی ملاقات کی کتاب میں موجود ہیں۔

اس درسگاہ میں جماعت دہم تک دینی تعلیم لازمی ہے جس کی تدریس کے لئے جید عالم مقرر ہیں۔ نصاب میں اسلامی تاریخ، ضروری مسائل، سیرت اور اسلامی تعمیر کردار جیسی چیزیں شامل ہیں۔ دینیات کی تعلیم کے لئے دوسرے مضامین کی طرح سالم پی ریڈ وقف کر دیا گیا ہے۔ صبح کے اجتماع میں وعظ ہوتا ہے۔ سکول میں انجمن اسلامیہ کی جانب سے اس شعبے کے ذریعے سیرت النبیؐ صلعم پر جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں مقامی اور بیرونی علماء شرکت فرماتے رہتے ہیں اور سکول کے طلبہ بھی حصہ لیتے ہیں۔ سکول میں درجہ وار ادبی مجلسیں قائم ہیں۔ جو اساتذہ کے زیر نگرانی ہفتہ وار تربیت تحریر و تقریر کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ اس سکول کو چلانے کے بعد ترقی دینے میں انجمن اسلامیہ بلوچستان کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ اس انجمن میں جن حضرات نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں :-

قاضی محمد عیسیٰ مرحوم، مولوی عبدالرشید مرحوم، خان سرفراز خاں (ریٹائرڈ سیشن جج) خان عبدالغفور ڈرانی، مرزا محمد احمد ایڈووکیٹ (سابق ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان) انجمن اسلامیہ بلوچستان کے موجودہ عہدیدار حسب ذیل ہیں :-

سید اقبال شاہ ہاشمی۔ سرپرست انجمن اسلامیہ۔

مرزا محمد احمد ایڈووکیٹ۔ صدر۔

خان عبدالغفور خان درانی - جنرل سیکرٹری -

حاجی مرزا خاں ناصر - مینجر سکولز اسلامیہ -

حاجی عاشق حسین - اسٹنٹ مینجر سکولز و سیکرٹری اطلاعات -

راجہ ولایت علی - فنانس سیکرٹری اور ملک حمید احمد چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ

(اب مرحوم) اسلامیہ ہائی سکول کا ذکر کرتے ہوئے ممتاز عالم دین مولانا

عبدالشکور مرحوم کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا ۱۹۴۲ء میں اسلامیہ ہائی

سکول سے وابستہ ہوئے۔ اور ۱۹۷۲ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے

۱۹۴۵ء میں مرکزی جامع مسجد کی خطابت بھی اُن کے سپرد کر دی گئی تھی۔ اس

مقدس فریضے کو وہ آخری دم تک نبھاتے رہے۔ مولانا عبدالشکور اعلیٰ پایہ

کے خطیب اور بہت پُر وقار شخصیت کے حامل تھے۔ انہوں نے اُردو، عربی،

فارسی اور پشتو میں فاضل کی ڈگریاں حاصل کی ہوئی تھیں۔ قرآن و حدیث پر

انہیں خاصا عبور حاصل تھا۔ تحریر و تقریر میں انفرادیت کے مالک تھے۔ اعلیٰ

درجہ کے نٹوشنولس بھی تھے۔ جو کام بھی اُن کے سپرد کیا جاتا اُسے بے حد خوش

اسلوبی سے سرانجام دیتے۔ بڑی پُرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ جو بھی ان

سے ایک بار ملتا اُن کی ذات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ مولانا میں ایک

خاص بات یہ تھی کہ حالات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کی مرضی کے مطابق

ہوں یا نہ ہوں وہ کبھی غصہ کا اظہار نہ کیا کرتے۔ چودھری محمد سلطان نے یہ

کہہ کر انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ کہ مولانا عبدالشکور ایک ایسے انسان

تھے۔ جن کی یاد دلوں سے محو نہیں ہو سکتی۔

مولانا غلام فرید سیالکوٹی ٹیٹھ زلزلے سے پہلے اور بعد کئی سال تک

بلوچستانوں کو اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفیض فرماتے رہے۔ اُن کی تقریریں

فرقہ پسندی سے بالاتر ہوتی تھیں اور کسی کی دل آزاری نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اتفاق و اتحاد پر زور دیتے تھے۔ یوں انہوں نے اس نختے میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کا خوب پرچار کیا۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے علاوہ دیگر علماء کرام بھی جن میں صاحبزادہ فیض الحسن، قاضی احسان احمد، مولانا منظر علی انظر، مولانا عبدالحامد بدایونی اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی شامل ہیں۔ سرزمین بلوچستان میں وارد ہو کر قرآن و حدیث کی تعلیمات کو عام کرنے میں معاون بنے۔ مولانا عبدالحمید قرشی بانی تحریک سیرت پٹی لاہور بھی جون ۱۹۴۳ء میں آئے تھے اور دو تین ماہ قیام فرمایا تھا۔

مولانا عرض محمد مرحوم و مغفور نے دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کی سند حاصل کرنے کے بعد بلوچستان میں دین مصطفوی کی اشاعت کا عزم کیا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے ۱۹۳۷ء میں مستونگ میں دارالعلوم نصیریہ قائم کیا۔ جو ناساعد حالات کے پیش آنے پر مولانا کے کنٹرول سے نکل کر سرکاری نگرانی میں چلا گیا۔ بعد ازاں آپ نے متعدد مقامات

۱۔ پاسبان، کوئٹہ، ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء، ۲ اگست ۱۹۴۰ء۔

۲۔ پاسبان، کوئٹہ، ۲۰ جون ۱۹۴۳ء۔

۳۔ بلوچستان کا یہ قدیم ترین مدرسہ مستونگ میں جاری و ساری ہے۔ اس کا نصاب آٹھ سالہ درس نظامی ہے۔ جس میں فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ شامل ہیں۔ فارسی کی گلستان، بوستان، اخلاق محسنی، اخلاق جلالی اور اخلاق نامری بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ اس کے اخراجات پبلک کے عطیات اور سرکاری گرانٹ سے پورے ہوتے ہیں۔

بلوچستان میں تعلیم، پروفیسر انور رومان، کراچی، ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۹۔

پر درسگاہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ مگر حالات نے ساتھ نہ دیا۔ حتیٰ کہ آپ فریضہ حج ادا کرنے کے لئے بیت اللہ شریف چلے گئے۔ قریباً سات آٹھ ماہ حرم مقدس اور آنحضرت صلعم کے آستانہ مبارک مدینہ منورہ میں رہ کر تزکیہ نفس میں مشغول رہے۔ اسی اثناء میں آپ کو حضور پاک سرور کائنات صلعم کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے مولانا کے دامن میں کوئی چیز ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”اپنے وطن میں لے جا کر تقسیم کر دو۔“

میر عبدالعزیز خاں گورد اپنے مضمون مدرسہ عالیہ ”مطلع العلوم“ کوٹہ میں لکھتے ہیں: میں اس خواب کی تعبیر یہ لیتا ہوں کہ آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ نے علم دین کا مبارک تحفہ مولانا عرض محمد کے ذریعہ سے بلوچستان کو عطا فرمایا ہے جو ایک ایسا فیض جاریہ ہے کہ انشاء اللہ تا قیامت روز افزوں اضافہ کے ساتھ قائم اور برقرار رہے گا۔

حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد جب مولانا عرض محمد واپس بلوچستان تشریف لائے تو چونکہ رسول اللہ صلعم کی روحانی امداد اور سرپرستی ان کے شامل حال تھی۔ اس لئے یہاں پہنچتے ہی آپ کے راستے سے وہ تمام مشکلات دور ہو گئیں جو اس سے پیشتر دینی درسگاہ قائم کرنے کے سلسلے میں حائل ہوتی تھیں۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۴۲ء میں بروہی روڈ کوٹہ پر مدرسہ ”مطلع العلوم قائم کر دیا۔“ جو اب تک روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ جون ۱۹۷۱ء میں اس کے طلبہ کی تعداد ۲۵۰ تھی۔ جن میں سے ۱۰۰ بلوچستانی اور بقایا ۱۵۰ دیگر پاکستانی، ایرانی اور افغانی تھے۔

۱۔ پاسبان، ۴ دسمبر ۱۹۴۵ء۔

۲۔ بلوچستان میں تعلیم، پروفیسر انور رومان، کراچی، ۷۸-۷۹، ۱۹۷۷ء ص ۱۱۵ تا ۱۱۸۔

اس میں وہی طلبہ داخل کئے جاتے ہیں۔ جو پرائمری پاس یا حافظ قرآن ہوں۔ اس میں نو سالہ درس نظامی رائج ہے۔ آٹھویں سال دورہ حدیث بھی کرایا جاتا ہے۔ اور نویں یعنی آخری سال میں چوٹی کی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔

مدرسہ کا اپنا ہوسٹل ہے۔ جس میں سوا سو طلبہ کے ٹھہرنے کی گنجائش ہے۔ کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ رہائش اور خوراک مفت ہیں۔ ممتاز طلبہ کو وظائف اور انعامات بھی دیئے جاتے ہیں۔ ذریعہ تعلیم اُردو ہے۔

اخراجات کوئٹہ میونسپلٹی کی سالانہ گرانٹ، سرکاری گرانٹ اور لوگوں کے عطیات، صدقات وغیرہ سے پورے ہوتے ہیں۔ اس کا انتظام مہتمم کرتا ہے۔ جس کی مدد کے لئے مجلس شوریٰ ہے۔ روزمرہ کے نظم و نسق کے لئے سٹاف کی مجلس عاملہ ہے۔ اسٹاف تیرہ اساتذہ پر مشتمل ہے۔ جن میں پرنسپل یا مہتمم اور وائس پرنسپل یا شیخ الحدیث بھی شامل ہیں۔

آخری امتحان ملتان اور لاہور کی مرکزی مجلس لیتی ہے اور اس میں کامیابی پر سند یا ڈگری دی جاتی ہے۔ سند یافتہ اصحاب عموماً ایسے ہی مدارس میں استاد یا مساجد میں خطیب اور پیش امام لگ جاتے ہیں۔ مدرسہ میں شعبہ حفظ و تجوید و قرأت بھی ہے۔

منظہر العلوم کوئٹہ کو مولانا عبدالغفور نے ۱۹۴۶ء میں محلہ شالدرہ میں قائم کیا۔ وہی اس کے مہتمم ہیں۔ اس کے بارہ تدریسی اور آٹھ رہائشی کمرے ہیں۔ طلبہ کی تعداد ۲۵۰ ہے۔ تیرہ اساتذہ کا عملہ کام کرتا ہے۔ اس کے اخراجات پبلک کے عطیات اور میونسپلٹی کی وقتاً فوقتاً امداد سے چلتے ہیں۔ شعبہ تفسیر و حدیث تک تعلیم کا مکمل انتظام ہے۔



مدرسے میں دو شعبے ہیں۔ دونوں کی اسناد یعنی سند القراءت اور سند الدرس النظامی دیوبند کی اسناد کے برابر ہیں۔ کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ خوراک و رہائش مفت ہے۔

مدرسہ دارالرشاد کو مولانا عبدالعزیز نے ۱۹۵۵ء میں قائم کیا۔ اس میں ۱۳۵ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جن میں سے صرف ۲۰ ہوسٹل میں اور باقی شہر کی مساجد میں رہتے ہیں۔ نصاب وہی درس نظامی ہے دورہ حدیث مکمل ہونے پر سند حدیث دی جاتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند ۱۸۶۷ء میں قائم ہوا۔ بلوچستان کے باسی بھی اس دارالعلوم سے فیض یاب ہوئے اور واپس آکر یہاں کئی دینی مدرسے بھی قائم کیے۔ مولانا عرض محمد کا ذکر ہو چکا۔ مزید ان میں سے چند ایک

یہ ہیں:

۱۔ مولانا الحاج سید محمد یعقوب۔ آپ ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۲ جنوری ۱۸۷۸ء کو کلی عبدالرحمن زئی (تحصیل پشین) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت قمر الدین جید عالم اور صاحب حال بزرگ تھے۔ سات سال تک شیخ الہند حضرت محمود حسن کے حلقہ تلامذہ میں شامل رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی آپ کے ہم عصر اور ہم جماعت تھے اور دونوں نے ایک ساتھ ہی دستار فضیلت حاصل کی۔ اپنے آبائی گاؤں کے قریب کلی لاجور (گلستان) میں مدرسہ ضیاء العلوم میں صدر مدرس اور ناظم اعلیٰ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کم و بیش نصف صدی تک قرآن و حدیث کی تعلیمات عام کرنے میں مصروف رہے۔ سینکڑوں علماء نے آپ سے تکمیل علوم کے بعد دستار فضیلت حاصل کی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد

بھی خاصی ہے۔ کتب خانہ قابل ستائش ہے۔ مطبوعہ کتب کے علاوہ سینکڑوں  
عربی اور فارسی لہ کے دیدہ زیب مخطوطات موجود ہیں۔ آپ کے فرزند ان  
(محمد علی نقیب، ضیاء الدین لاجوری، سناء الدین پردیسی، علاء الدین مجروح  
اور جلال الدین سوزانی) نے کتب خانے کی پرداخت کا مناسب انتظام کر  
رکھا ہے۔ اور خود بھی دین کی خدمت میں مگن ہیں۔ علوم باطنی میں آپ کو  
چاروں طریقوں کی خلافت اور مجاز حاصل تھا۔

آپ نے ۱۲ ذی حجہ ۱۳۷۲ھ (۲۳ اگست ۱۹۵۳ء) کو اس دارفانی  
سے اقلیم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

آپ عربی، فارسی اور پشتو میں شاعری بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کا ایک  
مجموعہ اشعار ”مرغوب القلوب دیوان محمد یعقوب“ بھی ہے۔ اپنے لئے  
یوں دعا کرتے ہیں :-

ضیق و ہتار کیش مگردان قبر یعقوب ای کریم  
چونکہ در دنیا ندیدہ عاشق مسکین غرض

۲۔ مولوی محمد صدیق اور مولوی دوست محمد بوستان کے رہنے والے  
تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر آئے۔ متعدد طلبہ ان کے حلقہ تلمذ  
میں شامل ہوئے۔ علامہ عبدالعلی نے بھی (متوفی ۱۴ شوال ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۲  
اکتوبر ۱۹۴۲ء) جو اس خطے کے ایک بہت ہی مشہور عالم تھے۔ ان کے  
سامنے زانوئے تلمذتہ کیا تھا۔ بقول حافظ خان محمد ”ان دونوں کی صحبت میں  
رہ کر علامہ اگر سونا تھے تو لکھ کر گندن بن گئے۔“

۳۔ حافظ خان محمد، مولانا مفتی کفایت اللہ کے شاگرد تھے۔ آپ جامع مسجد

۱۔ میں نے ۷۰ (فارسی) قلمی نسخوں کو اپنی ”فہرست نسخہ های خطی فارسی در ایالت  
بلوچستان“ میں شامل کیا تھا۔

کوئٹہ کے قریب عربی، فارسی، اُردو اور پشتو کی کتابوں کا کاروبار کرتے تھے، مگر آپ کا کتب خانہ دکان کم دینی اور ادبی مرکز زیادہ تھا۔ آپ پانی زئی کا کڑوں میں سے ہیں۔ آپ کا صاحبزادہ کتب خانے کو قائم رکھے ہوئے ہے۔

حافظ محمد خان محمد نے پنج کتاب اور تحفہ نصائح کی پشتو شرح بھی شائع کی ہے۔ نور انظم کے عنوان سے عربی فارسی اور پشتو ترجمے کیئے۔ احادیث نبوی میں سے تقریباً ایک ہزار ثقہ احادیث کا پشتو ترجمہ معر کے کی چیز ہے۔<sup>۱۵</sup>

۴۔ مولانا عبدالخالق تارن، پشین کے رہنے والے اور دیوبند کے فاضل ہیں۔ پشتو، اُردو، عربی اور فارسی زبان و ادب پر عبور رکھتے ہیں۔ بلوچستان یونیورسٹی کی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔

۵۔ مولوی محمد عمر پڑنگ آبادی اور مولوی تاج محمد بلوچ زلزلے سے پہلے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے گئے تھے۔ واپسی پر قرآن و حدیث کی تعلیم پھیلانے میں مگن رہے۔

۶۔ ڈاکٹر سید غلام محمد شاہ ندوی ایم۔ اے (عربی) علامہ جامعہ ازہر فاضل دیوبند۔ قریہ گانگل زئی کے رہنے والے ہیں۔ آج کل چین میں سکونت پذیر ہیں۔ اشاعت اسلام کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

۷۔ ملا عبدالسلام اچکزئی نہ صرف کوئٹہ ڈویژن بلکہ صوبہ سرحد اور افغانستان میں بھی بے حد مقبول تھے۔ آپ کا قیام شیلا باغ میں تھا۔ کوئٹہ

۱۵۔ ثقافت اور ادب وادی بولان میں ۳۰-۳۴۔

۱۶۔ البلوچ، کراچی، ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء۔

۱۷۔ ثقافت اور ادب وادی بولان میں - ص ۴۱، ۴۲۔

سے چین جاتے ہوئے کوٹرک کی چوٹی سے چھوٹا سا اسٹیشن نظر آتا ہے جسے شیلہ باغ کہتے ہیں۔ شیلہ کے لغوی معنی گھاٹی کے ہیں۔ یہاں خنجرک کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ان درختوں اور گھاٹی کی مناسبت سے یہ علاقہ شیلہ باغ کہلایا۔ معمولی سا قصبہ ہے۔ زیادہ تر ملیشیا کے افسر اور جوان رہتے ہیں۔ یہاں پشین سکاڈولس کی ایک بڑی خوبصورت مسجد ہے۔

مُلا عبد السلام ہر وقت (جوانی سے لے کر بڑھاپے تک) یادِ خدا میں مصروف رہتے تھے۔ درس و تدریس، تحریر و تقریر اور امامت اُن کے اہم مشاغل تھے۔ انہوں نے شعر میں بہت کچھ کہا۔ اُن کے کلام میں حکمت اور اخلاق کے نکتے بیان کیے گئے ہیں۔ اُن کے دو مجموعے (”سوسن چمن“ اور ”طلبِ مذہب“) شائع ہوئے۔ وہ پشتو کے علاوہ عربی، فارسی، فقہ، منطق، فلسفہ وغیرہ پر بھی عبور رکھتے تھے۔

۸۔ مولانا رحمت اللہ مشہور نثر نگار اور مؤرخ ہیں۔ کسے غریب بیٹ نیکہ کے دیس (وادیِ ژوب) کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے تقریباً تیس برس کی محنت شاقہ اور مطالعہ کے بعد پٹھانوں کی ضخیم تاریخ لکھی ہے۔ جو ابھی تک اشاعت سے محروم ہے۔ آپ ژوب میں اقامت گزین ہیں۔ ادبی کاموں کے علاوہ قرآن و حدیث کی ترویج کی سرگرمیوں میں بھی گہری دلچسپی لیتے ہیں۔

۹۔ مولانا محمد افضل نوشکوی مینگل قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے بیباک اور نڈر خطیب تھے۔ نوشکی میں توحید و رسالت کا خوب پرچار کیا۔ متعدد طلبہ فیض یاب ہوئے۔ دینی مسائل سے متعلق بعض رسائل بھی چھپوائے۔ ”افضل المدارس“ کے نام سے نوشکی میں دینی مدرسہ بھی قائم کیا۔

۱۰۔ مشہور عالم دین مولانا شمس الحق افغانی فاضل دیوبند سابقہ ریاست قلات میں وزیر معارف رہے۔ آپ نے توحید و رسالت کے سلسلے میں گران قدر خدمات سرانجام دیں۔

۱۱۔ الحاج مولانا عبدالصمد سرہانہ کی وطن مالوف سرہانہ (ایران) تھا۔ آپ نے محض علم کے حصول کی خاطر سرزمین پاک و ہند کا رخ کیا۔ متحدہ ہندوستان کے بڑے بڑے اسلامی اداروں میں تعلیم پائی۔ اور علوم متداولہ شرعیہ میں درجہ اختصاص حاصل کیا۔ جب واپس ہونے لگے۔ تو قلات ٹھہرے اور ہمیشہ کے لیے وہیں کے ہو رہے۔ خان قلات نے آپ کی دیانت اور لیاقت سے متاثر ہو کر آپ کو ریاست کا قاضی القضاة تعینات کیا۔ چنانچہ آپ نے یہ منصب قبول کر کے عزم و احتیاط سے اپنے فرائض ادا کیے۔ برسوں تک آپ کی نگرانی میں دیوانی مقدمات کے فیصلے ہوئے۔ آپ محکمہ شرعیہ مجلس شوریٰ قلات کے رکن بھی رہے۔ فارسی میں اچھے شعر کہتے تھے۔ اردو اور بلوچی میں عمدہ نثر لکھتے تھے۔ آپ نے بعض غیر اسلامی نظریات کے رد میں رسائل (نظم و نثر دونوں میں) بھی تحریر کیے۔ آپ نے اپنی تحریر میں جا بجا بر محل آیات قرآنی اور فرمودات آنحضرت صلعم کے حوالے دیتے ہیں۔ آپ کا ایک عظیم کارنامہ قرآن پاک کا بلوچی میں ترجمہ اور تشریح ہے۔ جسے اب مولوی خیر محمد ندوی بلوچ اپنے ماہنامہ ”سوفات بلوچی“ کراچی میں قسط وار شائع کر رہے ہیں۔ ماہ جون ۱۹۸۰ء مطابق رجب ۱۴۰۰ھ کے شمارہ تک انیس قسطیں چھپ چکی ہیں۔ سرہانہ صاحب اپنی زندگی میں بیس پاروں کا ہی ترجمہ مکمل کر سکے۔

۱۔ بلوچی دنیا، ملتان، جولائی ۱۹۶۴ء۔

بلوچستان میں اردو، ص ۵۱۹۔

بلوچی کے معروف ادیب حاجی عبدالقیوم بلوچ ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی بھی محنتِ شاقہ کے ساتھ قرآن مجید کا بلوچی میں ترجمہ اور تشریح تحریر کر رہے ہیں۔ جس کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ قرآن پاک کے ہر لفظ کا مادہ نکال کر اس کے اصلی معنی جو قرآن مجید کی عربی میں موجود ہیں اور اُس زمانے میں مستعمل تھے۔ وہی معنی اُن سے کم مختلف الفاظ میں بیان کر کے ایک گرانقدر دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

گویا آپ جدید سائنٹیفک طریقے سے قرآن مجید کا اس طرح سے ترجمہ و تفسیر کر رہے ہیں۔ کہ جس طرح زمانہ قدیم میں عربوں میں وہ الفاظ جو مستعمل تھے اسی پہنچ پر موجودہ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے بلوچی میں بیان کر رہے ہیں۔ تاکہ قرآن مجید کو جلد از جلد لوگوں کی سمجھ میں بہتر طریقے سے لایا جاسکے۔ اس کی ایک مثال یوں پیش کی جائے گی کہ عدو جس کے عربی میں معنی ہیں چھینی کے جو دو چیزوں کو پھاڑتی ہے، الگ کرتی ہے دو انسانوں کو بھی ملنے نہیں دیتی۔ گویا شیطان ہمارا آپ سب کا دشمن ہے جو دو مسلمانوں کو ایک ہونے نہیں دیتا۔ لفظ دشمن کے اس طرح معنی آسان و عام فہم طریقے سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں۔ ایک میں مختلف مضامین ”قرآن حکیم اور ہماری زندگی“ کے عنوان کے تحت شامل ہیں۔ دو ریڈیائی تقریروں کے مجموعے ہیں جو نصیحت آمیز دینی

۱۔ حاجی عبدالقیوم بلوچ، صلاح الدین مینگل، مشرق، کوئٹہ ۲۴ جولائی ۱۹۸۰ء۔  
آپ کے والد بزرگوار کا نام شیر محمد اور قبیلہ بلوچ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۸ اگست ۱۹۲۵ء کو پنجگور (مکران) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے آباؤ اجداد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں موسیٰ الاشعری کی فتح کے وقت مکران آئے تھے۔

پروگرام کے تحت نشر کی گئیں۔ آپ نے بلوچی میں ایک خوبصورت کتاب ”رسولؐ“ پہلیں زندگی تحریر کی ہے۔ ۵۶ صفحات پر مبنی ہے۔ بلوچی اکیڈمی کوئٹہ نے ۱۹۸۰ء میں چھاپی ہے

## حضرت سلطان باہو کے خاندان کی اہمیت

سلسلہ قادریہ کے عظیم صوفی حضرت سلطان العارفین سلطان باہو (۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء — ۱۱۰۲ھ / ۱۹۴۰ء) نے اشاعتِ دینِ اسلام و فروغِ عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجودہ علاقہ جو بلوچستان پر مشتمل ہے، میں یہاں اپنے مرید باصفا ملاً معالی کو خلافت دے کر بھیجا۔ ملاً معالی نے سلسلہ قادریہ کی بلوچستان میں اشاعت کی اور فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے خلقِ خدا کو آشنا کیا۔ اُن کے بعد حضرت سلطان باہو کی اولاد میں سے سلطان صالح محمد (وفات ۱۲۸۵ھ / ۱۸۴۸ء) سلطان نور احمد (وفات ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۸ء) حضرت سلطان محمد نواز (وفات ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) سلطان محمد مشتاق (وفات ۱۳۸۷ھ / ۱۹۴۷ء) اور حضرت فیض سلطان (وفات ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء) یکے بعد دیگرے بلوچستان میں آتے رہے۔ اور تبلیغِ دین کا صوفیانہ فریضہ ادا کرتے رہے۔  
حضرت سلطان باہو سے فیض یافتہ خلفاء پیران کٹبار (بیل پٹ ضلع

۱۔ مناقبِ سلطانی، سلطان حامد۔ تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ڈاکٹر انعام الحق

کوثر، ص ۱۲۶۔

۲۔ تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۱۱۵ تا ۱۲۸۔

۳۔ عمدۃ الآثار فی تذکار اخبار اکٹبار، کراچی ۱۳۷۲ھ۔

تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ۱۲۱، ۲۲۴ تا ۲۷۳۔

کچھی) فقیران لاندھی، میاں محمد صدیق شہداد کوٹی<sup>۲۷</sup>، ملا مزار بدوزئی محمد یوسف بدوزئی، عبد و ملنگ بروہی، فقیر اللہ و رایا بھنگر (علاقہ لہڑی جیسی پُر درد شخصیات نے اور باغی سیستانی<sup>۲۸</sup> (کھڈ کوچہ، قلات) و شاہوانی پیر<sup>۲۹</sup> جیسے محرم راز خلفاء نے بلوچستان میں سیرت و فقر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادیں مستحکم کر دیں۔

یہ بزرگان اپنی ہر نشست میں نہ صرف عشق و سیرت نبویؐ کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے رہے۔ بلکہ ہر محفل میں سیرت نبوی اکرم صلعم کا ہی قیل و قال کر کے دلوں کو بیدار کرنے کی لافانی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

حضرت سلطان محمد نواز عارف<sup>۳۰</sup> جو حضرت سلطان باہو<sup>۳۱</sup> سے آٹھویں پشت میں تھے۔ حضور نبی اکرم<sup>۳۲</sup> کی ثنا میں کہتے ہیں<sup>۳۳</sup>۔  
 محمدؐ محمدؐ بگو<sup>۳۴</sup> ای نواز + کہ حُب محمدؐ کند<sup>۳۵</sup> نبی نیاز  
 محمدؐ نبودی نبودی جہان + کہ واللہ نبودی زمین آسمان  
 چو آمد محمدؐ بہ آدمؑ وجود + ازان بر ملک حکم آمد سجود  
 مگر اس خالوادہ عالی کی طرف سے بلوچستان میں سیرت النبویؐ اور میلاد النبویؐ کی باقاعدہ تقاریب کا ریکارڈ اُس وقت سے ملتا ہے۔  
 جب سے انہوں نے قیام پاکستان کے بعد سے مدارس انوار باہو کے قیام کا سلسلہ شروع کیا۔ ان مدارس عربیہ و اسلامیہ کے قیام

۱۲۵۔ تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ۱۲۰ تا ۱۲۵۔

مناقبِ سلطانی، سلطان حامد۔

۱۲۶۔ مجموعہ کلام، سلطان محمد نواز، لاہور، ۱۹۶۲ء ص ۳۔



کی ترتیب یوں نظر آتی ہے۔

۱۔ مدرسہ انوار باہو ڈھاڈر (ضلع کچھی) اس مدرسہ کو حضرت غلام دستگیر قادری کے تعاون سے سلطان محمد مشتاق مرحوم نے قائم کیا۔ اس وقت مدرسہ خود کفیل ہے۔ حکومت بلوچستان بھی اسے سالانہ گرانٹ دے رہی ہے اور مولوی وزیر محمد صدر معلم ہیں۔

۲۔ مدرسہ انوار باہو بھاگ (ضلع کچھی) اس مدرسہ کی بنیاد بھی سلطان محمد مشتاق مرحوم کی مساعی جمیلہ کی مرہونِ منت ہے۔ یہ مدرسہ خود کفیل ہے۔ حکومت بلوچستان بھی سالانہ گرانٹ دے رہی ہے مولوی محمد عاشق درس دیتے ہیں۔

درج ذیل مدارس انوار باہو نمبر ۳ تا ۶ حضرت غلام دستگیر قادری کے تعاون سے سلطان نور حسین مرحوم نے قائم کیے۔ جو حضرت سلطان باہو کی اولاد میں نویں پشت سے ہوئے۔ اور کلی کچی بیگ سرآب میں اپنا آستانہ قائم کئے ہوئے ہیں۔

۳۔ مدرسہ انوار باہو ٹمپل ڈیرو (ڈیرہ مراد جمالی) نصیر آباد۔ یہ مدرسہ خود کفیل ہے۔ وقتاً فوقتاً حکومت بلوچستان سے گرانٹ بھی ملتی ہے۔ مولوی حیات محمد درس دے رہے ہیں۔

۴۔ مدرسہ انوار باہو پٹرننگ آباد سونگر (مستونگ) میں سلطان نور حسین مرحوم کے وقت سے ہی مولوی پیر بخش درس دے رہے ہیں۔ اور خطیب و امام بھی مقرر ہیں۔

۵۔ مدرسہ انوار باہو کلی رئیسانی نزد وحدت کالونی کوٹہ۔ بہرہ قادریہ

۱۔ بشکریہ پروفیسر سلطان الطاف علی، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج اوستہ محمد (ضلع نصیر آباد)

وحدت کالونی و کلی ریٹیسائی نے ہی دراصل حضرت غلام دستگیر قادری اور سلطان نور حسین کا تعاون حاصل کیا۔ اور اُس وقت کے وزیر تعلیم میر یوسف علی مگسی کے ایما پر مدرسہ کے لئے زمین الاٹ ہوئی۔ مدرسہ خود کفیل ہے اور مولوی غلام محمد مدرس و خطیب چلے آ رہے ہیں۔

۴۔ مدرسہ انوار باہو قلات بھی حاجی سلطان نور حسین مرحوم کی کاوشوں سے قائم ہوا۔ یہاں درس قرآن پاک کا معقول انتظام ہے۔

ان مدارس انوار باہو بلوچستان کے علاوہ چچ میں بزم باہو کی کمیٹی سبئی میں گنبد والی مسجد کے خطیب مولوی دائم دین اور کوٹہ چھاؤنی میں مسجد غوثیہ کے خطیب مولوی عبدالغنی براہوئی بھی اسی سلسلہ کے فیضان کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان مدارس اور ان سے متعلقہ مساجد میں ہر سال میلاد النبیؐ اور سیرت نبوی صلعم کے جلسے قیام پاکستان سے جاری چلے آ رہے ہیں۔ ہر مدرسہ کے جلسہ میں اُس کے گرد و نواح کے ہزاروں لوگ شرکت کرتے ہیں۔

الحاج سلطان نور حسین کی وفات کے بعد حضرت غلام دستگیر قادری نے اپنے فرزند سلطان حامد نواز قادری کو ان مدارس انوار باہو کی نگرانی اور اہتمام پر مقرر کر رکھا ہے۔

حضرت غلام دستگیر قادری ابن حضرت سلطان نواز کا مجموعہ کلام ”پیرمغان“ کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ایک نعت بحضور سرور کائنات بطور نمونہ درج کی جاتی ہے۔

۱۔ پیرمغان، سلطان غلام دستگیر قادری ناشاد، کوٹہ ۱۹۸۰ء، ص ۷۸۔

رسول اللہ بجاہِ مُصطفائی + بحق شیوۃِ عالمِ پناہی  
 بہ عشقم مجرم رنگین نگاہی + ندارم پیشِ عذربی گناہی  
 بحمد اللہ بخواندی بردر خود + ولی در قلب رو دارم سیاہی  
 صنوزم غیرمی بیند نگاہم + پناہم ده زجرم دو نگاہی  
 ابوالقاسم ابوالزہرا محمد + بحق عز خون کسہ بلائی  
 ناشاد و ناشادم مگردان + ترحم کن کہ محبوب خدائی  
 عید میلاد النبی کی تقریب پر ایک عام جلسہ ۱۴۰۰ اگست ۱۹۴۲ء  
 بوقت صبح اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ میں منعقد ہوا تھا۔ مولانا محمد فضل  
 الرحمن انصاری کی خاص تقریر بعنوان ”نبی کریم ﷺ سائنس کے عصر جدید  
 کے بانی کی حیثیت سے“ ہوئی۔ شرکاء کار خطیبوں میں سے حسب ذیل  
 حضرات نے تقریریں کیں۔

- ۱۔ مولانا ابوالنصر منظور احمد : پیغمبر اسلام کی ہمہ گیر زندگی
- ۲۔ مولانا فضل الہی : پیغمبر اسلام کی عبادت
- ۳۔ مولانا جن پیر : پیغمبر اسلام کے اخلاق
- ۴۔ مولانا عبداللہ : پیغمبر اسلام کے معاملات

جلسہ کے آغاز میں مولانا قاری محمد عثمان نے قرآن پاک کی آیتیں  
 تلاوت کیں۔ مولانا قاضی عبدالسلام، مولانا عبداللطیف پشاوری، قاری  
 عبدالغنی نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں نظمیں پڑھیں۔  
 شہر کوئٹہ کے اہل علم حضرات نیز گورنمنٹ افسران نے بڑی تعداد میں شرکت  
 فرمائی۔

پیشتر ازیں اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ میں ۲۲ جون اور ۲۰ جولائی

۱۹۶۲ء بوقت صبح حسب ذیل دو عنوانوں پر تقریری مقابلے منعقد کئے گئے تھے۔ سارے خطیبوں نے ان میں حصہ لیا۔ اساتذہ کے علاوہ مولانا احمد عبدالصمد فاروقی قادری نے جو کراچی سے تشریف لائے ہوئے تھے، حج کے فرائض انجام دیئے۔

(۱)۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔

(ب)۔ پیغمبر اسلام کے تبلیغی مراحل۔

اُپنی دنوں اگر یکپہر انسٹی ٹیوٹ کوئٹہ میں مولانا قاری محمد عثمان نے ”اسلام میں رسالت کا مفہوم“ پر خطاب کیا۔ صدر جلسہ مولانا فضل الرحمن انصاری تھے۔

جمعہ اور سیرت کے موقعہ پر قلات، مستونگ اور کوئٹہ شہر میں حسب ذیل خطیب حضرات نے اپنی تقریروں سے لوگوں کو فیض پہنچایا:-  
مولانا سید میر عالم شاہ، مولانا حاجی فضل الہی، مولانا قاری محمد عثمان، قاضی عبدالسلام، مولانا نور محمد قاسمی۔ قلات میں۔  
مولانا محمد قیوم عرفانی، مولانا سید خلیل احمد، مولانا محمد یوسف سہروردی، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا عبدالقادر، مستونگ اور اسلام آباد میں۔  
نیز مولانا سید میر عالم شاہ، مولانا عبدالحمید، مولانا منظور احمد ہاشمی، مولانا قاری عبدالغنی کوئٹہ میں۔

مولانا عبدالغنی، مولانا عبداللہ، مولانا فضل الہی، مولانا محمد امین، شہر کی مسجدوں میں اور سریاب بلوچستان ٹیکسٹائل میل میں۔

### نصیر آباد میں سیرتِ میلاد

نصیر آباد بلوچستان کا زرخیز ترین ضلع ہے۔ جہاں اناج اور سبزیات کی فراوانی ہے۔ اوستہ محمد، جھٹ پٹ اور ڈیرہ مراد جمالی نصیر آباد کی

مشہور شہری آبادیاں ہیں۔ اوستہ محمد کو تو میونسپلٹی کا درجہ بھی دیا جا چکا ہے۔ ضلع بھکر کے عوام نہایت راسخ الاعتقاد مسلمان اور اسلام کے شیدائی ہیں۔ یہاں کے مشہور قبائل جمالی، کھوسہ، سومرہ اور بھنگر ہیں ان کے علاوہ کچھ بروہی اوستہ اور جاٹ قبائل بھی آباد ہیں۔ جو اہل اللہ و علمائے اسلام سے والہانہ محبت رکھنے کے باعث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی ارادت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس ضلع میں میلاد شریف اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں سال بھر تقاریب اور جلسے منعقد ہوا کرتے ہیں۔

ڈیرہ مراد جمالی ضلع کا صدر مقام ہے اور یہاں جامعہ انوار باہو ڈیرہ مراد جمالی کی طرف سے سیرت النبی کے سلسلہ میں سال میں دو تین جلسے اور تقاریب بڑی کامیابی سے منعقد ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ اس سال ماہ رجب کے اوائل میں بھی جامعہ کے مہتمم سلطان حامد نواز قادری خلیف الرشید حضرت غلام دستگیر قادری نے سیرت طیبہ پر ایک روزہ جلسہ کرایا۔ جس میں صوبہ کے علماء و مشائخ کے علاوہ سندھ اور پنجاب سے بھی علمائے کرام نے آکر خطاب کیا۔

گنداخہ کی گوٹھ غلام محمد کے خطیب جامع مسجد اعتبار خاں تو ۱۹۳۸ء سے باقاعدگی کے ساتھ سیرت آنحضرت صلعم پر اپنے مواعظ دلپذیر سے علاقہ کے عوام کو مستفیض کرتے چلے آ رہے ہیں۔

اوستہ محمد میں مساجد کے خطیب بدستور اپنے فرائض سے آگاہ چلے آ رہے ہیں۔ بالخصوص تحصیل والی مسجد کے خطیب مولوی عبدالحق موجیاں والی مسجد کے خطیب تو باقاعدگی سے میلاد النبی، معراج النبی، شب بارات،

عیدین اور دیگر اسلامی اہمیت کے ایام میں سیرت نبی اکرم صلعم پر سیر حاصل  
تقاریر و مواعظ کر کے کما حقہ فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

اوستہ محمد کی میونسپلٹی کی طرف سے بھی ہر سال میلاد النبی پر شیرینی و  
خیرات و صدقات کی تقسیم کے لئے روپیہ منظور ہوا کرتا ہے۔ ۱۹۸۰ء میں  
تو میونسپلٹی کے چیئرمین سلطان غلام میران نے میلاد شریف کے موقعہ  
کے لئے تقاریر و انعامات کی خاطر مبلغ پانچ ہزار روپے مختص کر دیئے۔  
اوستہ محمد کے تعلیمی اداروں میں بھی کم و بیش ہر سال سیرت و میلاد نبی اکرم  
صلعم پر جلسے منعقد ہوتے ہیں۔

سید خدان شاہ (اوستہ محمد) قادر بخش گولہ (جھٹ پٹ) اور حضرت

۱۔ مولوی قادر بخش خاں گولہ (۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء — ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء) کا مزار  
گوٹھ عاشق آباد نزد صحبت پور تعلقہ جھٹ پٹ میں ہے۔ مولوی احمد خاں گولہ  
سجادہ نشین نے آپ کی سیرت اور کلام پر ایک تالیف مرتب کی ہے۔  
جس کا نام ”گلزار کا پاری“ ہے۔ معراج نامہ اور مولود شریف کے ترجمے ملاحظہ کیجئے۔  
معراج نامہ

ہزار حمد ایک خالق کے لئے ہے جس نے احمد کا ظہور فرمایا۔  
واحد (خدا) جس نے اپنی کثرت ظاہر کرنے کیلئے اسے نور سے پیدا کیا۔  
نبی کے دین نے یہ سارا جہان اور وہ جہان باغ اور بہار کر کے بہشت بنایا۔  
رسول کے چاروں یار امداد کرتے تھے۔ (دین میں) اور خدا نے انہی پر  
(دین کی تبلیغ میں) انحصار کیا۔

مولود شریف

اللہ کے رسول محمد سردار کو دل اور نفس بہت یاد کرتے ہیں۔

(آگے دیکھئے پاورقی)

فیض سلطان و سلطان ولی محمد (اوستہ محمد) کی درگاہوں پر سالانہ عرسوں کے موقعہ پر حضور نبی کریم صلعم کی سیرت مبارکہ و تعلیماتِ عالی پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

اوستہ محمد میں دو پاسی زئی سادات کے دو خانوادے بھی آباد ہیں جو باقاعدگی سے میلادُ النبی حضور نبی کریم صلعم کی یاد و ارواح مبارکے اولیائے کرام کے لئے نیاز و خیرات کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان بزرگوں کی سالانہ یادگاروں اور عرسوں میں علاقہ کی اقلیتیں بالخصوص ہندوؤں کو بھی شریکِ محفل ہو کر رحمتِ دو عالم آنحضرت صلعم کے فیضِ عام سے مستفید ہوتے دیکھا جاتا ہے۔

کوئٹے میں بعض صاحبانِ انفرادی طور پر بھی نعتیہ مشاعروں کا بندوبست کرتے رہتے ہیں۔ جن میں کم و بیش سبھی حلقوں سے مختلف صاحبانِ شریک ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک قابلِ ذکر نام مرحوم سید نوشہ حسین نقوی کا ہے۔ جو پہلے گورنمنٹ کالج کوئٹہ میں ریاضی کے لیکچرار تھے۔ پھر ٹیکنیکل ہائی اسکول کوئٹہ کے ہیڈ ماسٹر بنے۔ ابتداء میں (قیامِ پاکستان کے فوراً بعد) ان کے مکان واقع میکانگی روڈ کوئٹہ پر کئی نعتیہ مشاعرے منعقد

۱۔ سمندر کی پُربہیت لہریں بہت دور سے پہاڑوں کو بھی ڈرا دیتی ہیں۔ (میرا اس تک) پہنچنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ سفر دور کا ہے۔ اسی فکر میں میرا دل تڑپ رہا ہے۔

۲۔ جب سے زندہ ہوں اس کی محبت میرے اندر اس کی یاد کو تازہ کیے ہوئے ہے۔ میری آرزو ہے کہ میری موت کے وقت سید (حضرت محمد) آکر اپنی زیارت کرائیں۔

۳۔ بشکر یہ جناب سید عابد رضوی، ریڈیو پاکستان، کوئٹہ۔

ہوئے۔ جن میں اُس زمانے کے کوئٹہ کے شعراء مرحوم آغا صادق، مرحوم یوسف عسکری، ناز اکبر آبادی، سید علی نظامی، ثراب گوالیاری، عابد رضوی، اثر جلیلی، نور محمد ہمدوم، سردار نقوی، زاہد نقوی، شاہد نقوی اور اصغر انبالوی وغیرہ شرکت کرتے رہے۔

بعد میں انہوں نے انجمن ناصر العزرا کی بنیاد رکھی جو اب کوئٹہ کا ایک بڑا امام باڑہ شمار ہوتا ہے۔ نوشتہ حسین نقوی کی نعتیہ مشاعرے کی روایت آج بھی قائم ہے۔ اور ہر سال عید میلاد النبی کے موقع پر شاندار نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوتا ہے۔ جس میں کوئٹہ کے علاوہ کراچی، لاہور وغیرہ سے بھی شعرا شرکت کرتے ہیں۔

ایک دور میں پوسٹل کالونی کوئٹہ شہر کی علمی و ادبی محفلوں کا مرکز تھی۔ یہاں قریباً ہر ہفتے ایک طرحی مشاعرہ منعقد ہوتا تھا۔ جس کا انتظام سید عابد رضوی کے والد محترم جناب سید غلام شاہ صاحب کرتے تھے وہ ۱۹۳۵ء کے زلزلے کے وقت سے ۱۹۶۴ء تک کوئٹہ کے محکمہ ڈاک میں رہے۔ اس کے بعد کراچی چلے گئے۔ ریٹائر ہونے کے بعد وہ اپنے آبائی گاؤں مرید تحصیل چکوال میں مقیم ہیں۔ شاہ صاحب کا دل حبِ رسولؐ اور اہل بیت کی محبت سے سرشار تھا۔ رسولِ پاکؐ کا نام مبارک آتے ہی آپ کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اُن کے مکان پر کئی طرحی نعتیہ مشاعرے بھی منعقد ہوئے۔ اسی سلسلے میں ایک مشاعرے کی طرح یہ تھی۔

کہو موسیٰ سے آکر دیکھ لو جلوہ محمدؐ کا

اسی زمانے میں محکمہ ڈاک کے سپرنٹنڈنٹ فاروق صاحب کوئٹہ تشریف لائے۔ جو بیحد دیندار شخص تھے۔ چنانچہ اُن کے بنگلے پر پیر ہاشم جان صاحب کی صدارت میں ایک شاندار نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوا۔ جس میں علامہ عیش



فیروز پوری، صادق نسیم، رشید نثار، عابد رضوی، اور تراب گوالیاری  
وغیر ہم نے شرکت کی۔

کوئٹہ کی ایک اور ممتاز شخصیت تھی۔ سید محمد علی شاہ کاظمی انہوں  
نے بھی برسوں نعتیہ مشاعرے منعقد کرائے جن میں مقامی و بیرونی شعراء  
شرکت کرتے رہے۔

ماضی میں حلقہ احباب قلم کے زیر اہتمام حلقے کے بانی اور روح رواں  
جناب اثر جلیلی ہر سال نہایت اعلیٰ پیمانے پر عید میلاد النبیؐ کے موقع پر  
محفل میلاد منعقد کرتے رہے ہیں۔ ان محافل میں کوئٹہ کے ممتاز شعراء نعتیں  
پیش کرتے تھے۔

پی۔ آئی۔ اے میں گذشتہ برسوں میں جناب عباس حیدر کاظمی اسٹیشن  
مینجر رہے ہیں۔ وہ خود بھی بڑے اچھے شاعر تھے۔ ایک سال عید میلاد  
النبیؐ کے موقع پر ان کی کوششوں سے مقامی پی۔ آئی۔ اے کے دفتر  
میں محفل میلاد منعقد ہوئی تھی۔ جس میں اثر جلیلی، عابد رضوی، ظفر خاں  
نیازی اور کئی دوسرے شعراء نے شرکت کی۔

آج سے بیس بائیس سال پیشتر قلات میں دو تین نہایت اچھے  
نعتیہ مشاعرے منعقد ہوئے۔ اس سلسلے کا پہلا مشاعرہ عید میلاد النبیؐ  
کے موقع پر منعقد ہوا۔ جس میں کوئٹہ سے صادق نسیم، رشید نثار، عابد رضوی  
تراب گوالیاری اور کئی دوسرے شعراء نے شرکت کی۔ ان دنوں قلات میں  
جناب عمر عامر انفارمیشن آفیسر تھے۔ یہ مشاعرے انکی کوششوں کا نتیجہ تھے۔

بلوچستان بھر کے کالجوں اور سکولوں میں ہادی اسلام آنحضرت  
صائم کی سیرت پاک کے بارے میں مجالس منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ حسن  
قرأت کے انعامی مقابلے بھی ہوتے ہیں۔ مذاکروں کا اہتمام بھی کیا جاتا  
ہے۔ مثلاً

گورنمنٹ انٹر کالج مستونگ، ۲۷ اپریل ۱۹۷۰ء۔  
مقابلہ حسن قرأت: اول عطاء الرحمن خاں دوم شجاعت یامین سوم نور محمد۔  
مقررین:- پروفیسر مسعود احمد، قاری علیم الرحمن، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، محمد  
صلاح الدین مینگل، ارباب اسد خاں۔

گورنمنٹ انٹر کالج مستونگ، ۲۲ مئی ۱۹۷۰ء جلسہ سیرت۔  
مقررین:- محمد صلاح الدین مینگل، صالح محمد شاد، اکبر علی شیرازی، عبد  
الغنی، لعل محمد، خورشید احمد، پروفیسر حیات علی، ڈاکٹر انعام الحق کوثر۔  
گورنمنٹ انٹر کالج مستونگ، ۹ مئی ۱۹۷۱ء عید میلاد النبیؐ۔

مقررین:- حافظ محمد رفیق، فیروز خاں، محمد صلاح الدین مینگل، محمد نعمان افضل،  
صالح محمد شاد، عبدالاحد، عبدالکرم، پروفیسر سلطان الطاف علی، پروفیسر  
خوش محمد، پروفیسر حیات علی، ملک محمد رمضان بلوچ، پروفیسر اعجاز حسین،  
ڈاکٹر انعام الحق کوثر۔

گورنمنٹ انٹر کالج مستونگ ۲۶ اپریل ۱۹۷۲ء جلسہ سیرت النبیؐ  
تقریری مقابلے کا عنوان تھا: ”موجودہ دور میں انسانیت کی بقا اور بہبود  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام میں مضمر ہے۔“  
اول سجاد علی دوم تنویر عالم سوم لطیف الرحمن۔ خصوصی انعامات  
عبدالغنی، رضوان الحق۔ نچ صاحبان، ڈاکٹر تاج محمد، حکیم محمد اکبر، قاضی محمد یامین۔  
دیگر مقررین:- ڈاکٹر انعام الحق کوثر، نوابزادہ جہانگیر شاہ۔

۱- نعرہ حق، کوئٹہ، ۲۹ اپریل ۱۹۷۰ء۔

۲- جنگ، کراچی، ۲۶ مئی ۱۹۷۰ء۔

۳- زمانہ، کوئٹہ، ۱۰ مئی ۱۹۷۱ء۔

۴- روزنامہ جنگ، کوئٹہ، ۲ مئی ۱۹۷۲ء۔

گورنمنٹ ڈگری کالج لورالائی، ۲ مارچ ۱۹۷۷ء سیرت کانفرنس حسن  
 قرأت کے مقابلے میں نجم الدین اول، عبدالصمد اور سیف الرحمن دوم آئے۔  
 مقررین اور نعت خواں :- جاوید رزاق، نعیم الحق، میاں محمد اشرف، مولوی  
 عبدالوسع، فہیم الحق، خورشید افروز، تابش ننگیوی، ڈاکٹر انعام الحق کوثر۔  
 گورنمنٹ ڈگری کالج سبئی، ۱۸ فروری ۱۹۸۰ء جشن عید میلاد النبیؐ۔  
 مقررین :- عبدالقادر رند، نصیب شاہ، حامد محمود، نعیم الحق، محمد ریاض  
 محمد اشرف، اکبر حمید، محمد عظیم، امجد محمود، عبدالرحیم بلوچ، محمد حیات، مجیب  
 الرحمن یوسفی، سید فیصل سعود، ڈاکٹر انعام الحق کوثر۔  
 نعت خواں :- راحت حمید، تنویر، شعیب اللہ، محمد احمد، یوسف شاہ،  
 سہیل احمد، سلیم احمد، محمد عظیم، معین الدین اور محمد اقبال۔  
 اس تقریب میں طلباء اور عام شہریوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت  
 کی۔ اعلیٰ سول و فوجی افسران بھی موجود تھے۔ سید فیصل سعود مہمان  
 خصوصی نے طلباء میں انعامات کیے۔

ہفت روزہ 'ایلم' مستونگ میں مندرج ہے کہ ویسے تو جشن عید  
 میلاد النبیؐ کی تقریب شہر کے تمام تعلیمی اداروں میں منائی گئی مگر گورنمنٹ  
 ڈگری کالج کی تقریب انفرادیت کی حاصل تھی۔

گورنمنٹ گرلز ہائی سکول لورالائی میں گزشتہ دنوں ایک عظیم الشان  
 جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں درجہ اول سے جماعت دہم کی طالبات نے قرأت

۱۔ جنگ، کوئٹہ، ۳ مارچ ۱۹۷۷ء، مشرق، کوئٹہ، ۵ مارچ ۱۹۷۷ء۔

۲۔ مشرق، کوئٹہ، ۱۹ فروری ۱۹۸۰ء، جنگ کوئٹہ، ۲۱ فروری ۱۹۸۰ء۔

زمانہ، کوئٹہ، ۱۸ فروری ۱۹۸۰ء، ایلم، مستونگ، ۱۷ مارچ ۱۹۸۰ء۔

۳۔ مشرق، کوئٹہ، ۳۰ اگست ۱۹۸۰ء۔

نعت خوانی اور تقاریر میں حصہ لیا۔ سیرت النبیؐ کے اس جلسے کے اختتام پر ہیڈ ماسٹریس ثریا اسماعیل نے اساتذہ اور طالبات کو اپنی تقریر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی۔ اول، دوم اور سوم آنے والی طالبات کو انعامات دیئے گئے۔ آخر میں سکول کی طالبات میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

### تعمیر نوپبلک سکول کوٹہ

یہ ۱۹۵۵ء کی بات ہے۔ چند خدا پرست صاحبِ دل مخیر حضرات نے سوچا کہ جب تک تعلیم کے پہلو بہ پہلو اسلامی طرز پر کردار سازی کا اہتمام نہ جائے تعلیم نامکمل بلکہ مضر ہے۔ ایسی تعلیم سے اسلامی ذہن و کردار کے حامل افراد کا حصول عبث ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ کھاتے پیتے اور اعلیٰ گھرانوں کے لوگ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے مشنری اسکولوں کا رُخ کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا معیارِ تعلیم دوسرے عام اسکولوں سے بہتر ہے۔ لیکن عیسائی مشنری اسکولوں کے مخصوص طریقہ تدریس کے باعث وہ نہ صرف دین کی تعلیم سے بے بہرہ، اپنے اسلاف کے کارناموں سے بھی قطعی طور پر نا آشنا بلکہ بڑی حد تک دین و مذہب سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک ایسی درسگاہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی۔ جس کا نہ صرف معیارِ تعلیم بلند ہو بلکہ نظم و ضبط کے ساتھ کردار سازی کے لئے اعلیٰ تربیت کا بھی انتظام ہوتا کہ ایسی نسل تیار ہو سکے جو نہ صرف مجرّد تعلیم یافتہ ہو۔ بلکہ اسلامی خطوط پر اُن کی اعلیٰ تربیت بھی کی گئی ہو۔

۱۔ تعمیر نوپبلک سکول کوٹہ، آغا عبدالرزاق چشتی شملوی، مشرق، کوٹہ ۲۴ جولائی ۱۹۸۰ء۔

انہی خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جمالی ہاؤس میں مولانا عبدالعزیز مرحوم خطیب جامع مسجد چمن پھانک، میر محمد مراد خاں جمالی مرحوم اور مولانا عبدالمجید خان نے ابتدا کی اور یوں تعمیر نو پبلک اسکول کی بنیاد پڑی۔ جو گزشتہ بیس برس سے ادارہ تعمیر ملت کے تحت ترقی کی جانب گامزن ہے۔

انجمن تعمیر ملت کے چیئرمین سید آغا تاج محمد، وائس چیئرمین محمد حسین، آنریری سیکرٹری محمد صدیق اور ممبران میں حاجی محمد ابراہیم، ڈاکٹر جمیل الرحمن، میر فضل محمد خان جمالی اور حاجی عبداللطیف شامل ہیں۔ موجودہ پرنسپل فضل حق میر نے ۱۹۶۰ء میں ٹیچر کی حیثیت سے دروس تدریس کا آغاز کیا۔ اور ۱۹۶۷ء میں پرنسپل بنے۔ ان سے قبل سید منظر حسین پرنسپل تھے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے لئے مینارہ نور اور رُشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ آج جبکہ ہر طرف کفر و ظلمات کی قوتیں پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینے کیلئے سرگرداں ہیں۔ محسنِ انسانیت کے پیغامِ حق کو گوشے گوشے میں پھیلا کے لئے بھی یہ ادارہ پیش پیش رہا ہے۔ چنانچہ طلبہ کی اسلامی خطوط پر کردار سازی کے لئے روزانہ سب سے پہلا پریڈ اخلاقیات کی تعلیم کی خاطر وقف ہے۔

اخلاقیات کے نصاب میں احادیث کی کتابیں، ایمانیات، عقائد اور اسلامی آدابِ زندگی کے لئے راہِ عمل کی مستند کتب شامل ہیں۔ بقول فضل حق میر: ”اس کردار سازی (

مقصد یہ ہے کہ دورِ جدید کے مشرکانہ، کافرانہ اور ظالمانہ نظام ہائے فکر کے مقابلے میں ہم اپنے طلبہ کو اسلامی رنگ (صبغة اللہ) میں اس طرح

رنگ دیں کہ وہ لٹی اسلاٹک فورسنر )  
 ( کے سامنے سب سے پہلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ ہمارے  
 طلبہ مستقبل میں وزیر بنیں یا سفیر، جج بنیں یا مشیر وہ کچھ بھی ہوں کہیں  
 بھی ہوں، دوسروں کے مقابلے میں یوں نمایاں نظر آئیں جیسے پتھروں  
 میں کوئی ہیرا جگمگا رہا ہو۔“

پچھلے دس سال سے اس سکول میں سرورِ عالم آنحضرت صلعم کے حضور  
 نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے کئی بابرکت تقاریب منعقد ہوتی رہی  
 ہیں۔ جن میں بین المدارس تقریری مقابلے، نعتیہ مشاعرے، ذہنی آزمائش  
 کے معلوماتی پروگرام اور محققین، مفسرین، محدثین اور ممتاز دانشوروں  
 کی تقاریب شامل ہیں۔

۱۹۷۸ء میں دو روزہ سیرت کانفرنس میں سیرت النبی کے عنوان پر  
 بلوچستان کے تمام اسکولوں سے ذہین و فطین طلبہ نے تقاریب کیں۔ ذہنی  
 آزمائش کا معلوماتی پروگرام بھی مرتب کیا گیا۔

علاوہ ازیں ایک عظیم الشان کل پاکستان نعتیہ مشاعرہ بھی ہوا۔  
 جس کی صدارت جناب فقیر محمد بلوچ نے کی۔ اور مہمان خصوصی مشہور مقرر  
 اور عالم دین شاہ بلیغ الدین تھے۔ ان نعت گو شعرائیں سے چند ایک  
 کا نمونہ کلام کچھ یوں ہے :-

انہی کے دم سے ہے فصل بہارِ عالم میں  
 تمام دہر سے بڑھ کر حسین محمد ہیں (سرور)  
 نظرِ کرم سے دے ہمیں جینے کا حوصلہ  
 اے ذاتِ بے مثال مقدر سنوار دے (قمر)  
 فرصت ہے کہاں خوفِ خورشیدِ قیامت کی  
 ہر آن تصور میں دامانِ محمد ہے (نور محمد ہمد)

میں کہاں اور کہاں عشقِ نبیؐ کی دولت  
یہ مقدر تو اویسؓ قرنِ کا ہو گا (اثر جلیلی)

تصویر میں ہوتی ہیں مصوّر کی ادائیں  
خالق کو نہ دیکھا، شاہِ ابرار کو دیکھا (مینیر)

تعلیمِ مصطفیٰؐ نے ایسا شعور بخشا  
جو آدمی نہیں تھے انسان کہ بن گئے

تم ہی ذرا اعجاز بناؤ کیا ہے؟ جو یہ اعجاز نہیں ہے  
جس کو کبھی دیکھا بھی نہیں ہے دل اُس کا شیدا ئی ہے

اچھائیوں کی آخری تعریف ہے یہی  
اللہ کے رسولؐ کی تعریف سمجھئے (اعجاز رحمانی)

پھر گڈریوں کو لعل دے، جان پتھر میں ڈال دے  
حاوی ہوں مستقبل پہ ہم ماضی سا ہم کو حال دے

ترا یہ مظفر خوش نواز جسے جانتے ہیں شاہ و گدا  
ترے سنگِ در پہ مرے اگر تو کوئی نشان بھی نہ چاہیئے  
(مظفر وارثی)

۱۹۷۹ء میں بھی ایک ایسی ہی قابلِ توصیف تقریب کا انعقاد ہوا۔  
اس میں بھی صوبہ بلوچستان کے ہونہار طلبہ نے حصہ لیا۔ تقریبی موضوع  
تھا ”ہماری فلاح کا راز محسنِ انسانیتؐ کی پیروی میں مضمر ہے“  
اس کے ساتھ ساتھ ذہنی آزمائش کا پروگرام بھی ہوا۔ اس تقریب کی  
صدارت جناب فقیر محمد بلوچ نے کی اور مہمانِ خصوصی تھے فتح ناں خجک  
سیکرٹری تعلیمات بلوچستان، بعینہ ۱۹۸۰ء میں بھی اسی طرح ایک باکرت  
محل منعقد کی گئی۔ جس کی عداوت جناب خالد احمد شہر کوٹہ نے کی۔  
بلوچستان کے مختلف اسکولوں کے طلبہ نے شرکت کی اور بیب کر دگار

آنحضرت صلعم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ دانائے سبل اور ختم  
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جیاتِ طیبہ پر تقاریہ ہوئیں۔ اور بعد ازاں  
معلوماتی کوئٹہ پر وگرام ہوا۔

مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ تعمیر نو پبلک ہائی اسکول کوئٹہ  
کے طلبہ کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھائی جاتی ہے کہ دین و دنیا  
میں فلاح کا راز مُرشدِ اعظم، ہادیِ اعظم، معلمِ اعظم، نبیِ اعظم اور  
رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں مضمر ہے۔

اللہ رکھا جمالی نے ۱۹۴۸ء میں ماہنامہ ”رہبر نسواں“ جاری کیا  
تھا۔ جو خواتین بلوچستان کے اے آسمانِ صحافت پر ایک درخشندہ ستارہ  
تھا۔ یہ مسر رشید جان، بیگم رفیع الدین، شیریں درانی، ذکیہ فضل  
الہی اور صفیہ ایوب وغیرہ کی ادارت میں چھپتا رہا۔ اس کے کئی ایک نمبر  
بھی شائع ہوئے۔ ان میں سے ایک میلادُ النبیؐ کی تقریب (جنوری ۱۹۵۲ء  
کا نمبر بھی تھا۔

مولانا عبدالباقی درخانی کے ہاتھوں نومبر ۱۹۵۰ء میں ایک مذہبی علمی  
اور ادبی رسالے ”معلم“ کی ابتدا ہوئی۔ یہ مدرسہ عربیہ ملیہ سریاب کوئٹہ  
کا آرگن تھا۔ جس کے بارے میں سید علی نظامی نے کہا تھا۔

مستقبلِ جمیل کا ضامن ترا وجود،

اب تیرے ہاتھ عقدہ ملی کی ہے کشود،

یہ رسالہ آٹھ سال سے زیادہ قائم رہا۔ بعد میں ہفت روزہ کاروپ  
دھارا اور جاری نہ رہ سکا۔ اس میں حضور پاک سرور کائنات آنحضرت  
صلعم کی سیرت پاک کے بارے میں بھی مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔  
جیسے مولانا سید شمس الحق وزیر معارف قلات کا ایک طویل مقالہ  
بعنوان سیرتِ نبویؐ پر ایک نظر ”معلم“ کے کئی شماروں میں شائع ہوا



تھا۔ ایک قسط 'معلم' کے شمارہ فروری ۱۹۵۱ء والی میرے پیش نظر ہے۔  
اسی شمارہ کے چند اور اہم مضامین یہ ہیں :-

آنحضرتؐ اور اخلاقِ حمیدہ      از مولوی محمد اسماعیل

پیردہ اور اسلام      از مولوی عبدالوہاب

رسولِ کریمؐ بحیثیت ایک شوہر از سلطان محمد

”ہمارا ترانہ“ کے تحت شمس الحق ملتانی کہتے ہیں :-

تجھ کو کرنا ہے جو تقلیدِ محمدؐ مصطفیٰ

پیکرِ صدق و صفا و غیرت و ایثارؐ بن

بادۂ عشقِ محمدؐ سے اگر سرشار ہے

دشمنوں کے واسطے پھر خانہٴ خمار بن

فی الحقیقت ہے اگر دل سے غلامِ مصطفیٰ

تو سرِ اغیار پر اسلام کی تلوار بن

مولانا عبدالعزیز خاں نے دسمبر ۱۹۵۱ء میں ایک علمی و ادبی ماہنامے

”کوہسار“ کا اجرا کیا تھا۔ اُس میں بھی بعض مضامین اسلامی تعلیمات

سے متعلق شائع ہوتے تھے۔ مثلاً

اسلام کی فضیلت از سید ناظم علی دریا بادی ایم۔ اے شمارہ

مارچ ۱۹۵۳ء۔

چودھری محمد سلطان ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول کوٹہ نے

جون ۱۹۵۴ء میں سہ ماہی اسلامیہ ہائی سکول میگزین جاری کیا تھا۔

اسکا ماٹو تھا :-

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی

میں اسی لئے مسلمان، میں اسی لئے نمازی

ایک شمارے (ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۵۴ء) کے چند مضامین یہ تھے  
پیغمبر کی تعلیم از جلیل سرحدی۔

اسلامی دور میں مدارس کی تاریخ از مولانا عبدالشکور۔  
تلواروں کے سائے تلے اعلیٰ کلمۃ الحق از محبوب حسین شاہ

مشہدی۔

مسلمان اور سائنس از جمیل احمد۔

حضرت بلال بن رباح رضی عنہ از مولانا عبدالعزیز۔

جلد ایکذمی علوم اسلامیہ کوئٹہ ہر سہ ماہی کورس کے اختتام پر  
ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی کی زیر نگرانی شائع ہوا تھا۔ اس کا پہلا شمارہ اگست  
۱۹۶۲ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کے مدیر ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی اور  
مولانا شمس الحق افغانی تھے۔ یہ علمی اور مذہبی مضامین کا مجموعہ ہوتا تھا۔  
پہلے شمارے (سیشن ۳۱ مئی تا ۲۷ اگست ۱۹۶۲ء) کے بعض مقالات  
کے عنوان یہ تھے۔

۱۔ مقالہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم - شرکاء کار کی بعض تقریروں

کے اقتباسات۔

۲۔ ترقی اور اسلام از حضرت مولانا شمس الحق افغانی۔

۳۔ اسلام اور اتحاد و تعاون عمل از ڈاکٹر محمد بشارت علی۔

۴۔ اسلامی نظریہ تعلیم از مولانا خالد علوی۔

۵۔ شہادت حضرت امام حسین رضی عنہ از مولانا مفتی محمد حسین نعیمی۔

مولانا عبدالکریم مرحوم نے یکم ستمبر ۱۹۶۷ء کو ہفتہ روزہ "میزان"

جاری کیا تھا۔ یہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۶ء سے روزنامہ بن چکا ہے

اس کے دو دیدہ ڈیٹ سیرت ۳ نمبر ہمارے پیش نظر

ہیں۔

ایک ۳ مارچ ۱۹۷۷ء کا ہے اور دوسرا ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کا۔  
ان میں جو مضامین شامل ہیں۔ ان کے عنوانات یہ ہیں :-  
۱۔ سرورِ دو عالم کی تعلیمات آج کی سسکتی اور کراہتی ہوئی انسانیت  
کے دکھوں کا مداوا ہیں۔

۲۔ سرکارِ دو عالم کی جوانی شبہم صبح کی طرح پاک تھی۔

۳۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴۔ اخلاقِ نبوی صلعم۔ عدل و انصاف کا پہلو آز مولانا عبدالکفریم۔

علاوہ ازیں بلوچستان کے دوسرے اخبارات جیسے 'مشرق'، کوئٹہ

'جنگ'، کوئٹہ، 'زمانہ'، نعرہ حق کوئٹہ وغیرہ بھی ہر سال ۱۲ ربیع الاول

کے موقع پر سیرتِ طیبہ آنحضرت صلعم کے بارے میں مضامین اور نظمیں

شائع کرتے ہیں۔

ماہنامہ اولس بلوچی کوئٹہ سے دسمبر ۱۹۶۱ء میں شائع ہونا شروع

ہوا۔ ستمبر ۱۹۷۹ء باقاعدگی سے چھپتا رہا۔ اکتوبر ۱۹۷۹ء سے جولائی

۱۹۸۰ء تک بند رہا۔ اب پھر منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ اس کے ایڈیٹر امان اللہ

گیلگی عبدالغفار ندیم، حکیم بلوچ، صورت خاں مری رہے۔ نومبر ۱۹۷۲ء

سے عبدالقادر شاہوانی اس کے مدیر ہیں۔

اس میں سیرتِ النبی آنحضرت صلعم کے بارے میں مضامین شائع

ہوتے رہے ہیں جیسے :-

۱۲، ربیع الاول،	پیر محمد زبیرانی،	اگست ۱۹۶۳ء
دو جہان و سردار،	ملک محمد پناہ،	جولائی ۱۹۶۳ء
پاکیں نبی و گبت،	آزاد جمال دینی،	جولائی ۱۹۶۳ء
مئے پیغمبر و گبتار،	عبدالصمد درانی / صدیق آزاد،	جولائی ۱۹۶۳ء
سیرت،	مولوی محمد حیات،	مئی ۱۹۶۵ء

جولائی ۱۹۴۵ء	قاضی عبدالرحیم صابر،	مٹے پیغمبر حیم دگرانی
ایضاً	محمد مرید،	پیغمبر اسلام ناسادہ انگار زندگی (براہوٹی)
نومبر ۱۹۴۵ء	عبدالباقی درخانی،	رسول اللہؐ جہاد
جون ۱۹۴۶ء	مولوی محمد یعقوب شرودی،	میلاد النبیؐ (براہوٹی)
جولائی ۱۹۴۶ء	عبدالغفور درخانی،	عید میلاد النبیؐ
جولائی ۱۹۴۶ء	عبدالباقی درخانی،	محمد قاصد اللہنا (براہوٹی)
فروری ۱۹۴۷ء	قاضی عبدالرحیم صابر،	دو جہان و سردار
جون ۱۹۴۷ء	ادارہ	رحمت العالمین
جون ۱۹۴۷ء	حاجی عبدالقیوم،	حکمت رسولؐ
جولائی ۱۹۴۷ء	مولانا محمد اسماعیل،	سلسلہ رحمی
جون ۱۹۴۸ء	برکت بلوچ،	دوئیں جہانانی سردار
اکتوبر ۱۹۴۹ء	حاجی عبدالقیوم،	معراج نبویؐ
نومبر دسمبر ۱۹۴۹ء	قاضی عبدالرحیم صابر،	شانِ مصطفیٰؐ
مئی ۱۹۷۰ء	ملک محمد پناہ	گرل مہذبین پیغمبرؐ
مئی ۱۹۷۱ء	غنایت اللہ	پاکیں نبیؐ
ستمبر ۱۹۷۲ء	قاری عبدالحمید،	معراج سفر،
مارچ ۱۹۷۳ء	پیر محمد زبیرانی،	دو جہان و رحمت،
اپریل ۱۹۷۳ء	غلام مصطفیٰ،	میلاد النبیؐ
اپریل ۱۹۷۴ء	عبدالرحیم صابر،	رسول خُدا یدین،
ستمبر ۱۹۷۴ء	محمد امان اللہ عزیزیہ	سیرت النبیؐ،
اگست ۱۹۷۵ء	مولوی محمد یعقوب شرودی،	معراج نانن،
فروری مارچ ۱۹۷۶ء	قاضی عبدالرحیم صابر،	شانِ مصطفیٰؐ
فروری مارچ ۱۹۷۶ء	عبدالحمید خادمی،	ربیع الاول و مبارکین ماہ،

فروری مارچ ۱۹۷۶ء	عبدالنبی گرانی،	آخری پیغمبر،
جولائی ۱۹۷۶ء	عبدالحلیم خادمی،	معراج محمد مصطفیٰ،
مارچ ۱۹۷۷ء	خدائیداد،	ربیع الاول،
نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء	عبدالرحمن غور،	اقبال و حب رسول،
فروری، ۱۹۷۸ء	مولوی عبداللہ،	ربیع الاول ۷ ماہ،
فروری ۱۹۷۹ء	بشیر قیوم،	معراج و سفر،
فروری ۱۹۷۹ء	حاجی عبدالقیوم،	پاکین نبی و نظریہ توحید،
فروری ۱۹۷۹ء	عبدالصمد،	رسول مقبول ناپاکا زندگی، (براہوٹی) عبدالصمد،
جون ۱۹۷۹ء	عبیدہ قیوم،	پاکین نبی و دریں گیتار،
جون ۱۹۷۹ء	جوہر براہوٹی،	پاکانہ ناپاکا وطن عرب (براہوٹی) جوہر براہوٹی،
	اولس بلوچی کوئٹہ میں نعتیہ کلام بھی شائع ہوتا رہے مثلاً	
اگست ۱۹۷۲ء	جوانسال بگٹی،	نعت،
جولائی ۱۹۷۲ء	پیر محمد زبیرانی،	شہادہ محمد،
جولائی ۱۹۷۲ء	مومن بزدار،	پاکین رسول،
جولائی ۱۹۷۵ء	پیرل،	نعت،
نومبر ۱۹۷۵ء	حضور بخش،	سلام، (براہوٹی)
جون ۱۹۷۶ء	ظفر مرزا،	عقیدت ناپھلاک (براہوٹی) ظفر مرزا،
جون ۱۹۷۶ء	ع۔ سلام،	یابہی،
اکتوبر ۱۹۷۶ء	عبدالباقی درخانی،	سلام (براہوٹی)
دسمبر ۱۹۷۶ء	محمد موسیٰ ناصر آبادی،	نعت در شان سردار دو عالم،
مئی ۱۹۷۷ء	مومن بزدار،	نعت،
اکتوبر ۱۹۷۷ء	ایس۔ ایم اعظم گورچانی،	نعت،
جون ۱۹۷۸ء	غوث بخش صابر،	نعت،

جون ۱۹۴۸ء	ملا غلام نبی	نعت (براہوٹی)
مئی ۱۹۴۹ء	فضل کریم معذور	نعت
جون ۱۹۴۲ء	عبدالغفور درخانی	نعت (براہوٹی)
اکتوبر ۱۹۴۲ء	محمد اسحق بزدار	نعتیہ غزل
ایضاً	عبدالستار	نعت شان رسول اللہ (براہوٹی)
جنوری ۱۹۴۳ء	قاضی عبدالرحیم صابر	نعت
اکتوبر ۱۹۴۳ء	عبدالصمد شاہین سورابی	نعت (براہوٹی)
ستمبر ۱۹۴۴ء	آجو (آزاد)	بلغ العالی بکمالہ (براہوٹی)
اکتوبر ۱۹۴۴ء	محمد اسحاق بزدار	نعت رسول
مارچ ۱۹۴۵ء	عطاشات	نعت
اگست ۱۹۴۵ء	عبدالجلیم خادمی	یا محمد
فروری، مارچ ۱۹۴۶ء	مومن بزدار	نعت
ایضاً	عبدالصمد شاہین	نذرانہ عقیدت
مارچ ۱۹۴۷ء	عبدالرحیم صابر	نعت
جون ۱۹۴۷ء	عبدالغفور درخانی	نعت رسول (براہوٹی)
مارچ ۱۹۴۸ء	حکیم خدائے رحیم	نعت
ستمبر ۱۹۴۸ء	مومن بزدار	نعت
نومبر دسمبر ۱۹۴۸ء	قاضی عبدالرحیم صابر	نعت
فروری ۱۹۴۹ء	عطاشاد	نعت
فروری ۱۹۴۹ء	قاضی عبدالرحیم صابر	نعت
ایضاً	جوہر براہوٹی	نعت (براہوٹی)

ماہنامہ "احوال" براہوٹی خضدار سے ستمبر ۱۹۷۵ء میں چھپنے لگا۔ اس کے مدیر عبدالقادر شاہوٹانی تھے۔ ستمبر ۱۹۷۹ء تک باقاعدگی سے منظر عام

پر آتا رہا۔

اس میں حضور پاک سرور کائنات آنحضرت صلعم کی سیرت طیبہ کے متعلق

مضامین چھپے۔ جیسے

ربیع الاول برکت ناتو، بابا عبدالحق، مارچ ۱۹۷۷ء

رسالتکاب و علامہ اقبال، عبدالصمد شاہیں، دسمبر ۱۹۷۷ء

رحمت اللعالمین، بابا عبدالحق، فروری ۱۹۷۸ء

جوش حبیب (براہوئی دیواں)، عبدالرزاق، نومبر ۱۹۷۸ء

پاکانہ نامعجز و غاک، اقبال رودینی، جنوری ۱۹۷۹ء

خیر البشر ناپاکا زندگی، مدیر، فروری مارچ ۱۹۷۹ء

محسن انسانیت ناخو و عادت، قاضی محمد ہارون، جون ۱۹۷۹ء

احوال، براہوئی خضدار میں نعتیہ کلام بھی چھپا مثلاً

نعت، صالح محمد شاد، نومبر ۱۹۷۷ء

نعت، عبدالغفور درخانی، کتابچہ "قدم قدم آباد"

نعت، تراب لار کانوی، ایضاً

نعت، محمد محسن، فروری مارچ ۱۹۷۹ء

ماہنامہ اولس پشتو کوئٹہ ستمبر ۱۹۷۱ء میں محکمہ قبائلی نشر و اشاعت

نے امیر عثمان کی زیر نگرانی جاری کیا۔ ستمبر ۱۹۷۹ء تک باقاعدگی سے چھپتا رہا۔

اس کے مدیر رہے: قاضی سعید محمد، عنایت اللہ ریاض، عبدالرحمن بٹیاب،

نظیر درانی، سید فاروق شاہ سمانگزی۔

اس میں سیرت النبی آنحضرت صلعم کے متعلق مضامین چھپتے رہے ہیں۔ مثلاً

دپاک نبی دراتک زیرے، فضل احمد غازی، جولائی ۱۹۷۴ء

محمد الرسول اللہ صلعم، قاضی عبدالسلام، ایضاً

تیمیم پیغمبر، صاحبزادہ محمد ادریس، ایضاً

جولائی ۱۹۴۳ء	امیر حمزہ شنواری	اخلاق او اسلام،
ایضاً	عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کورنٹے ٹوفند، عبداللہ دیان کلیم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایضاً	میرمن س۔ ب۔ ب۔	معجزہ،
ایضاً	سلطان محمد صابر	دسید الانبیاء معیشت
ایضاً	ولی محمد سیال	در رسول اللہ معجزے
ایضاً	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	رحمت اللعالمین (ترجمہ)
ایضاً	صفیہ	خلق عظیم
ایضاً	مجاہد الحسینی	قیصر او کسری تہ دعوت اسلام، مجاہد الحسینی
ایضاً	مولانا عبدالقادر	آخری خطبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ)
جون ۱۹۴۶ء	قاضی محمد سعید،	اداریہ ہادی عالم،
جون ۱۹۴۶ء	عبد الحلیم اثر افغانی،	محمد صلی اللہ علیہ وسلم،
اکتوبر، نومبر ۱۹۴۶ء	قاضی سعید محمد،	معراج النبی،
جون ۱۹۴۸ء	مولانا عبدالشکور،	حضور سرور کائنات،
مئی ۱۹۴۹ء	اقبال سلمان	خلق عظیم
مئی ۱۹۶۰ء	دین محمد عبداللہ افغانی	محسن انسانیت
مئی ۱۹۶۱ء	مولانا عبدالشکور	سرور کائنات
جولائی ۱۹۶۱ء	مس عالیہ نسربن،	بنیۃ د قرآن او حدیث پہ زبر کتب،
اپریل ۱۹۶۲ء	دین محمد افغانی	عشق رسول او علامہ اقبال،
ستمبر ۱۹۶۲ء	شاہ محمد سنزرخیل	معراج شریف،
اپریل ۱۹۶۳ء	سلطان محمد صابر	رحمت اللعالمین
جولائی ۱۹۶۳ء	محمد عثمان کرد	محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اپریل ۱۹۶۴ء	ثروت جہان کوکب	رسول کریم د معلم پہ حیث،
مارچ ۱۹۶۵ء	پروفیسر محمد افضل رضا	رحمت اللعالمین



مارچ ۱۹۷۵ء	طاہر کلاچوی	دَرسولِ مقبولِ مُعجزے
اپریل ۱۹۷۵ء	طاہر کلاچوی	اقبالِ دَرسولِ پتھون کتنے
جون ۱۹۷۷ء	سید محمد رسول فریادی	رحمت للعالمین (نعت)
جون ۱۹۷۸ء	خوشحال خاں خٹک	دَعقیدتِ مکلونہ
خصوصی نمبر ۱۹۷۸ء	شمس الدین کاکر	نعت شریف
مارچ ۱۹۷۹ء	محمد ایوب صابر	سلام
اپریل ۱۹۷۳ء	سید محمد گل شاہ خوشتی	نعت شریف
اگست ۱۹۷۳ء	حکیم عبدالخالق	نعت شریف

### ریڈیو اور ٹیلیوژن

۱۹۵۴ء میں کوئٹہ میں ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا۔ اُس وقت سے لے کر اب تک اُردو، بلوچی، براہوئی، پشتو اور فارسی میں سیرتِ طیبہ آنحضرت صلعم کو مختلف النوع زاویوں اور گوشوں سے پیش کیا جا رہا ہے۔ جن میں نعتیہ مشاعرے، آپ کی حیات پاکیزہ کے مختلف پہلوؤں پر تقریریں اور فیچر جیسے ایک ایک مصرعہ پر تقریریں شری ہوئی۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا  
 مُرادیں غریبوں کی بے لالہ والا  
 وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا  
 مصیبت میں غیروں کے کام آئی والا  
 ضعیفوں کا ملجا، غریبوں کا ماوی  
 یتیموں کا والی، غلاموں کا مولا،

حسنِ قرأت کے مقابلے، میلاد کی محفلیں، قوالیاں اور بلوچی، براہوئی، پشتو، اُردو اور فارسی کی نعتیہ شاعری کے مختلف ادوار پر فیچر مثلاً پشتو

نعت گوئی کا ایک جائزہ از عابد شاہ عابد بلوچی نعت گوئی از حاجی عبدالقیوم اور عطا شاد، اردو نعت گوئی قیام پاکستان تک از شمیم احمد فارسی نعت گوئی از پروفیسر خلیل صدیقی وغیرہ شامل ہیں۔

۲۴ نومبر ۱۹۷۲ء کو کوئٹہ میں ٹیلی ویژن کا افتتاح ہوا۔ اردو کے مستقل پروگرام ہیں: بصیرت، حسن قرأت اور فرمان الہی۔

بلوچی، پشتو اور براہوئی میں حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے متعلق مختلف پروگرام پیش کیے جاتے ہیں نعتیہ مشاعرے حسن قرأت اور نعت خوانی کے مقابلے منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ مختصراً، بلوچستان میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن بھی سیرت آنحضرت صلعم کے پرچار میں مدد و معاون بنے ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان آرٹس کونسل کوئٹہ بھی باقاعدگی سے نعتیہ مشاعرے منعقد کر رہی ہے۔

سال رواں میں بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کوئٹہ کے زیر اہتمام بلوچستان کے مختلف مقامات جیسے سٹی، ڈیرہ مراد جمالی لس بیلہ اور لورالائی وغیرہ میں انٹر کالجیٹ اور انٹر سکولز حسن قرأت، نعت خوانی اور سیرت آنحضرت صلعم سے متعلق تقریروں کے انعامی مقابلے منعقد ہوئے۔ اس پروگرام میں مزید توسیع کی توقع ہے۔

جنوری ۱۹۸۲ء میں کوئٹہ میں صوبائی سیرت کانفرنس، کا بھی انعقاد ہوا۔ جسکی صدارت گورنر بلوچستان لیفٹیننٹ جنرل رحیم الدین خان نے فرمائی۔ اپنے کہا کہ حضور کا پیش کردہ نظام سسکتی انسانیت کیلئے نسخہ کیمیا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا وقت کی سب سے بڑی پکار ہے (روزنامہ مشرق کوئٹہ ۱۱ جنوری

## اختتامیہ

شعرو شاعری کی افادیت اور ہمہ گیری سے انکار ممکن نہیں۔ لیکن تہذیبی، ثقافتی، سیاسی، معاشرتی، علمی، ادبی، تنقیدی، تحقیقی، سوانحی اور دینی مضامین کے لئے نثر کی ضرورت مسلمہ امر کی حیثیت رکھتی ہے۔ نثر کا دائرہ کار اور کینوس وسعت پذیری کا متحمل ہوتا ہے۔ اور وہ جزئیات تک کا احاطہ کرتی ہے، بحث و استدلال کو اہمیت بخشتی ہے۔ عیوب و محاسن اور قول و فعل کا جائزہ لیتی ہے۔ مختلف نقطہ ہائے نظر پیش کرتی ہے۔ اصولی اور عملی بحثوں کو آگے بڑھاتی ہے۔ تبصروں کے ذریعے اچھائیوں کو اُجاگر اور تعصبات کو رد کرتی ہے۔ بہت سے علمی علوم اور ان کے شعبوں کے فلسفیانہ اور سیاسی مباحث کو منظر عام پر لاتی ہے۔

اس کی مختلف قسمیں ہیں جیسے بیانیہ نثر یعنی قصے کہانیوں کی نثر زندہ نثر جو شخصی جذبات، زندگی اور اُس کے مسائل کی ترجمانی کرے۔ تاثراتی نثر وغیرہ۔ اسلوب نگارش مطالب کی نوعیت کے ساتھ ساتھ جدا ہوتا جاتا ہے۔

ہادیٰ برحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری کی وقعت اور عظمت اظہر من الشمس ہے تاریخی حقائق کو شعر کی لٹری میں پرویا جاتا رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔ ہم اس کتاب میں بھی بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں میں مختلف شعرا کا اظہار عقیدت ملاحظہ کرتے ہیں۔ لیکن نثر میں سرزمین بلوچستان میں حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر علمی اور تحقیقی کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر دو چار مختصر سی کتابوں اور چند ایک مضامین کے علاوہ یہ میدان خالی نظر آتا ہے۔ وقت

کی پکار پر بیٹیک کہتے ہوئے اگر سیرت پاک کے سلسلے میں یہاں کوئی  
 اکادمی قائم کر دی جائے تو قابلِ قدر اور لائق ستائش کام ہو سکتا  
 ہے۔ یا پھر صوبے میں موجود اداروں کی خصوصی توجہ ادھر مبذول کرائی  
 جائے۔ اس عمل سے کم از کم بلوچی، براہوئی اور پشتو میں سیرتِ طیبہ کی  
 اہم کتابوں کے تراجم شائع کرنے سے ہی ان زبانوں کا دامن وسیع سے  
 وسیع تر ہو جائے گا۔

*[Faint bleed-through text from the reverse side of the page, mostly illegible.]*

## ضمیمہ

بلوچستان میں دینی مدارس (ضلع وار)

### ضلع کوئٹہ

- ۱- مدرسہ خرداد دارالعلوم، گوالمنڈی، کوئٹہ۔
- ۲- مدرسہ جامعہ نورانیہ، سریاب روڈ، کوئٹہ۔
- ۳- مدرسہ بین المدارس کبلی سیملی کچلاک۔
- ۴- مدرسہ مفتاح العلوم عربیہ کوئٹہ۔
- ۵- مدرسہ عربیہ حقانیہ حق آباد سریاب روڈ۔
- ۶- مدرسہ تعلیم القرآن جامعہ بنگلہ پنیر لائن کوئٹہ کیفٹ۔
- ۷- مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ۔
- ۸- مدرسہ مظاہر العلوم شالدرہ کوئٹہ۔
- ۹- مدرسہ دارالعلوم جامعہ غوثیہ رضویہ وحدت کالونی کوئٹہ۔
- ۱۰- مدرسہ ندیم العلوم کبلی اسماعیل کوئٹہ۔
- ۱۱- مدرسہ عربیہ جامعہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔
- ۱۲- مدرسہ عربیہ اسلامیہ کچی بیگ کوئٹہ۔
- ۱۳- مدرسہ امام صادق جامعہ امامیہ علمدار روڈ کوئٹہ۔
- ۱۴- مدرسہ جامعہ عربیہ اسلامیہ عیدگاہ ریلوے کالونی کوئٹہ۔
- ۱۵- مدرسہ عربیہ روضتہ العلوم کرانی کوئٹہ۔
- ۱۶- مدرسہ عربیہ دارالعلوم مری آباد کوئٹہ۔
- ۱۷- مدرسہ عربیہ مرکزی سرکی روڈ کوئٹہ۔

- ۱۸- مدرسہ دارالعلوم قاسمیہ ارباب غلام علی روڈ کوئٹہ۔
- ۱۹- مدرسہ عربیہ بدرالعلوم سریاب روڈ کوئٹہ۔
- ۲۰- مدرسہ نجم العلوم سریاب روڈ کوئٹہ۔
- ۲۱- مدرسہ روضۃ الحدود کوئٹہ۔
- ۲۲- مدرسہ دارالرشاد چمن پھانک کوئٹہ۔
- ۲۳- مدرسہ نظامیہ تعلیم القرآن شاو کشاہ روڈ کوئٹہ۔
- ۲۴- مدرسہ عین العلوم اسلامیہ عربیہ میکانگی روڈ کوئٹہ۔
- ۲۵- مدرسہ ادارہ تعلیم القرآن روپ چنڈلین کوئٹہ۔
- ۲۶- مدرسہ عربیہ دارالعلوم رحیمیہ اسماعیل کالونی سرکی کوئٹہ۔
- ۲۷- مدرسہ تجوید القرآن بابو محلہ ریلوے کالونی کوئٹہ۔

## ضلع پشین

- ۱- مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن چمن۔
- ۲- مدرسہ زین العلوم گلستان۔
- ۳- مدرسہ عربیہ خانوزئی۔
- ۴- مدرسہ عیدگاہ چمن۔
- ۵- مدرسہ دارالعلوم ریلوے جامعہ مسجد چمن۔
- ۶- مدرسہ جامعہ مسجد قدیم چمن۔
- ۷- مدرسہ دارالعلوم پشین۔
- ۸- مدرسہ عربیہ دارالعلوم اسلامیہ تجوید القرآن گلستان۔
- ۹- مدرسہ عربیہ دارالعلوم برشور۔
- ۱۰- مدرسہ مرکز العلوم شادیناٹی (سید آغا محمد)۔
- ۱۱- مدرسہ عربیہ المتوکیہ مچان۔

- ۱۲- مدرسہ تعلیم القرآن - پشین -  
 ۱۳- مدرسہ مسجد کلی صاحبزادہ پشین -

## ضلع لورالائی

- ۱- مدرسہ نصرالعلوم لورالائی -  
 ۲- مدرسہ بحر العلوم چٹیاالی شریف -  
 ۳- مدرسہ تاج المدارس برینہما -  
 ۴- مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ لورالائی -  
 ۵- مدرسہ نجم القرآن - لورالائی  
 ۶- مدرسہ حفظ القرآن - گنجی مسجد لورالائی -  
 ۷- مدرسہ مدینۃ العلوم دکی -  
 ۸- مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ لورالائی -  
 ۹- مدرسہ تجوید المدارس برینہما لورالائی -  
 ۱۰- مدرسہ مصباح العلوم تحصیل موسی خیل - لورالائی -

## ضلع ژوب

- ۱- مدرسہ شمس العلوم فورٹ سندھیمین -  
 ۲- مدرسہ فیض الاسلام مرغاکبندی -  
 ۳- مدرسہ جامعہ مسجد تعلیم القرآن مسلم باغ -  
 ۴- مدرسہ الغوث بابر -  
 ۵- مدرسہ مولانا محمد یعقوب قلعه سیف اللہ -  
 ۶- مدرسہ ریاض العلوم مولوی رحمت اللہ -  
 ۷- مدرسہ - نمنہ العسوی علورد -

- ۸- مدرسہ زینت المدارسہ شرن جوگیزی۔  
 ۹- مدرسہ شامیہ عربیہ تجوید القرآن شورا چوری زئی قاری غلام مصطفیٰ۔

### ضلع چاغی

- ۱- مدرسہ دارالعلوم نوشکی / نوکنڈی۔  
 ۲- مدرسہ دارالعلوم والبنین۔  
 ۳- مدرسہ دارالعلوم احمد وال۔  
 ۴- مدرسہ دارالجمالہ بنی۔  
 ۵- مدرسہ دارالعلوم غریب آباد۔  
 ۶- مدرسہ دارالعلوم باونی۔  
 ۷- مدرسہ دارالعلوم کلی بینگل۔  
 ۸- مدرسہ دارالعلوم شریف خان۔  
 ۹- مدرسہ دارالعلوم صاحبزادہ۔  
 ۱۰- مدرسہ ریاض العلوم نوشکی۔  
 ۱۱- مدرسہ جامع مسجد نوکنڈی۔

### ضلع سبٹی

- ۱- مدرسہ انوار العلوم کواس۔  
 ۲- مدرسہ دارالعلوم منہ زیارت۔  
 ۳- مدرسہ انوار الخوشیہ سبٹی۔  
 ۴- مدرسہ ربانیہ خزینتہ العلوم شاہرگ۔  
 ۵- مدرسہ تعلیم القرآن زیدرہ زیارت۔  
 ۶- مدرسہ مفتاح العلوم سبٹی۔



- ۷۔ مدرسہ غوثیہ رضویہ سبئی
- ۸۔ مدرسہ فیض العلوم نقشبندی سبئی۔
- ۹۔ مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن قادریہ انوار بابر سبئی۔

### ضلع نصیر آباد

- ۱۔ مدرسہ دارالاسلام غوثیہ عربیہ انوار بابر ڈیرہ مراد جمالی۔
- ۲۔ مدرسہ عربیہ ہاشمیہ جھٹ پٹ۔
- ۳۔ مدرسہ لطف اللہ فیض الباقہ اوستہ محمد۔
- ۴۔ مدرسہ دارالعلوم نور القرآن رضویہ ٹیمپل ڈیرہ۔
- ۵۔ مخزن العلوم سبئی جدید اوستہ محمد۔
- ۶۔ مدرسہ جامعہ عربیہ رضویہ ضیاء المصطفیٰ قادریہ جھٹ پٹ۔

### ضلع کوہلو

- ۱۔ مدرسہ قلندرانی خان محمد بگٹی۔

### ضلع کچی

- ۱۔ مدرسہ دارالعلوم بھاگ۔
- ۲۔ مدرسہ دارالعلوم عربیہ غوثیہ ایری شہر۔
- ۳۔ مدرسہ منبع العلوم انوار بابر ڈھاڈر۔
- ۴۔ مدرسہ دارالعلوم جامعہ غوثیہ انوار بابر بھاگ۔
- ۵۔ مدرسہ درسگاہ تحصیل لہڑی عیدگاہ۔
- ۶۔ مدرسہ عربیہ خدام العلوم ڈھاڈر۔
- ۷۔ مدرسہ غوثیہ انوار بابر ڈھاڈر۔

- ۸- مدرسہ اسلامیہ غوثیہ سلطانیہ شاہی چوک ڈھادر۔
- ۹- مدرسہ میاں الحاج میر مدرسہ کثیر لہڑی۔
- ۱۰- مدرسہ مدنیۃ العلوم بھاگ۔
- ۱۱- مدرسہ جامع اسلامیہ عربیہ شرف العلوم باغٹی۔

### ضلع گواور

- ۱- مدرسہ نور الاسلام گواور۔
- ۲- مدرسہ دارالعلوم پستی۔
- ۳- مدرسہ دارالعلوم جیونی۔
- ۴- مدرسہ دارالعلوم اسٹی (عیسیٰ)۔

### ضلع قلات

- ۱- مدرسہ دارالعلوم مخزن العلوم مستونگ۔
- ۲- مدرسہ قاسم العلوم زرو غلام جان منگچر۔
- ۳- مدرسہ تجوید القرآن قلات۔
- ۴- مدرسہ جامعہ نصیریہ مستونگ۔
- ۵- مدرسہ انوار التوحید قلات۔
- ۶- مدرسہ دارالقرآن اسکلو قلات۔
- ۷- مدرسہ مفتاح العلوم آہنگران مستونگ۔
- ۸- مدرسہ عباسیہ میر و قلات۔
- ۹- مدرسہ صدیقیہ بازار مستونگ۔
- ۱۰- مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد مستونگ۔
- ۱۱- مدرسہ کارنیر گل محمد سنکر مستونگ۔

- ۱۲- مدرسہ عربیہ منبع العلوم پٹننگ آباد مستونگ۔
- ۱۳- مدرسہ مدینۃ العلوم جیوا تحصیل سُوراب قلات۔
- ۱۴- مدرسہ مخزن العلوم مندے حاجی۔
- ۱۵- مدرسہ دارالعلوم کردان۔ قلات۔
- ۱۶- مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم چڈ شیر علی گدر سوراب۔
- ۱۷- مدرسہ عربیہ دارالعلوم رحمانیہ چڈ کمیولاڈ پوڈ سوراب قلات
- ۱۸- مدرسہ تعلیم القرآن کریمیہ عمر آباد مُنچر قلات۔
- ۱۹- مدرسہ جامعہ اشرفیہ تعلیم القرآن مستونگ۔

### ضلع خُضدار

- ۱- مدرسہ دارالعلوم ہدی و ڈھ۔
- ۲- مدرسہ دارالقرآن کرخ۔
- ۳- مدرسہ انوار الرحمان جامعہ سعدیہ۔
- ۴- مدرسہ دارالعلوم خُضدار۔
- ۵- مدرسہ دارالعلوم قاسمیہ بلال۔
- ۶- مدرسہ مفتاح العلوم خُضدار۔
- ۷- مدرسہ اسلامیہ عربیہ خُضدار۔
- ۸- مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ خُضدار۔
- ۹- مدرسۃ الفیض القرآن کھٹن خُضدار۔
- ۱۰- مدرسہ دارالعلوم مخزن العربیہ بالینہ کھٹن جعفر آباد خُضدار۔
- ۱۱- مدرسہ تعلیم القرآن زندہ پیر خُضدار۔

## ضلع شبیدہ

- ۱- مدرسہ تعلیم الاسلام اُتھل۔
- ۲- مدرسہ شمس الہدی اُتھل۔
- ۳- مدرسہ دارالفرقان اسماعیلانی۔
- ۴- مدرسہ مظاہر العلوم او باشمولی لاکھڑا۔
- ۵- مدرسہ دارالعلوم حبیبیہ بیلہ۔
- ۶- مدرسہ تعلیم الاسلام جامعہ مسجد بیلہ۔
- ۷- مدرسہ تعلیم القرآن بیلہ۔

## ضلع خاران

- ۱- مدرسہ اسلامیہ سراوان۔
- ۲- مدرسہ جامعہ شمس العلوم نقشبندیہ خاران۔
- ۳- مدرسہ عربیہ دارالفیاض واشک۔
- ۴- مدرسہ دارالہدی واشک۔
- ۵- مدرسہ واشک۔
- ۶- مدرسہ منبع العلوم مش آباد۔
- ۷- مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن خاران۔
- ۸- مدرسہ مظہر العلوم بسیمہ۔
- ۹- مدرسہ تجوید القرآن۔ لیجی۔
- ۱۰- مدرسہ دارالعلوم ناران۔

## ضلع تربت

- ۱- مدرسہ دارالعلوم تربت۔

۲- مدرسہ دارالعلوم نذرآباد۔

۳- مدرسہ دارالعلوم مند۔

۴- مدرسہ دارالعلوم کلاتک۔

۵- مدرسہ دارالتوحید بلیدہ۔

### ضلع پنجگور

۱- مدرسہ منبع العلوم خدا بادان۔

۲- مدرسہ دارالعلوم تسپ۔

۳- مدرسہ مخزن العلوم یونستان پنجگور۔

۴- مدرسہ دارالعلوم شردو پنجگور۔

## کتبیات

- آغا صادق حسین صادق، پروفیسر  
شاخ طوبے کوٹہ ۱۹۵۲ء
- چشمہ کوثر ملتان ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء
- آزاد جمالدینی  
مست و قوار (لکار) کوٹہ ۱۹۵۳ء
- اخوند، محمد صدیق  
تاریخ بلوچستان (قلمی) ۱۲۷۴ھ
- اطہر مبارک پوری  
ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں و ملی ۱۹۶۷ء
- انور رومان، پروفیسر  
بلوچستان میں تعلیم کراچی ۷۸-۱۹۷۷ء
- براہوئی کی لوک کہانیاں مستونگ ۱۹۶۵ء
- بلوچستان (مفصلت) کوٹہ ۱۹۷۰ء
- دی براہوئی آف کوٹہ قلات یکن کراچی ۱۹۶۰ء
- بلوشاعر  
ماہ گل مرتبہ عبدالرحمن براہوئی ۱۹۶۷ء
- بزم ثقافت  
ثقافت اور ادب وادی بولان میں کوٹہ ۱۹۶۶ء
- بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیئر
- پیر محمد نیرغی  
مہرو ماہ کوٹہ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
- پیر محمد زبیرانی  
براہوئی اُردو آسان گرامر، گلدستہ غوثیہ
- کریمائے سعدی بلوچی، رنگین لال  
کریما گچین (کلام اقبال) کوٹہ ۱۹۷۸ء
- چھ زبانوں کا صوفی شاعر فیصل (زبان بلوچی) کوٹہ ۱۹۶۶ء
- معرفت الافغانی (پشتون زبان کی گرامر)
- حلیدین  
۱۲۲ھ/۱۷۹۹ء
- جان محمد کارڈ  
اصول الصلوٰۃ (زبان بلوچی) کوٹہ ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء
- حضور بخش، مولانا

قدوری (منظوم بلوچی ترجمہ) خلاصہ کیدانی، (بلوچی ترجمہ)

مینہ المصلیٰ (بلوچی ترجمہ) روضتہ الاجاب ( )

حکایت الصادقین ( )، حکایات عجیبہ (بلوچی)

خاکساری فریب ( )، گماندہایت ابدی ( )

پنج کتاب (پشتو شرح) تحفہ نصائح (پشتو شرح)

نور انظم (عربی، فارسی، پشتو)

قدیم بلوچی شاعری (ڈیکڑی کتاب ترجمہ) کوئٹہ

مدینہ مدینہ، براہوئی (قلمی) خیال حکیم (قلمی)

ارشاد المصائبین (فارسی) کوئٹہ

ملی آئین

تجدید الاسلام کوئٹہ ۱۹۵۷ء

یادگار تاج پوشی قلات لاہور ۱۹۳۲ء

سر مسیت بلوچستان کوئٹہ ۱۹۴۰ء

گلدستہ کوئٹہ ۱۹۷۱ء

معراج محمدی کراچی ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء

پیرمغان کوئٹہ ۱۹۸۰ء

مجموعہ کلام لاہور ۱۹۶۲ء

تذکرۃ الاولیاء

کتاب الانساب لندن ۱۹۱۲ء

ارمغانِ نعت کراچی ۱۳۹۹ھ

بلوچستان کوئٹہ ۱۹۵۵ء

دست سبو کوئٹہ ۱۹۴۰ء

افازۃ المصلیٰ لاہور ۱۳۳۳ھ/۱۹۲۵ء

خان محمد، حافظ

خدا بخش منا، میر

خدائے رحیم، حکیم

خواجہ عبدالحی خان پیمون

دین محمد افغانی

دین محمد، مولوی

ذکیہ سردار خان، بلوچ

رئیس نبی داد لانگوزہ ہرازی

سجد احمد حافظ

سلطان غلام دستگیر قادری تاشاد

سلطان محمد نواز

سیمان ماکو

سبحانی

شفیق بریلوی

صالح محمد خان لہڑی، ملک

صغیر حسین اصغر انبالوی، سید

عبد اللہ درخانی، مولانا

سلسلہ قبلہ چشموی لاہور ۱۳۳۵ھ/۱۹۲۶ء

سفر حجاز درخانی لاہور ۱۹۲۲ء

شماں شریف لاہور ۱۹۳۱ء

معجزات شریفہ کراچی ۱۹۳۱ء

تحفۃ العوام، راہ نامہ پکنز اخبار (قلمی)

فتویٰ درخانی (دو حصے قلمی)

گلزار عابد دیوبند ۱۹۱۵ء

نماز مترجم منظوم لاہور ۱۳۳۳ھ

گلزمین کوئٹہ

خطبات درخانی ۱۹۳۰ء

مغربات درخانی

تاج التعزیرات ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء

ناصر الیلوچ کشف الصدور

کشف الخصال، کاغذات درخانی خاکسارنا

غلط مذہب، عملیات درخانی، آخری منزل

حسن الایمان کوئٹہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۵۲ء

تاج محمد تاجل اسلام آباد ۱۹۴۹ء

قدیم براہوئی شعراء حصہ اول کوئٹہ ۱۹۴۷ء

براہوئی زبان و ادب کی مختصر تاریخ (قلمی)

جامع فہرست مطبوعات پاکستان بلوچی، براہوئی، لاہور، ۱۹۴۳ء

نغمہ کوئٹہ کوئٹہ ۱۹۴۸ء

چندے کوئٹہ ۱۹۴۹ء

متاع بردہ ملتان ۱۹۴۷ء

عابد بلوچستانی

عابد رضوی، سید

عبدالباقی، درخانی

عبدالحکیم نانا صاحب، میاں،

عبدالرحمن براہوئی، ڈاکٹر

عبدالرحمن غور



- عبدالرحیم صابر، قاضی  
 ۱۹۶۰ء بلوچستان کے جانباز کراچی
- ۱۹۶۶ء دو جہان سردار کراچی
- ۱۹۶۶ء صابر گفٹار کراچی
- ۱۹۵۹ء بلوچستان کی وادیوں میں کراچی
- ۱۹۶۷ء سیر مکران (حصہ اول) کراچی
- ۱۹۶۷ء سیر مکران (حصہ دوم) کراچی
- ۱۹۶۷ء مکران تاریخ کے آئینے میں کراچی
- ۱۹۶۷ء دو دوست یک منزل کراچی
- ۱۳۶۵ء دیوان پیر محمد کاکڑ کابل
- ۱۹۸۱ء سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کراچی
- ۱۳۸۲ھ سوین چمن (بار دوم) کوئٹہ
- طلب مذہب
- قرآن پاک کا بلوچی ترجمہ
- ۱۹۹۰ء حبیل و بند کوئٹہ
- ۱۹۵۵ء شاخ گل کوئٹہ
- ۱۹۶۹ء، ۱۳۸۶ھ مولانا گل دستہ عبدالغفور
- گفٹار احسن کوئٹہ
- سر اسر نور مجربات عبدالغفور، قاعدہ براہوئی
- قاعدہ براہوئی مع بول چال حصہ اول
- براہوئی گرامر مع بول چال حصہ دوم
- حدیث اربعین المعروف بہ فرحت سرور
- رسولؐ کے پہلیں زند کوئٹہ ۱۹۸۰ء
- عبدالرؤف بینوا
- عبدالرؤف، پروفیسر
- عبدالسلام اچکزئی، مولا
- عبدالصمد سر بازی، مولانا
- عبدالصمد شاہین سورابی
- عبد العلی اخوندزادہ، علامہ
- عبدالغفور احسن خاران بلوچ، مولانا گل دستہ عبدالغفور
- عبدالغفور درخانی
- عبدالقیوم بلوچ، حاجی

عبدالکریم، مولانا

عبدالمجید چوٹوٹی، مولانا

دین و دنیا (قلمی) کوئٹہ ۱۹۶۷ء

مفترح القلوب ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۵ء

گلشنِ انجمن و غزلیات لاہور ۱۳۶۱ھ

دراجمہدق کوئٹہ ۱۹۵۸ء

جوشِ حبیب کوئٹہ ۱۳۵۷ھ

”کل خطبہ بزبانِ براہوئی ترجمہ“

آیاتِ کلامِ ربانی و احادیثِ سہرورد (قلمی)

دو جہاںِ المسلمی بہ شمعِ القلوب لاجراقِ الذنوب“

عطا محمد خان بلوچستانی، میر تقیاتِ عاداتِ انسانی

ملازم کوئٹہ -

علمائے ربانی غیر مطبوعہ

مصنوعاتِ بدیعہ شاہد (قلمی)

غلمت شاہ شاہد سید

تحفہ شیرین (قلمی) ۱۳۹۴ھ

علیم اللہ علیم

دیوانِ علیم کوئٹہ ۱۹۷۳ء

رحیلِ کوہ کراچی ۱۹۳۴ء

عنقا، محمد حسین

گلدستہ حنفی (قلمی دیوان) ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۵ء

غلام حیدر شاہ حنفی، سید

نقشِ جمیل (قلمی دیوان) کوئٹہ

غلام محمد جمیل

سیرتِ النبیؐ (گیچن براہوئی) کوئٹہ ۱۹۷۸ء

غلام نبی راضی

زخمِ زہیر کوئٹہ ۱۹۷۴ء

غوث بخش صابری

تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند لاہور

فیاض محمود

چودھویں جلد (جلد دوم) ۱۹۷۱ء

گلشنِ اشعار (بلوچی) کوئٹہ ۱۹۶۸ء

فیض محمد فیصل، صوفی

گلزارِ کاپاری (مرتبہ احمد خاں گولہ) -

قادر بخش خان گولہ



## شروط الصلوٰۃ، تحفۃ البلوچ

مست توکلی (بلوچی) کوئٹہ	مٹھا خان مری، میر
سیرت النبوی (بلوچی) کوئٹہ ۱۹۸۱ء	مختصر رسول نگر، نثار احمد
تیغ و قرآن کوئٹہ -	
نظام نو کوئٹہ -	
مثنوی صحیفہ فطرت (حصہ اول) کوئٹہ ۱۹۵۷ء	
فخر کونین (حصہ اول) کوئٹہ ۱۹۶۱ء	
فخر کونین (حصہ دوم) کوئٹہ ۱۹۶۳ء	
فخر کونین (حصہ سوم) کوئٹہ ۱۹۷۰ء	
شمس الادب خرامان کوئٹہ ۱۹۷۱ء	
گلشن سوز کوئٹہ ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۲ء	محمد اسحاق سوز
سرمایہ عمر لاہور ۱۹۷۶ء	محمد اسلم
نفسیات سب کے لئے لاہور ۱۹۶۵ء	محمد اقبال سلمان
آداب زندگی لاہور ۱۹۶۳ء	
خصائص نبوی (قلمی)	
بالنور المبین والدر الثمین، لاہور ۱۳۳۳ھ/۱۹۲۵ء	محمد صالح الشاکر
ذخیرہ سلیمانی لاہور ۱۸۹۸ء/۱۳۱۶ھ	محمد صدیق پنجگوری
گلدستہ حکیم لاہور ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء	محمد عبداللہ حکیم
مناجات حکیم یا نعت رسول کریم لاہور	
مخمس محمود نامہ لاہور ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء	
گلشن حکیم لاہور ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء	
کراچی -	محمد عبدالجبار (ترجمہ) سیرت محمدیہ جلد اول
کوئٹہ ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء	محمد عمر، حاجی، ابن حاجی محمد علی
لائب المسلمین	

۱۳۵۵ھ	مشاق مدنیہ (دو حصے)	محمد عمر، دین پوری، مولانا
۱۳۵۵ھ	سودائے خام	
۱۳۵۲ھ	وبص الطیب فی ذکر الحبیب	
۱۳۵۵ھ	فی الفراق	
۱۳۵۵ھ/۱۹۰۱ء	تعلیم الاسلام	
۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء	نصیحت نامہ	
۱۳۵۵ھ/۱۹۳۴ء	مخ العبادۃ	
۱۳۵۵ھ/۱۹۳۴ء	اصل الایمان	
۱۳۵۵ھ/۱۹۳۴ء	تنبیہ الغافلین	
۱۳۵۵ھ/۱۹۳۴ء	جہالت بانو	
۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء	ترجمہ کریمیا	
۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء	نام حق	
۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء	ترجمہ نماز فرائض	
۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء	حفظ الایمان	
۱۳۵۵ھ/۱۹۳۴ء	داستان ورنائی	
۱۳۵۵ھ/۱۹۳۴ء	اشہا حسرت اطہار	
۱۳۵۴ھ/۱۹۳۷ء	رسالہ زیمیات (حصہ اول، دوم)	
۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء	قاعدہ براہوئیہ	
۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء	داستان ابیس	
۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء	مشال وال	
۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء	تحفہ برہان	
۱۳۵۵ھ/۱۹۳۴ء	لجرا	

شہوت الحجاب بالدلائل والانتصاب

- (حصہ اول) ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء  
 آئینہ قیامت  
 ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء ہدایت المستورات  
 ۱۹۲۱ء اعلان واجب البیان بڑا  
 ۱۳۳۳ھ/۱۹۲۳ء الحق  
 ۱۳۲۸ھ/۱۹۲۹ء مللارانا  
 ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۳ء دافع الوسواس  
 ۱۳۳۷ھ/۱۹۲۸ء مفتاح القرآن  
 ۱۳۳۷ھ/۱۹۲۸ء تفسیر پارہ تیس  
 ۱۳۳۷ھ/۱۹۲۸ء تفسیر پارہ چہارم  
 ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۵ء حدیث قادریہ  
 ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۵ء شرح اصول ستہ  
 مجموعہ ضبط

محمد عمر، مولانا، ولد شیر محمد بنگلزی معجزات مصطفیٰ معہ وفات نامہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 ووفات نامہ بی بی خاتون کوٹہ  
 جنت و شادی بی بی عائشہ رضی

مولانا شبلی نعمانی سیرت النبیؐ اعظم کریمہ ۱۹۲۷ء

محمد قاسم، عمدۃ الآثار فی تذکار اخبار کبار کراچی ۱۳۴۲ھ/۱۹۵۸ء

محمد احمد خان، ابوالنصر محمد خالدي، تقویم ہجری و عیسوی (اشاعت سوم) کراچی ۱۹۷۳ء

مراد علی رئیسانی، مولوی گلشن بلوچستان لاہور ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

Pride here and hereafter, God's  
 blessings and peace be upon him.

مقصود عالم، ملک

لاہور

- ملک داد تحفۃ العجائب کوئٹہ ۱۹۵۸ء
- میاں روح اللہ اخوندزادہ گمانگیزی، خواجہ تفسیر جلالین کا حاشیہ ترویج الارواح
- میر احمد یار خان مختصر تاریخ قوم بلوچ و خواتین بلوچ کراچی ۱۹۷۲ء
- نبی بخش اسد سلام والتجا
- نبو جان، مولانا تحفۃ الغرائب (بار ششم) ۱۹۵۵ء
- ناصح البلوچ (بار ششم) ۱۹۵۵ء
- نصحت نامہ (بار چہارم) ۱۹۴۵ء
- نذرا احمد، حافظ جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان ۲ لاہور ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
- نور محمد گنج آبادی، قاضی تحفۃ النصیر بلوچ (قلمی)
- نور احمد، فریدی بلوچ قوم اور اسکی تاریخ ملتان ۱۹۴۸ء
- نور محمد، مولوی کلام نور کوئٹہ ۱۹۷۸ء
- واحد بخش رند استنا پناک (زخم دل) کوئٹہ ۱۹۷۵ء
- قدم قدم آباد کوئٹہ ۱۹۷۸ء
- ولی محمد پنجگوری مثنوی بہرام خاں ثانی (قلمی) ۱۳۳۴ھ/۱۹۲۷ء
- وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، رپورٹ دینی مدارس، پاکستان اسلام آباد
- ۱۹۷۹ء
- ہتورام تاریخ بلوچستان } لاہور ۱۹۰۷ء
- } کوئٹہ ۱۹۷۳ء

## رسائل و اخبارات

۱۹۶۱ء	ستمبر	کراچی	آہنگ
۱۹۶۹ء	جون	لاہور	اردو ڈائجسٹ
۱۹۸۰ء	مئی		
۲۱ / اکتوبر ۱۹۳۳ء		کراچی	اتحاد بلوچان (ہفتہ وار)
۱۳۵۲ھ / نومبر ۱۹۳۳ء		کراچی	معراج نمبر
۲۳ / جولائی ۱۹۳۳ء		کراچی	البلوچ (ہفتہ وار)
۸ / ذی الحجہ الاول ۱۳۵۲ھ / ۲۸ / مئی ۱۹۳۳ء			
۱۱ / مارچ ۱۹۳۳ء			
۲ / جولائی ۱۹۳۳ء			(میلاد نمبر)
۱۰ / دسمبر ۱۹۳۸ء		کوئٹہ	الاسلام
۱۹۳۴ء / جون ۱۹۴۸ء		کوئٹہ	انس (براہوئی ماہنامہ)
ستمبر ۱۹۴۵ء		کوئٹہ	انس (بلوچی ماہنامہ)
جولائی ۱۹۴۴ء		کوئٹہ	انس (پشتون خصوصی نمبر)
۷ / اگست ۱۹۳۱ء		کوئٹہ	الفاروق
۱۸ / ستمبر ۱۹۵۳ء		لاہور	امروز
۴ / ستمبر ۱۹۴۵ء		کراچی	انجام (روزنامہ)
نومبر ۱۹۴۲ء		لاہور	اورینٹل کالج میگزین
۱۷ / اگست ۱۹۴۴ء		مستونگ	ایم
۶ / اکتوبر ۱۹۴۴ء		ملتان	بلوچی دنیا (ماہنامہ)
۴۰ - ۱۹۵۹ء		کوئٹہ	بولان
۱۵ / جون ۱۹۳۹ء		کوئٹہ	پاسبان
۴ / جولائی ۱۹۳۹ء			



۴/ فروری ۱۹۴۰ء			
۱۲/ جولائی ۱۹۴۰ء			
۳/ اگست ۱۹۴۰ء			
۳/ دسمبر ۱۹۴۰ء			
۲۰/ جون ۱۹۴۳ء			
۲۰/ اکتوبر ۱۹۴۳ء			
۲۳/ دسمبر ۱۹۴۹ء	کوئٹہ	تنظیم (ہفتہ وار)	
۲۶/ مئی ۱۹۵۰ء	کراچی	جنگ	
۲/ مئی ۱۹۵۲ء	کوئٹہ		
۳/ مارچ ۱۹۵۷ء	کوئٹہ		
۳۱/ فروری ۱۹۶۰ء			
۲۰/ اگست ۱۹۶۸ء	کراچی	حریت	
۱۹۶۸ء		رہبر نسواں (ماہنامہ)	
جنوری ۱۹۵۰ء		" (میلاد النبیؐ نمبر)	
۱۰/ مئی ۱۹۷۱ء	کوئٹہ	زمانہ	
۲۲/ اپریل ۱۹۳۴ء	لاہور	زمیندار	
۲۱/ اکتوبر ۱۹۷۴ء	مستونگ	ساربان	
فروری ۱۹۸۰ء	لاہور	سیارہ ڈائجسٹ	
۱۹۷۸ء	حیدرآباد سندھ	صریف خانہ	
	کراچی	سوغات بوچی	
۱۳/ فروری ۱۹۸۲ء	اسلام آباد	فکرو نظر (سیرت نمبر)	
۱۹۱۴ء	دہلی	قندیل خیال	
۱۰/ اکتوبر ۱۹۵۷ء - ۲۶/ دسمبر ۱۹۵۱ء	کوئٹہ	کوہسار	

ماہ نو	لاہور	مئی ۱۹۷۹ء
ماہ نویسرت رسول نمبر	کراچی	جولائی و اگست ۱۹۷۳ء
ماہ نو	لاہور	مئی ۱۹۸۰ء
مجلہ اکیڈمی علوم اسلامیہ	کوئٹہ	اگست ۱۹۷۲ء
مشرق (روزنامہ)	کوئٹہ	۵/ مارچ ۱۹۷۷ء
		۱۹/ فروری ۱۹۸۰ء
		۲۸/ جون ۱۹۸۰ء
		۵/ جولائی ۱۹۸۰ء
		۱۳/ جولائی ۱۹۸۰ء
		۱۹/ جولائی ۱۹۸۰ء
		۲۲/ جولائی ۱۹۸۰ء
		۲۴/ جولائی ۱۹۸۰ء
		۳۰/ اگست ۱۹۸۰ء
معلم		نومبر ۱۹۵۰ء
میزان (روزنامہ)	کوئٹہ	۱۹ فروری ۱۹۷۵ء
		۲۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء
		یکم ستمبر ۱۹۷۷ء
		۲۷/ اکتوبر ۱۹۷۷ء
نصرت	کراچی	۵/ جون ۱۹۵۷ء
نظام (روزنامہ)	کراچی	۲۰/ مارچ ۱۹۳۷ء
نعرہ حق	کوئٹہ	۲۹/ اپریل ۱۹۷۰ء
ینگ بلوچستان	کراچی	۱۲/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

# قرآن مجید حدیث اور اسلامی عبادات پر

اہم مطبوعات

- |  |                         |    |
|--|-------------------------|----|
| مضامین قرآن (قرآن مجید کے مضامین کا نہایت جامع اور مفید انداز) | میر محمد حسین ایم اے    | ۱  |
| آسان تفسیر (تیسویں پارے کی آسان تفسیر)                         | محمد عبدالحی            | ۲  |
| قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں                                    | سید ابوالاعلیٰ مودودی   | ۳  |
| سنت کی آئینی حیثیت   | "                       | ۴  |
| قرآنی تعلیمات  | اول محمد یوسف اصلاحی    | ۵  |
| "  | دوم "                   | ۶  |
| راہ عمل (مجموعہ انتخاب حدیث)                                   | جلیل احسن ندوی          | ۷  |
| زادِ راہ (انتخاب حدیث کا دوسرا مجموعہ)                         | "                       | ۸  |
| اذکارِ مسنونہ  | حافظ ابن قیم            | ۹  |
| انتخاب حدیث  | عبد الغفار حسن عمر لوری | ۱۰ |
| قرآن اور آثارِ کارنامات  | کیپٹن ریاض احمد انجم    | ۱۱ |
| لازوال نصیحتیں   | عاصم نعمانی             | ۱۲ |
| ترجمان الحدیث  | سید محمود الحسن         | ۱۳ |
| اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر                                    | سید ابوالاعلیٰ مودودی   | ۱۴ |
| خطبات  | "                       | ۱۵ |
| مسنون دعائیں   | عاصم نعمانی             | ۱۶ |
| مختصر احکام حج   | محمد یوسف اصلاحی        | ۱۷ |
| حج کی دعائیں   | مرتب اخلاق حسین         | ۱۸ |
| اصلاح معاشرہ میں نماز کا مقام                                  | بہاول خان ناگرہ         | ۱۹ |
| صحیح سمت قبلا  | علی محمد خان            | ۲۰ |
| جہادِ اسلامی   | خلیل احمد حادی          | ۲۱ |
| حقیقت عبودیت (از افادات ابن تیمیہ)                             | صدر الدین اصلاحی        | ۲۲ |
| اسلام ایک نظریہ  | "                       | ۲۳ |
| اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ (از افادات شاہ ولی اللہ)       | "                       | ۲۴ |
| تمذیب الصلوٰۃ  | انشاء اللہ خان          | ۲۵ |